THE BOOK WAS
DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188843

UNIVERSAL
LIBRARY

188843

OUP—390—29-4-72—10,000.
167
OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۵ ۹۷۱ غ ظ   Accession No. U2176 ۲۱۷۶

Author ظہور الحسن ناظم

Title کارنامہ ناظم

This book should be returned on or before the date last marked below.

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حق ظاہر ہوا باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کیلئے ہے۔

یارب صبح صدق و صفایش نصیب باد ؎ این نامہ را کہ در دل شب ہا نوشتہ ایم

[illegible] وقف شگرف ؎ افسانہائے قیصر و کسریٰ نوشتہ ایم

[illegible] ؎ صنع ملوک حیرہ و صنعا نوشتہ ایم

[illegible] ؎ سرِ حدیث بلبل و عنقا نوشتہ ایم

[illegible] ؎ بہر صلاح خاطر دانا نوشتہ ایم

Checked 1976

7167

غازیانِ ہند

(مصنفہ)

قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور حال مقیم حیدرآباد دکن مصنف تحفۃ السلطان و مناظر الکسات
والمفید و قرأت المصطفیٰ و باطل شکن و محمود و فردوسی و تحفہ عثمانیہ و تصحیح التاریخ
و کتاب المغازی وغیرہ و مترجم عقیدۃ الطحاوی

[illegible]

اطلاع قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک پتہ ذیل سے طلب فرمائے۔ قاضی ظہور الحسن ناظم مکان معلوفی فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ
محلہ عابد شاپ حیدرآباد دکن۔ اس کتاب کے چھاپنے چھپوانے فروخت کرنیکا ہر مسلمان کو اختیار ہے۔

مسلم دکن پریس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ہٰذا کے متعلق حضرت علامہ مولانا عبداللہ العمادی ناظر کتب دینیہ ورکن دارالترجمہ حیدرآباد کا مکتوب گرامی خاکسار مصنف کے نام

نحمدہٗ و نستعینہٗ

جناب قاضی صاحب۔ سلام تحیت اکرام۔ آپ نے مجھ سے "غازیان ہند" پر نقد و نظر کی فرمائش کی۔ لیکن میں امتثال امر سے قاصر ہوں۔ کتاب اچھی! اِل کتاب اچھے۔ غریب قوم کاتب میں اتنی استعداد کہاں کہ شرح حریت کرسکے یا داد مغازی دیسکے۔ وہ نفس قدسی جسکا خانوادہ شریفہ مدتوں علم کا حامل اور معرفت کا ناشر رہ چکا ہو۔ جس نے اپنی ذات کو خدمت ملت کے لئے وقف کر رکھا ہو جیسے (قاضیان فی النار) کی وعید نے (قاضی فی الجنة) کا مصداق بنایا ہو۔ جسے ملت کا غم کھا گیا ہو۔ اور اپنا تمام سرمایہ خوشی سے جسنے اسی غم کے نذر کردیا ہو۔ اوسکی نسبت کیا کہیے اور کیونکر کہیے ؎

لقد وجدت مکان القول ذا سعة
فان وجدت لسانا قائلاً فقل

(مجال گفتار تو بہت وسیع ہے مگر زبان گویا کہاں کہ شرح حقیقت کرسکے) آپ سے عفو اور اپنے خدا سے مغفرت کا طلبگار رہوں دعا کرتا ہوں کہ ملت مرحومہ کو خدا آپکے کام کی منزلت شناسی کی توفیق بخشے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ سے اور آپکے طفیل میں ہمسے بھی خوشنود رہے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

عجیب تساہل

اس کتاب غازیان ہند کا مسودہ ایکسال تک مطبع معین دکن میں رہا بارے خدا خدا کرکے تصحیح کیلئے کاپیاں فقیر کو دیگئیں اور اس کتاب کا خلاصہ جو اسکول و کالج کے طلبہ کے مطالعہ کیلئے مرتب کیا گیا تھا از نام تصحیح التاریخ کئی مہینے ہوئے شائع ہوکر دست بدست فروخت ہوچکا اب اسکا دوسرا ایڈیشن زیر غور ہے بعد تصحیح کاپیاں پھر مطبع میں دیجاتی ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ کتاب ستمبر ۱۹۳۱ء تک شائع ہوجائیگی۔

فقیر ناظم
یکم جولائی ۱۹۳۱ء

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
۱	حمد و التماس
۳	ہندوستان پر سردار محمد بن قاسم کا حملہ
۵	محمد بن قاسم کی ہندو نوازی
۶	محمد بن قاسم کا بت اور سلطان
"	سبکتگین کے حملہ کی وجہ۔
۸	سلطان سبکتگین اور بعض راجگان ہند کا
"	حسب و نسب۔
۹	سلطان محمود کی حملوں کے اسباب
۱۰	سلطان محمود کی ہندو نوازی۔
۱۱	سلطان محمود کے متعلق رائیں
۱۲	سلطان شہاب الدین غوری
۱۳	شاہجہاں کی معزولی
۱۶	دارا کی سرکشی
۱۷	بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ
۱۹	ارادۂ جنگ اور شہزادوں کے ارادے
۲۰	عالمگیر صلح کا خواہاں تھا
۲۲	اعلان سلطنت
۲۳	نمبر ۲
۲۷	دارا شکوہ
۲۸	شجاع
۲۹	مراد۔
۳۲	شاہجہاں کے بیٹوں کے متعلق مورخین کی رائیں۔
۳۵	عالمگیر کا ہندوؤں سے برتاؤ۔
۳۶	عالمگیر کی ہندو نوازی
۳۷	عالمگیر کا ایک فرمان
۳۹	جزیہ
۴۰	ہندوؤں کے میلے اور مدرسے بند کرنا۔
۴۱	راجہ جسونت سنگھ
۴۴	سیواجی
۴۷	سیواجی کے متعلق ہندوؤں کی عجیب کارستانی۔
۴۸	سیواجی کا اپنے آقایان نعمت کے متعلق اعلان
۴۹	سیواجی کے متعلق ہندو محققین کی رائیں
۵۰	عالمگیر کے متعلق محققین کی رائیں۔
۵۱	ہندو اور عالمگیر
۵۵	دکن کی اسلامی ریاستیں
۵۷	اورنگ زیب کی ہندو مذہب میں مداخلت
	پنڈت دیانند کی تفسیر وید کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں۔
۶۲	اورنگ زیب کی رواداری
۶۳	سلطان حیدر علی

٦٥	حیدر علی کا تعصب
٦٦	سلطان ٹیپو اور تعصب
٦٧	سلطان ٹیپو کا مذہبی جبر
٦٨	سلطان ٹیپو اور ہندو مندر
٦٩	سلطان ٹیپو کے متعلق محققین کی رائیں۔
٧٠	سلطان ٹیپو کی ہندو مذہب میں مداخلت
٧١	خاص وجہ عداوت
٧٢	مسلمانوں کے عہد حکومت کے متعلق محققین کی
"	رائیں
٧٤	مسلمان سلاطین زمانہ حال اور میر عثمان علیخان
"	بہادر شاہ دکن کی رواداری
٧٥	موجودہ ہندو رئیسوں کے مسلمانوں پر مظالم
٧٦	سکھوں کا بیان
٧٨	مسلمانوں کی سکھ نوازی
٨٠	مسلمانوں کا حق نمک اور رنجیت سنگھ کا عہد بیداد
"	شاہی سے برتاؤ۔
٨١	توہین معابد
٨٢	گروؤں کی موت۔
٨٣	گروؤں کے اخلاق
٨٥	وحشیانہ مظالم اور سلطنت مغلیہ سے مخالفت
٩٧	راجہ رنجیت کے وحشیانہ مظالم۔
٩٩	خلاف عہد۔ توہین معابد منصف پنج۔
"	مذہبی جبر
١٠٠	مسلمانوں پر ظلم۔
١٠٤	فتح ساڈھورہ۔
١٠٥	جنگ سرہند و جنگ لوہگڈھ
١٠٧	گروؤں کی موت
١٠٨	جہاد اور پیشوایان ہنود کی جنگ آزمائیاں۔
١١٠	دیگر باطل پرستوں کی جنگ آزمائیاں
١١٣	اسلام کے جنگی احکام
١١٤	دنیا میں اشاعت اسلام
١٢٠	ہندوستان میں اشاعت اسلام
١٢٤	مذہب اور جبر
١٢٦	تمام مذاہب باطلہ کی اشاعت جبر سے ہوئی
١٢٨	لوٹ
١٣٠	جزیہ
١٣٣	ڈولہ
١٣٥	غلامی
١٤١	انہدام منادر
١٤٨	سومنات
١٥١	حفاظت معابد
١٥٣	ہندوؤں کے خود مندروں کی توہین۔ اور
"	تمام باطل پرستوں کے معابد کی توہین
١٥٥	مسلمانوں کی رواداری اور ہندوؤں کی رواداری
١٥٦	مسلمانوں کا عہد حکومت اور ہندوؤں کا عہد حکومت
١٥٨	متعصب معترض
١٥٩	مضامین ہنود
١٦٧	حاشیہ متعلق صفحہ ١١٢ چین میں اشاعت اسلام و
	معجزہ شق القمر۔
١٦٨	دعا و اشتہار کتب

U2176

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

الحمد للہ الذی لہ الملک و السلطان و الصلوۃ و السلام علی رسولہ محمد خاتم الانبیاء صاحب السیف و البرہان و علی آلہ و اصحابہ قامع الظلم و الطغیان برحمتک یا رحیم یا رحمن۔

التماس

عرصۂ دراز سے آریوں نے اسلام کے خلاف طوفان اٹھا رکھا ہے اور اگرچہ اُن کو اپنی سعی میں کماحقّہ کامیابی نہیں ہوئی لیکن وہ اپنی ان تھک کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے جھوٹ موٹ کے اعتراض گھڑ گھڑ کر اُن کو بار بار مختلف صورتوں سے شایع کرتے ہیں۔ ناواقف کم علم مخلوق کو بھکانے کا مستقل سلسلہ قایم کر رکھا ہے۔ قابل داد یہ بات ہے کہ باوجود پے در پے ناکامیوں اور شکستوں کے ہمت نہیں ہارتے۔ بے اندازہ روپیہ ذاتی محنت کے علاوہ اس پر خرچ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ تبلیغی امور کو امر زائد سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑا اُن کا اعتراض اور لوگوں کو بھکانے کا ذریعہ مسئلۂ جہاد ہے کہ اُس کو غلط سلط بیان کر کے کم خواندہ۔ ناواقف۔ ناخواندہ۔ جاہل لوگوں کے ذہن نشین کیا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت جبر و زبردستی سے ہوئی۔ اس ہی میں سلطان محمود غزنوی وغیرہ کے مظالم کی داستانیں شامل کر کے بڑے طول فضول کے ساتھ نہایت شدومد سے اس مطلب کو بیان کرتے ہیں۔ ہمیشہ ٹریکٹ مضامین شایع کرتے رہتے ہیں۔ حضرات علماء کرام نے اس مسئلہ کے متعلق بہت سے رسایل و کتب تصنیف فرمائے اور ایسے دندان شکن جواب دئے کہ معترض دم بخود ہو ہو گئے۔ مگر ہٹ دھرمی سے وہی لے سرا

ترانہ پھر الاپنے لگے۔ فقیر نے سنہ ۱۳۴۶ھ میں ایک رسالہ باطل شکن المعروف جہاد اسلام تالیف کیا۔ رسالہ مذکور کی خصوصیات یہ تھیں کہ پہلے باب میں اشاعت اسلام کا راز۔ جبر و اسلام۔ اسلام کا طریق تبلیغ۔ آغاز اسلام کی کیفیت۔ رسول مقبول و قرآن مجید کے متعلق محققین کے اقوال۔ اسلام کی رواداری۔ جہاد اور اس کے احکام و اقسام کا بیان ہے۔ باب دوم میں جن جن قوموں سے عہد اسلام یعنی عہد جناب رسالتمآب و خلفاء راشدین میں لڑائیاں ہوئیں۔ اون کے وجوہات لکھے۔ جزیہ غلامی۔ لوٹ۔ بت شکنی پر بحث ہے۔ باب سوم میں عہد اسلام کی ہر لڑائی کے علیحدہ علیحدہ وجوہات لکھے گئے۔ اس باب میں یہ خصوصیت ہے کہ رسول کریم کے عہد مبارک کے تمام مہمات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ اور ہر مہم کے جس قدر نام ہیں سب لکھ دئیے گئے ہیں باب چہارم میں عیسائی۔ یہودی۔ بودھ۔ زرتشتی۔ ہندو تمام مذاہب باطلہ کے جنگی احکام و عمل غلامی۔ و لوٹ و جزیہ و جبر و اشاعت مذہب کی کیفیت مرقوم ہے۔ یہ باب ایسا ہے کہ ان مضامین پر آج تک کسی مصنف نے قلم نہیں اٹھایا۔ رسالہ مذکور کے دیباچہ میں میں نے معترض کو یہ بتلا دیا تھا کہ تمہارا طرز بحث ناقص ہے تم مذہبی مسائل کے ساتھ سلاطین کے واقعات کو ملا کر خلط مبحث کرتے ہو تاکہ عوام کو حق و باطل کا امتیاز مشکل ہو جائے میں اس رسالہ (باطل شکن) میں صرف عہد اسلام کے متعلق بحث کروں گا۔ اور ان مقدس بزرگ سلاطین (جن کے مظالم کی فرضی داستانیں گھڑ کر تم لوگوں کو بہکاتے ہو) کے اعتراضات کے متعلق جداگانہ رسالہ غازیان ہند تالیف کرونگا۔ اس موقع پر میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں بیس برس سے اس خدمت میں مشغول ہوں۔ اور مجھ کو اس میں کافی کامیابی ہوئی ہے۔ میری تالیفات کو علماء کرام نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے مضامین کو مؤقر اخبارات و رسائل نے خصوصیت کے ساتھ شایع کیا ہے۔ میرے کسی رسالہ کے جواب میں کوئی مخالف دم نہیں مار سکا۔ میں نے اپنی تالیفات میں ہمیشہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ منطقی دلائل نہ ہوں۔ مسلمان مورخین مصنفین کے اقوال نہ ہوں ہمیشہ غیر مسلم اہل قلم کے اقوال پیش کئے ہیں کیونکہ مجھ کو خوب تجربہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ میرا مد مقابل حجت معقول پسند نہیں ہے۔ رسالہ باطل شکن تالیف کر کے میں نے الاماں بک ایجنسی دہلی کو بلا کسی معاوضہ و شرط کے دیدیا تھا۔ کیونکہ میرا مقصود ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ یہ تبلیغی مضامین ارزاں قیمت پر ہر مسلم و غیر مسلم کے ہاتھ میں پہنچ جائیں۔ میں خدائے ذوالجلال کا شکر کرتا ہوں کہ میرے رسالہ باطل شکن کو علمائے کرام نے بہت پسند کیا۔ اور اپنے تقاریظ میں اس کی کافی تعریف کی۔

اس رسالۂ غازیان ہند میں بھی میں نے یہ التزام کیا ہے کہ غیر مسلموں کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ اور سردار محمد قاسم۔ سلطان سبکتگین۔ سلطان محمود غزنوی۔ سلطان شہاب الدین غوری۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر۔ سلطان حیدر علی۔ سلطان ٹیپو۔ رحمت اللہ علیہم اجمعین پر جس قدر اعتراضات ہیں سب کے جوابات بالتفصیل باب اوّل میں دے ہیں۔ باب دوم میں سکھوں کی تاریخ۔ اور اون کے متعلق اعتراض کا جواب ہے۔ باب سوم میں جزیہ غلامی۔ وغیرہ وغیرہ پر متفرق مضامین ہیں۔ چونکہ ان مضامین پر میں باطل شکن میں کافی بحث کر چکا ہوں۔ اس لئے اس رسالہ میں مختصر طور پر حسب ضرورت لکھا گیا ہے۔ باب چہارم میں میں نے بجنسہٖ وہ مضامین نقل کر دیے ہیں جو ہندو مضمون نگاروں کے مختلف اخبارات میں شائع ہوئے تھے اور جن کو میں نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ مصنفین اور اہل سیر کو بخوبی اسکا اندازہ ہوگا کہ مجھ کو کیسی کیسی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور کس قدر جانکاہی کے بعد یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔ مجھ کو اپنی کم مایگی کا خود اعتراف ہے لہٰذا صاحبان علم سے اصلاح اغلاط و پردہ پوشی کی توقع رکھتا ہوں۔ رسالۂ باطل شکن میں میں نے ایک موقع پر یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ میں ایک رسالہ غزوات السلاطین لکھونگا۔ جسکا یہ مقصد ہوگا کہ روئے زمین پر غیر مسلم قوموں سے جس قدر مسلمان سلاطین نے لڑائیاں لڑی ہیں اوس میں سلاطین اسلام حق بجانب تھے مجھے اپنے اس وعدہ کا بے حد خیال ہے اور خدائے ذوالجلال سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جلد اس وعدے سے مجھ کو سبکدوش کرادے باطل شکن کے شائع ہونے کے بعد کثرت سے خطوط علماء کرام اور شائقین کے غازیان ہند اور غزوات السلاطین کے جلد از جلد شائع کرنے کے تقاضہ میں میرے پاس آئے لیکن میں اپنی پریشان حالی کی وجہ سے نہ اُن حضرات کو کوئی قطعی جواب دے سکا اور نہ رسالہ ترتیب کرکے پیش کر سکا۔ مگر اس کی تحریر و تکمیل کا سلسلہ جاری رکھا ؎

میں گرچہ تھا رہین ستم ہائے روزگار ✣ لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

خدا جزائے خیر دے میرے محترم دوست امیر باذل عالیجناب مولانا الحاج فیض الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایڈوکیٹ حیدر آباد کو جن کے سایۂ عاطفت میں بیٹھ کر فقیر نے اس اہم دینی خدمت کو انجام دیا ہے۔ فقیر نے یہ رسالہ کسی کی دل آزاری یا توہین کے خیال سے نہیں لکھا ہے اس سے مقصود صرف احقاق حق اور ابطال باطل ہے۔ خاکپاے ناظم

مئی ۱۹۳۰ء

بابِ اوّل

سلاطینِ عظّام

سردار محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ

سردار محمد بن قاسم پر متعصبین چار اعتراض کرتے ہیں۔ (۱) ہندوستان پر خواہ مخواہ فوج کشی کی۔ (۲) ہندوؤں پر ظلم کئے۔ (۳) مندر منہدم کیے۔ (۴) ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔

واقعات

راجہ سراندیپ نے خلیفہ ولید کیلئے کچھ تحائف روانہ کئے انہیں جہازوں میں کچھ مسلمان مرد عورت۔ بوڑھے بچے۔ بارادۂ حج سوار ہو گئے یہ جہاز بھٹک کر ساحل دیبل (کراچی) پر جا پہونچے گورنر دیبل نے اُن جہازوں کو لوٹ لیا اور مسافروں کو قید کر لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حجاج بن یوسف گورنر عراق و حجاز کو ہوئی تو اُسنے اپنے ماتحت محمد ہارون حاکم مکران کو لکھا کہ راجہ داہر سے اس کا سبب دریافت کرے کہ بلاوجہ جہاز کیوں لوٹے گئے۔ عورت مرد بچے بے قصور کیوں قید کئے گئے۔ محمد ہارون کے استفسار پر راجہ داہر نے جواب ناصواب دیا اس پر حجاج نے خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے بسر کردگی بدیل تین ہزار لشکر روانہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں سردار لشکر اسلام شہید ہوا اس کی جگہ

حجاج نے اپنے برادر عمزاد اور داماد محمد بن قاسم کو جس کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر اور اس کے مددگاروں کو شکست دی۔ کون انصاف پسند ہے جو اس امر کو ناواجب قرار دیگا۔

شہادتیں

ہنٹر صاحب لکھتے ہیں جبکہ عربوں کا جہاز سندھ کی بندرگاہ میں لوٹا گیا تو تاوان لینے کی غرض سے ایک نوجوان سردار نے جسکا نام محمد قاسم تھا ۷۱۲ء میں سندھ پر فوج کشی کی (تاریخ ہند) لالہ اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں ۷۱۲ء میں سندھ کے راجہ نے اہل عرب کے کچھ جہاز لوٹ جس پر محمد قاسم نے خفا ہو کر فوج روانہ کی۔ (تاریخ ہند حصۂ دوم)

محمد بن قاسم کی ہندو نوازی

پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے مندر وغیرہ نہیں توڑے (تاریخ ہند) دوسرے مقامات کیطرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا اقوام کو کوئی مذہبی جبر نہیں کیا گیا۔ محمد بن قاسم ہندوؤں کے سوشل اور مذہبی رسومات و اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی مسلمانوں کو تھی۔ ہندوؤں کے سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہ کی جاتی تھی وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اون کے ایما پر اونکی ذات پات کے قواعد کو بھی قانون کا درجہ دیا گیا تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کیلئے تمام دفاتر کھول دیے گئے تھے برہمنوں کو مالگذاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا اور قاسم نے وزارت کا عہدہ اپنے وقت کے مشہور ہندو فلاسفر کاکسا کو عطا کیا تھا (مسٹر چنی لال ایم اے) برہمن آباد (اس کے دو نام اور تھے بمبرا کا تھل اور دیورانی چوگھاٹ) جب اہل عرب قابض ہوئے تو ہندوؤنکو مندروں کی مرمت کرنیکی اجازت دیدی اور کسی کو مذہب کی پیروی سے نہیں روکا (ایلیٹ جلد اوّل) وکا بن بسایا جب گرفتار ہو کر محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوا تو اس کی بڑی عزت کی اور اسکو جاگیر مع ایک لاکھ درم نقد و خلعت عطا کیا۔ سی ساگر وزیر راجہ داہر جب آیا تو اسکی بھی بڑی عزت کی۔ اور اوسکو مشیر مقرر کیا۔ بنویہ پسر دھارن کو دلیلہ کا راج عطا کیا۔ برہمن آباد کا علاقہ وہیں کے ہندو رئیسوں پر تقسیم کر دیا راجہ داہر کے چچا نادھ بھائی کو انعام و اکرام اور معزز عہدہ دیا۔ (واقعا

ہند منشی تلسی رام) پس اکابر و متقدمان براہمہ را فرمود کہ معبود خود در اعبادت کنند و فقرائے برہمناں را با احسان و بعہد تیمار دارند و اعیاد و مراسم خود بشرائط آبا و اجداد قیام نمایند و صدقات کہ پیش ازیں در حق براہمہ می دادند بر قرار قدیم بدہند (تاریخ سندھ مصنفہ علی بن حامد) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں دیبل پر ایک بیڑا ان جہازوں کا پہنچا جس میں سرآندیپ کے حاجی سوار تھے اور اسمیں خلیفہ کیلئے تحفہ بار تھے اون جہازوں کو راجہ کے گورنر والئی دیبل نے لٹوالیا۔ اسپر برہم ہوکر خلیفہ نے محمد قاسم کو خروج کشی کا حکمدیا۔ باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ اور ان لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندروں کی مرمت کرائی اور برہمنوں کو معزز عہدے دئیے یہ سردار ایسا ہر دلعزیز تھا کہ رانی لادی نے بخوشی اوس کی بیوی بننا قبول کیا۔ جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر کیرج کے ہندؤں اور بودھوں نے اوس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) اس قسم کے الزامات کا ماخذ اکثر انگریزوں کی تالیفات ہیں جو سیاسی مصلحتوں کے زیر اثر تالیف کی جاتی ہیں۔ سرجان کئی لکھتا ہے " ہم لوگوں کا یہ عام طریقہ ہے کہ پہلے کسی دیسی حکمران کی سلطنت پر قبضہ کرتے ہیں اور پھر اس معزول بادشاہ یا اوس کے جانشین کو بدنام کرتے ہیں (ہسٹری آف دی سپائی وار جلد دوم)۔ غرض غیر قوموں کے سلاطین کو بدنام کرنا انگریزی مؤرخین کا اکثر طریقہ کار ہے۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اسکے بہت شکرگزار ہوئے۔ اور گاؤں گاؤں اسکی تعریفیں کرتے پھرے (چچ نامہ السیٹ)

* [illegible]

سلطان سبکتگین رحمۃ اللہ علیہ

سبکتگین پر دو اعتراض ہیں۔ (۱) راجہ جے پال پر چڑھائی کی۔ (۲) سبکتگین غلام تھا

واقعات

تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا۔ جس کے عقائد اسلام کے خلاف اور اُن کے اعمال ازارکشانہ تھے وہ فریب و دغا اور جس طرح سے بھی ممکن ہوتا علماء و ائمہ و سلاطین اسلام کو قتل و شہید کرتے تھے۔ اسلامی سلطنتوں کا برباد کرنا اُن کا خاص مقصد تھا اس فرقہ کا زور سبکتگین اور محمود کے عہد میں بہت تھا یہ قرامطہ کہلاتے تھے یہ جس ملک میں جاتے وہاں کے باشندوں کی عقائد میں اپنے عقائد ملا کر اونکو اپنا ہم خیال و ہمدرد بنا کر اون سے تخریب اسلام

میں مددلے تھے اس فرقہ کی ایک جماعت سنہ ۲۶۵ھ میں نوشکی و مکران کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوئی اور ہندوؤں سے اسقدر میل جول بڑھایا کہ ہندوؤں کے ہمدرد و مخلص دوست بنگئے ہندوستان میں اوّل انہوں نے یہ کام کیا کہ سندھ کی اسلامی ریاست منصورہ (جس کو عمرو بن سردار محمد بن قاسم نے جو رانی لاڈی بیوہ راجہ داہر کے بطن سے تھا سنہ ۱۱۹ھ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر آباد و قائم کیا تھا اور وہاں سنہ ۲۶۵ھ میں بنو سامہ کی جو ایک قریشی قبیلہ تھا حکومت تھی) پر ہندو راجاؤں کو ابھار کر چڑھا دیا۔ اس طرح منصورہ کا خاتمہ کر کے اس کا علاقہ ہندو رئیسوں میں تقسیم کر دیا زیادہ حصہ راجہ جے پال نے پایا۔ پھر راجہ جیپال اور بھاطنہ کے راجہ سے ایک سرحدی سردار حمید خان (جو قرمطی المذہب تھا) کو مدد دلا کر ملتان کی اسلامی ریاست کو زیر و زبر کیا (محمود کے عہد میں اسی حمید خان کا پوتا ابوالفتح داؤد ملتان پر حکمران تھا) اس کے بعد قرامطہ نے راجہ جیپال کو ابھارا اور وہ بامداد جملہ راجگان سلطان سبکتگین پر حملہ آور ہوا۔ سلطان اسوقت دیلمیوں کے ساتھ طوس میں مصروف پیکار تھا کہ جیپال نے حملہ کر دیا۔ اور سینکڑوں میل حدود سلطانی میں ملک کو روندتا ہوا چلا گیا۔ غزنی دارالسلطنت کے قریب پہنچنے والا تھا کہ سلطان کو خبر پہنچی کہ راجہ جیپال تین لاکھ فوج لیکر چڑھ آیا۔ سلطان نے وہاں سے لوٹ کر ساٹھ ہزار لشکر لیکر شہر غزنی کے متصل جانب جنوب جیپال کا مقابلہ کر کے شکست دی جیپال گرفتار ہوا۔ خراج گزاری کا وعدہ کر کے رہائی حاصل کی۔ سلطان نے اپنے چند معتمد آدمی وصول زر کے لئے ساتھ کر دئے۔ راجہ نے لاہور پہنچ کر سلطان کے آدمیوں کو قید کر لیا اس وعدہ خلافی و شرارت پر برہم ہو کر سلطان نے جیپال پر فوج کشی کی تمام راجگان ہند نے جیپال کی مدد کی مگر شکست کھائی اور جیپال پھر گرفتار ہو کر سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ اور بہت گڑگڑا کر معافی چاہی رحیم و کریم سلطان نے پھر معاف کر دیا۔۔

شہادتیں

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک فرقہ پیدا ہوا جو انار کسٹانہ عقائد رکھتا تھا ان کو قرامطہ کہتے تھے یہ لوگ اسلام و اہل اسلام و سلاطین کے جانی دشمن تھے۔ اس فرقہ والوں نے اول ہندوستان میں آ کر سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بامداد بعض راجگان ہند نیست کیا۔ اور اسکا ملک راجوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست (جو ملتان میں تھی) کو بسازش راجہ جیپال زیر و زبر کیا۔ اس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا قرامطہ

اوس کے خلاف سازش کرتے تھے وہ قرامطہ کی سزا دہی کی فکر میں تھا آخر قرامطہ نے جے پال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرا دیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ پنجاب کی سرحد پر پہلی لڑائی جو ہند و مسلمانوں میں ہوئی اس میں چھیڑ ہندوؤں کی طرف سے ہوئی تھی (تاریخ ہند) لالہ سبحان رائے بھنڈاری بٹالوی لکھتے ہیں۔ راجہ جیپال با بسیاری لشکر و فیلان صفدر بر سر غزنی رفت۔ سلطان بدریافت ایں خبر با لشکر بسیار و مبارزان جرار در حدود ولایت خویش رسیدہ آمادۂ پیکار گردید۔ (خلاصۃ التواریخ) جب راجہ جیپال گرفتار ہوا تو سبکتگین سے معاہدہ کیا کہ تاوان جنگ اور خراج ادا کریگا۔ سبکتگین نے راجہ کو چھوڑ دیا۔ لیکن راجہ نے لاہور پہنچ کر وعدہ خلافی کی اور بادشاہ کے آدمی جو تاوان جنگ لینے آئے تھے قید کر لئے اس پر جھنجلا کر بادشاہ نے حملہ کیا بہت سے راجوں نے جیپال کا ساتھ دیا پر شکست پائی اور راجہ پھر گرفتار ہوکر پشیمان ہوا اور سلطان سے معافی چاہی سلطان نے معاف کر دیا۔ سلطان کا مقصد ملک گیری نہ تھا اس لئے وہ ہندوستان میں اپنے مذہب کی کوئی خدمت نہ کر سکا (واقعات ہند تلسی رام) پس از رسیدن بمسکن خود از قرار برگشتہ کسان سلطانرا کہ برائے سپردن فیل و مال ہمراہ آوردہ بعد بمبادلہ مردم خود کہ بنزد سلطان گذاشتہ آمد گرو بندی کرد۔ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) راجہ نے شکست کھا کر اسے خراج دینا قبول کیا جب وہاں سے چھوٹ کر لاہور آیا تو اس نے بادشاہ کو وہ خراج نہیں بھیجا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) راجہ جیپال نے لشکر کشی کے غزنی کیطرف ارادہ کیا۔ سلطان یہ خبر سن کر اپنی ولایت کی حدود پر پہنچکر تیار جنگ ہوا اور دونوں طرف جنگ باہم اکثر مرتبہ ہوا بہت سے مارے گئے۔ راجہ مغلوب ہو کر صلح جوئی در پیش آیا اور قرار مدار کچھ نقد کا اور پچاس ہاتھیوں کا کرکے ملازمان بادشاہ کو ساتھ لیکر اپنے مسکن کو آیا اور وہاں پہنچ کر اس قرار سے برخلاف ہو کر ملازمان بادشاہ کو مقید کر لیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد صفحہ ۸)

سبکتگین کا حسب و نسب

صاحب تاج کے لئے نجیب الطرفین ہونا ضروری نہیں اگر یورپ اور ہندوستان کی تاریخ دیکھ کر وہاں کے صاحبان تخت کی جانچ کیجائے تو ایک لمبی فہرست ایسی تیار ہو سکتی ہے کہ جنکے تفصیلی حالات لکھنے میں ایک مہذب قلم کو ضرور تامل ہوگا۔ ہندو صاحبان تاج و تخت بھی کم ذات یعنی شودر گذرے ہیں لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں اوسکی (راجہ چندر گپت) کی ماں ایک نیچ ذات کی عورت تھی

(تاریخ ہند صفحہ ۴۹) آخری بادشاہ نند دوسری بیوی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے (تاریخ ہند صفحہ ۱۹۵) اوسکی (راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھرتری پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۴۷) ایشونت راؤ ملکر یہ توکوجی راؤ ملکر کا داشتہ زادہ تھا تو کوجی کے انتقال کے بعد ۱۷۹۸ء میں تخت نشین ہوا (مرہٹوں کا تمدن مصنفہ مانک راؤ وٹھل راؤ)۔

سبکتگین یزدجرد شہنشاہ ایران کی نسل سے تھا۔ اس کا نسب نامہ تاریخ فرشتہ میں اسطرح مذکور ہے۔ بلکتگین بن ترحکم بن قرا ارسلان بن قراملت بن قرالمغان بن فیروز بن یزدجرد کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں کہ سبکتگیں بہ بشش واسطہ سلسلہ اوبہ یزدجرد می رسد (گلستان ہند دفتر دوم صفحہ ۴) سبکتگیں اصل میں ایک شہزادہ ایران کا تھا (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ)

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان محمود پر چھے اعتراض ہیں (۱) راجہ جے پال پر حملہ کیا۔ (۲) ہندوؤں کو قتل کیا (۳) ہندوؤں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا۔ (۴) ہندوؤں کو جبراً مسلمان کیا۔ (۵) مندر منہدم کئے۔ (۶) فردوسی کے ساتھ خلاف وعدہ کیا۔

واقعات

سبکتگین کے انتقال پر اوس کے بیٹوں میں تخت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ جیپال نے موقع غنیمت سمجھ کر ڈیڑھ لاکھ فوج اور تین سو ہاتھیوں سے حملہ کردیا۔ سلطان محمود نے دو ہزار سپاہ سے مقابلہ کیا اور شکست دیکر جے پال کو گرفتار کرلیا۔ راجہ نے معافی چاہی۔ شیر دل باپ کے شیر دل بیٹے نے معاف کردیا۔ لاہور پہنچکر غیرت کے مارے جے پال آگ میں جل مرا اور اس کا بیٹا انند پال گدی نشین ہوا۔ جو بظاہر کچھ عرصہ تک خراج گذار رہا۔ لیکن خفیہ جنگی طیاریوں میں مصروف رہا۔ آخر ۱۰۰۸ء میں بامداد چند راجگان حدود سلطانی پر حملہ آور ہوا۔ سلطان نے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ انند پال نے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کردیا۔ لاہور آکر پھر سازشوں میں مصروف ہوگیا۔ اور پھر سلطان سے لڑا اور شکست کھاکر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان نے

اس کے بیٹے جے پال ثانی کو تخت نشین کر دیا۔

شہادتیں

سبکتگیں کے مرنے پر محمود اور اس کے بھائی میں جنگ ہوئی۔ راجہ جے پال نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور محمود پر چڑھائی کی۔ محمود بھائی کو شکست دیکر راجہ سے جنگ آزما ہوا۔ راجہ شکست کھاکر گرفتار ہوا اور معافی کا خواستگار رہوا۔ محمود نے معاف کر دیا۔ راجہ لاہور آکر چتا میں جلگیا۔ اوس کے بعد انند پال اوسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ انند پال نے سلطان پر چڑھائی کی پر شکست کھائی۔ پھر ابوالفتح قرمطی کی حمایت میں لڑکر شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود نے اس کا راج اس کے بیٹے پر بحال کیا۔ واقعاتِ ہند تلسی رام) ۔ ملتان میں داؤد بن نصیر رئیس ملاحدہ حکومت رکھتا تھا سلطان نے عزیمت کر کے راہ تالفت سے ارادہ کیا وہاں کا حاکم خبردار نہ ہوا۔ راجہ انند پال بیٹا جیپال کا سرِ راہ تھا حائل ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی ہوئی راجہ تاب نہ لاکر کوہستانِ کشمیر میں چلا گیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۸۲) اس لڑائی کے بعد محمودؒ نے اُن سرحدی قبائل کو سزائیں دیں جنکو راجہ جیپال نے سازش کر کے پہلے سے اپنا شریک بنالیا تھا (واقعاتِ ہند تلسی رام) ۵۰۳ء میں محمود کا تیسرا حملہ ابوالفتح حاکم ملتان پر ہوا انند پال اسکی حمایت میں بادشاہ سے لڑا لیکن آخر کو شکست کھا کر کشمیر کو بھاگ گیا (تاریخ ہند اجودھیا پرشاد) محمود نے سوائے لڑائی یا محاصرے کے کبھی کسی ہندو کا خون نہیں بہایا (تاریخ ہند الفنسٹن) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جسطرح یہ غلط ہے کہ محمود نے ہندوؤں کو اسلئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اُسنے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ محمود زردوست تھا۔ ملک گیری اسکا مقصد تھا نہ کہ اشاعت اسلام (واقعاتِ ہند تلسی رام)

سلطان محمود کی ہندو نوازی

جیپال انندپال جیسے خطرناک دشمنوں کو بار بار معافی دی۔ انندپال کے بعد تخت لاہور محمود کی مرضی پر تھا جو اس کریم النفس سلطان نے اسکے آباؤاجداد کی بدعہدیوں بیوفائیوں کو بھلا کر جیپال کے پوتے کے سپرد کیا۔ راجہ نندا والیٔ کالنجر گرفتار ہوکر آیا اُسنے معافی چاہی۔ اوسکو معاف کیا۔ اور چند قلعے

بطور جاگیر دے سومنات کی ریاست راجہ دابشلیم کو عطا کی۔ کنور رائے کو تخت قنوج بخشا۔ راجہ تلک کو اپنی فوج کا جنرل بنایا امیر الامرا خطاب عطا کیا۔ راجہ سیوندر رائے کو مشیر خاص بنایا۔ راجہ بیر پال کو اپنے بیٹے امیر مسعود کا سکرٹری بنایا (ماخوذ از طبقات اکبری۔ جامع التواریخ۔ واقعات ہند) راجہ نندا کے متعلق لالہ سجان رائے لکھتے ہیں منشور حکومت پانزدہ قلعہ ضمیمہ کالنجر نمودہ باتحف دیگر مرحمت فرمودہ (خلاصۃ التواریخ) ایک فوج خالص ہندوؤں کی بنائے۔ (ملوک ہند اطاعت خراج قبول ساختہ دہ ہزار سوار ملازم سلطانی گردانیدند۔ (جامع التواریخ) وکامل ابن اثیر۔

محمود کے متعلق رائیں

محمود اپنی رعایا کے آرام کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ اگر اُس کے سپاہی یا افسر کوئی بے جا کام کرتے تھے تو انکو سخت سزا دیتا تھا (دلیران تاریخ ہند ایشوری پرشاد) محمود اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے ہمیشہ طیار رہتا تھا اور تکلیف نہ دیتا تھا۔ (دلیران تاریخ ہند) محمود نے کئی راجوں کو ملک بخشی کی۔ اور ہندوؤں کو عہدے دئے (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال) لالہ مکند بی لال بی۔ اے آکسن ایم ایل سی ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں۔ محمود وسطی زمانہ کا سب سے بڑا فاتح اور بہادر ہے اور ہندوستان پر اسکی چڑھائی دنیا کے لئے بے حد مفید ہوئی۔ محمود کے ساتھ لاثانی فاضل البیرونی آیا۔ اُسنے ہندوؤں کی تہذیب انکے شاستروں اور علم الہیات کا ایسی عمدگی سے مطالعہ کیا کہ آج تک کسی غیر ملکی نے بھی نہ کیا ہوگا۔ اسنے ہندوستان کی تواریخ کے لئے ستر اور دیگر علوم کے بارہ میں پینتیس کتابیں عربی میں لکھیں۔ البیرونی کی کتاب الہند شہرۂ آفاق کتاب ہے ہمارے لئے ہندوستان پر اسلامی حملوں کے ثمرات میں یہ سب سے بہتر پھل ہے (رسالہ سرسوتی الہ آباد سے یہ مضمون اخبار الخلیل میرٹھ نے جولائی ۱۹۲۶ء میں ترجمہ کیا) برعیت پروری و دادگستری عالم را رونق بخشید بعدالت ورزی و انصاف پژوہی ستم گاراں را بہ سزا و ستم دیدگاں را بمدعا میرسانید و بخطا پوشی و عطا پاشی مجرماں را نوید بخشش میداد و از سخاوت و زر بخشی مفلساں را تونگری ساخت (خلاصۃ التواریخ)۔

نمبر (۴ و ۵) کے جوابات باب سوم میں لکھے جائیں گے (۶) کے متعلق خاکسار نے ایک مستقل رسالہ موسوم محمود اور فردوسی تالیف کر کے شائع کرا دیا۔ اسکو مطالعہ فرماویں۔ اس میں نہایت تفصیل ہے

ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ اعتراض سراسر اتہام ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ

سلطان شہاب الدین پر ہندوستان پر حملہ کرنے اور ہندوؤں سے تعصب کا برتاؤ کرنے کا اعتراض ہے۔

واقعات

سلطان شہاب الدین نے ہندوستان پر حملہ ہندوؤں پر نہیں کیا بلکہ غزنوی شاہزادہ پر جو اپنی مملکت ہند میں آکر مقیم ہوا تھا۔ ہاں جن ہندوؤں نے غزنوی بادشاہ کا ساتھ دیا یا سلطان سے سرحدی تنازعہ کیا اُن سے سلطان نبرد آزما ہوا۔ راجگان ہند نے ہر جنگ میں سلاطین غزنی کا ساتھ دیا۔ چنانچہ علاء الدین غوری اور بہرام غزنوی کی جب جنگ ہوئی تو بہت سے راجے بہرام کے لشکر میں شریک تھے۔ بہرام کو شکست دیکر علاء الدین نے ایک فخریہ نظم لکھی۔ اُس میں راجگان ہند کا بھی تذکرہ ہے ؎ پشتی خصم گرچہ ہمہ رائے ورانا بود ☆ کردم بگرز خورد سر رائے و رانا را ☆

شہادتیں

اس کی یورشیں فاتحانہ تھیں۔ اس کا مقصود ممالک کا فتح کرنا تھا اس لئے وہ اکثر غیروں کی تالیف قلوب پر مائل رہتا تھا۔ مذہب میں مداخلت کرنے سے محترز رہتا تھا۔ اوس نے سب سے پہلے غزنی کی اسلامی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ پھر ہندوستان پر جو غزنی کا صوبہ تھا اور غزنوی شاہزادہ یہاں آکر پناہ گزین ہوا تھا حملہ کیا۔ راجوں نے شاہ غزنی کا ساتھ دیا۔ اور فتحیاب ہونے پر بھی وہ شاہ غوری کے تسلط میں حائل ہے۔ لیکن بعض بڑے درجے کے ہندو اُس کے بھی مشیر و شریک حال ہو گئے تھے۔ (واقعات ہند تلسی رام) لاہور را نیز از دست خسرو بن ملک بن خسرو شاہ بن بہرام شاہ غزنوی

برآورده (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل) محمد غوری کو مثل محمود غزنوی کے ایک دیندار سورما نہیں بلکہ ایک ایسا فتحمند سمجھنا چاہیے جس کو ملک تسخیر کرنا منظور تھا۔ بنا برآن اپنی مہموں میں اسکی نظر مندروں کے لوٹنے پر نہیں بلکہ صوبہ جات کے حاصل کرنے پر تھی (تاریخ ہند حصہ دوم منٹر صاحب) محمد غوری نے پرتھی راج کے ایک رشتہ دار کو اجمیر کی ریاست بخشی (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) اجمیر را بہ گولہ پسر پتھورا تفویض نمود (گلستان ہند مصنفہ راجہ درگا پرشاد)

سلطان اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان عالمگیر پر یہ نو اعتراض ہیں ۱؎ باپ کو معزول و قید کیا ۲؎ بھائیوں کو قتل کیا۔ ۳؎ ہندوؤں سے تعصب رکھتا تھا عہدے نہ دیتا تھا۔ ۴؎ ہندوؤں پر جزیہ قایم کیا تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمان ہو جائیں۔ ۵؎ ہندوؤں کے میلے مدرسے بند کئے۔ ۶؎ مہاراجہ جسونت سنگھ اور سیواجی کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا۔ ۷؎ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا ۸؎ مندر منہدم کئے۔ ۹؎ سکھوں پر ظلم کیا۔

جواب

(۱) دارا شکوہ نے شاہجہان کو بے اختیار کیا۔ عالمگیر نے دارا شکوہ سے تخت حاصل کیا اس لئے شاہجہان کا واسطہ درمیان میں نہ رہا۔ جب شاہجہاں بیمار ہوا تو دارا نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر خود مختارانہ عمل شروع کیا۔ اور تمام امورات کے اخفا میں اسقدر سعی کی کہ ڈاک و راستے بند کر دئے اور از راہ فریب شاہجہاں کی دستخط اپنے قلم سے کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر جو اس ہنگامہ کے وقت موجود تھا اور دارا کا دوست تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے ان دنوں شاہجہاں کا فی الواقع بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد اور تکالیف امراض کے وہ حقیقتاً دارا شکوہ کے پنجہ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا۔ (سفرنامہ جلد اول) مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے

اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آن طرف (دارا) استقلال و تسلط تمامی کہ نداشت یافتہ حل و عقد امور حضور اقدس (شاہجہاں) بہ قبضۂ اختیار خود آورد (قیاس القوانین) ایک دوسرے خط میں لکھتا ہے اینقدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ (شاہجہان) را مطلق اختیارے نماندہ است و آنحضرت را ملحد (دارا) بہ صید خویش آوردہ است (قیاس القوانین) شاہجہان دارا کے ہاتھ میں اسقدر مجبور تھا کہ آگرہ کی آب و ہوا اس کو موافق نہ تھی اس لئے وہ حالت مرض میں آگرہ نہ آنا چاہتا تھا مگر دارا شکوہ اسکو لایا اور جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا قصد کیا تو شاہجہاں نے روکا اور کہا کہ میں خود جاکر اس معاملہ کو طے کرتا ہوں مگر دارا نہ مانا (ملخص ترجمہ خافی خان) اور بادشاہ کو تکلیف معاودت اکبرآباد کی دیا (دارا نے) (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۷) لالہ سدا سکھ لال لکھتے ہیں جب شاہجہان بہت بیمار ہوا تب بڑے بیٹے دارا نے کہ مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ (تاریخ ہند) دارا شکوہ نے بہت چاہا کہ خبر نہ پھیلے ڈاک بند کردی مسافروں کو چلنے سے روکا (آئینہ تاریخ نما شیو پرشاد) مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے ملحد (دارا) خود تقلید خط اقدس (شاہجہاں) را بمرتبۂ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط می کند (قیاس القوانین) بادشاہ مغلوب مرض ہوئے اور دارا شکوہ جو ولی عہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادران سے اندیشہ ناک رہتا تھا اور بادشاہ کو اکبرآباد میں بلوا کر رکھا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۴۲) بادشاہزادہ محمد دارا شکوہ در قبضۂ اختیار خود گرفتہ بنا بر مصلحت راہ وصول اخبار باکناف اقطار مسدود نمود و مردم خود تعیین کردہ خطوط و وکلائے بادشاہزادہ ہا و امرا و مردم دیگر از مسالک و شوارع میگرفت و بعضے وکلا را در قید نگاہ داشت (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد میدانست زمام اختیار سلطنت بقبضۂ خود آورد و با تقضائے ہوائے سست بنا بر وفق خواہش خویش در جمیع کارہا عمل می نمود از فکر ہائے ناقص وصول خبرہا باکناف و حدود مسدود ساخت و وکلائے دربار را منع نوشتن حقائق نمود (لب لباب تاریخ ہند مصنفۂ رائے بندرابن مرقومہ ۱۱۰۱ھ موجودہ کتب خانۂ حیدرآباد) دارا شکوہ پسر کلاں بار سلطنت بر دوش گرفتہ رتق و فتق مہمات سلطنت گردید و حضرت شاہنشاہی را جہت تبدیل آب و ہوا از دہلی باگرہ آورد و جمیع وکلا و مردم را بنوشتن اخبار و کتابت باطراف و اکناف ممانعت کلی فرمود (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم کنور درگا پرشاد صفحہ ۵۳) محمد دارا شکوہ کہ ولی عہد بود نظم و نسق سلطنت بطور خود ساختہ راہ آمد و رفت اخبار از ہر دیار مسدود نمود و بسبب آن اختلال بسیار در امور سلطنت افتاد (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل ص۲۲۶)

ایک سادہ لوح معترض لکھتا ہے کہ اگر عالمگیر سعادت مند ہوتا تو دارا شکوہ پر فتح پانیکے بعد تخت شاہجہان کے حوالے کر دیتا۔ لیکن ماہرین سیاست و سیر جانتے ہیں کہ اگر عالمگیر ایسی غلطی کرتا تو پہلے ہی اسکو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے کیونکہ شاہجہان کا گوشہ خاطر جہاں آرا بیگم (ہمشیرہ دارا شکوہ) کیطرف تھا اور وہ بادشاہ پر حاوی تھی چنانچہ بادشاہ حالت قید میں بھی عالمگیر کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا (دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر سخنان دولت سگالان داشتہ متردد بودند ناہر دل حیلہ رسید وفرمانے کہ اعلیٰ حضرت (شاہجہان) بہ خط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بعنوان سبکروئی بہ شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیارد گزرانید مضمون آنکہ او لشکرہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزند ما درین جا مہم را فیصل می نمائیم (ماثر الامراء جلد دوم) ایک خط کابل کو مہابت خان سپہ سالار کو لکھا چون فرزند معلوم (دارا) بعد از شکست روانہ لاہور شدہ بمدد و رفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزائے اعمال ہر دو نابخور دار (عالمگیر و مراد) پردازد (خافی خان) ڈاکٹر برنیر لکھتے ہیں کہ شاہجہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ بیشک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا اور اوس کی بے سمجھی اور نالائقی کی باتیں یاد کرکے کہا کہ تم پر تو ہم ابتداء ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں پس تم کو ہمارے پاس جلد آنا چاہیئے تاکہ تمہارے مشورہ سے اُن امور کا انتظام کیا جائے جو اس افراتفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہیں۔ مگر اس محتاط شہزادہ (عالمگیر) نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کرکے قلعہ میں چلے جانیکی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (جہاں آرا) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتیں اور اس کے مزاج پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ جو کچھ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اسکا ایک حکم ہے اور اوسنے قلماقنیوں میں سے جو محل سرا میں چوکی پہرہ کے کام پر متعین رہتی تھیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط و مسلح عورتیں اس قصد سے لگا رکھی تھیں کہ جب وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اسیر آپڑیں (سفر نامہ جلد اوّل) اُس جال میں جو شاہجہان نے اپنے بیٹے (عالمگیر) کے لئے بچھایا تھا شاہجہان خود پھنس گیا (اورنگ زیب مصنفہ لین پول) غرض کہ شاہجہان نے فرمایا کہ اگر اسکے (عالمگیر) دل میں کچھ فریب نہیں اور وہ سعادت مند ہے تو کس واسطے یہاں آکر حاضر نہیں ہوتا اورنگ زیب نے پہلے اپنے بیٹے محمد کو بھیجا اُسنے جاکر دیکھا کہ قلعہ میں سپاہی اور سوار کمینگاہ میں اورنگ زیب کی گرفتاری کے لئے کھڑے ہیں (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) دریا سیکہ شجاع بدفعہ اوّل درمقابلۂ عالمگیر بادشاہ ہزیمت خوردہ فرار نمودہ وازاتفاقات دراں ایام

نوشتہ خط ہندوی اعلیٰ حضرت (شاہجہان) کہ بنام شجاع فرستادہ بدست آمدہ بود۔ (دستور العمل کار آگاہی مصنفہ راجہ ایامل سنہ ۱۱۰۵ھ) چنانچہ عالمگیر نے ان سازشوں کی شکایت میں ایک خط شاہجہان کو لکھا جس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سعادت مند بیٹا بزرگ باپ کو مخاطب کر رہا ہے۔ آں حضرت این مرید را نمی خواہند و آنچہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد و سعی و تردد این نمی دارند کہ بر اجرائے احکام دین متین و انتظام و مہمات مملکت است ضائع شود و بہیچ طریق باز نیامدہ درین کار مصروف اند (خافی خان) ان تمام حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر عالمگیر شاہجہان کے ہتھے چڑھ جاتا تو ضرور قتل کیا جاتا۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ شاہجہان اسکو قتل نہ کرتا نہ قید کرتا تو پھر شاہجہان کی وفات پر اس سے زیادہ خون خرابہ ہوتا اس لئے سلطنت حاصل کرنے کے بعد عالمگیر کا شاہجہان کو سلطنت واپس نہ دینا ایک دانشمندانہ فعل تھا اور عالمگیر اپنے باپ کا نہایت احترام کرتا تھا اس کو بہت زیادہ آرام پہنچاتا تھا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے غرض کہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہجہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا تھا اور نہایت کثرت سے تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اس کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اس کی عرضیوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی تھی۔ پس اس طرح شاہجہان کی گردن کشی اور اس کا غصہ آخر کار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا۔ بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتیں معاف کر کے اس کے حق میں دعائے خیر بھی کر دی۔ (سفرنامہ)

شاہجہاں کی بے بسی اور دارا کی سرکشی

مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ را مطلق اختیار نماندہ است و حضرت راشکوہ (دارا) البتہ بقبضۂ خویش آوردہ است (فیاض القوانین) خافی خان کے حوالہ سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بیماری میں باوجود ناموافقت آب و ہوا دارا شاہجہان کو آگرہ لایا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے درحقیقت دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (سفرنامہ) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد سلطنت میدانست زمام اختیار سلطنت بہ قبضۂ اختیار خود آوردہ و باقتضائے رائے شکستہ بنا بر وفق خواہش کرد

خویش در جمیع کارہا عمل مینمود (لب لباب تاریخ ہند) جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو شاہجہان نے روکا۔ اور کہا میں خود جاکر فیصلہ کرتا ہوں مگر وہ نہ مانا اور شاہجہان کو نہ جانے دیا (خافی خان ملخص) اُسوقت (قبل از آغاز جنگ) شاہجہان حال دارا شکوہ پر رحم کر کے منشور واسطے منع جنگ کے بھیجا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ اُسکی ضعف بیماری پیری نے خود ارادہ کیا کہ دونوں لشکر کے درمیان جاکر اترے لیکن دارا شکوہ راضی نہ ہوکر بادشاہ کی آمد میں تاخیر اور تعویق کر کے آپ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا۔ (ص۲۷ عمدۃ التواریخ رتن لال) عالمگیر نے ایک عرضی شاہجہان کو لکھی اسکی ابتدائے عبارت سے شاہجہان کی بے اختیاری ثابت ہوتی ہے۔ درین ایام زمام مہام سلطنت ودارائی وعنان امور ملکی ومالی از قبضۂ اختیار حضرت بیرون رفتہ واعلام تغلب واقتدار شاہزادہ کلان دارا شکوہ در قبض وبسط امور سلطنت و فرمانڈہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازہ آن بحوصلہ تقریر وتحریر نمی آید (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص۹۳) شاہجہان بادشاہ جرات وہمت اورنگ زیب سے اور ناتجربہ کاری اور ناز پروری دارا شکوہ سے خوب واقف تھا۔ معلوم کیا کہ دارا شکوہ اس عہدے برنہ آئیگا۔ اسواسطے راضی اس جنگ کا نہ تھا۔ ہرچند دارا شکوہ کو مصلحت سے فرمایا لیکن وہ راضی نہیں ہوا لاچار بادشاہ واسطے رضاجوئی اور ضعف اور بیماری اور پیری اپنی خاموش رہے (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۳۰)

بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ

دارا نے سلطنت کا کام ہاتھ میں لیتے ہی بھائیوں پر سخت گیری شروع کر دی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بھائیوں کے معاملہ میں اس کی نیت بخیر نہ تھی۔ بلکہ اس کا قصد ان کو قتل کر دینا تھا۔ سب سے پہلے تو اسنے خط وکتابت اور خبروں کی آمد ورفت مسدود کی جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ پھر مہم دکن پر عالمگیر کے ساتھ جو افسر تھے اون کو ایکدم طلب کر لیا تا کہ وہ یکہ وتنہا رہ جائے یا تو مارا جائے یا شکست کھا کر کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگا کر آئے پھر سب بھائیوں کے وکلاء جو دربار شاہی میں رہتے تھے ان کو قید کر دیا اُن کے اموال وجاگیرات ضبط

کرلیں۔ بھائیوں سے جنگ کرنے میں عجلت و پیش قدمی کی۔ باپ کی خواہش کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ مراد عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے۔ وکلاء ما برادران بمعنی نظر بند ند (مناص القوانین) عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (عالمگیر) را بعلت صدور جرمے محبوس ساختہ بہ ضبط اموال و امتعہ او فرمان دادند (مآثر عالمگیری) و درین اثناء (مہم دکن) دو قطعہ فرمان کہ حسب التماس دارا شکوہ بنام مہابت خان و راؤ ستر سال از درگاہِ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پر تو صدور یافت در مناشیر مطاعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت جنگ و راؤ ستر سال با کل راجپوتیہ اصلا بر خصت شاہزادہ والا گہر (عالمگیر) تمہید نشدہ روانہ گردند ازیں راہ سستی عام بحال اردوئے معلےٰ شاہی (عالمگیر) راہ یافتہ استقلال و بنائے ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل و متخلل گردید (واقعات عالمگیری) دارا شکوہ ان امراؤں کو جو مہم دکن کے واسطے اورنگ زیب کے ساتھ مہم بیجاپور میں تھے انکی طلب کے واسطے احکامِ بادشاہی بھیجا کہ وہ برخاستہ ہوکر حضور میں آویں۔ بہت سے امراء عین شورش بیجاپور میں کہ فتح اوسکی نزدیک تھی برخاستہ ہوکر حضور میں گئے۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ص ۴۷۱) مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ و در پے برہم زدن ما ہا است (فیاض القوانین) عالمگیر نے ایک عرضی میں شاہجہان کو دارا شکوہ کی زیادتیوں کی شکایت لکھی واو (دارا) بناء بر قدر و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہادش درین باب سمت تزائدی پذیرد (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص ۶۳) دارا شکوہ بمجرد لاحق ہونے اس بیماری کے حسب الحکم اپنے باپ کے (معلوم نہیں کہ صاحب بہادر نے یہ حکم کہاں ملاحظہ فرمایا) بادشاہ ہوا۔ اور سلطنت کا کاروبار کرنے لگا۔ اور بھائیوں سے اسطرح بپیش آیا جس سے رشک اور خیال برائی کا صاف پایا جاتا تھا کیونکہ اس نے حکم قطعی دیدیا تھا۔ کہ کسی طرح کا خط یا اخبار اُن کے پاس کوئی روانہ نہ کرے۔ اور اُن تمام امراء کو جو اُن کے خیر خواہ تھے جلاوطن کردیا۔ ان حرکتوں سے اوس کے بھائیوں کے دلوں میں جو پہلے ہی اُس سے رنجیدہ تھے کینہ کی آگ زیادہ بھڑک گئی۔ اور اب توقف کرنے کا کوئی عذر نہ رہا۔ انہوں نے بھی ایسا طرز اختیار کیا جس سے صرف یہ ثابت ہوتا تھا کہ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) دارا شکوہ نے بادشاہ بن کر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی (واقعات ہند تلسی رام) پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی (پیسہ اخبار دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء مضمون لالہ منوہر لال)۔

ارادۂ جنگ

تاریخ سے یہ بھی صاف ثابت ہے کہ بھائیوں سے لڑنے کا ارادہ اوّل دارا نے کیا۔ دوسرے شاہزادے مجبور ہو کر میدان میں اُترے۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں دارا شکوہ نے سب سے پہلے فوج شجاع پر بھیجی (واقعاتِ ہند) چنانچہ مراد نے بھی عالمگیر کو لکھا۔ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ (فیاض القوانین) عمدۃ التواریخ کا مفصل حوالہ پہلے نقل ہو چکا ہے جسکا آخری فقرہ یہ ہے (کہ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا) خافی خان کے حوالہ کا ماحصل بھی یہی ہے کہ شاہجہان نے روکا مگر وہ جنگ پر تلا رہا۔ عالمگیر اپنی عرضی میں شاہجہان کو لکھتا ہے رشنیدہ می شود کہ جناب دارا شکوہ حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوسی ہمایوں خواستہ قصد اشتعال نائرہ قتال پیش نہادہ (منقول از گلستان ہند کنور درگا پرشاد ص۱۳) حضرت اعلےٰ دارا شکوہ را ہرچند از لشکر کشی و نبرد آزمائی منع میکردند و می فرمودند کہ فرزندان من ہستند از آمدن شان بلا ازمت چہ مضایقہ از انجا کہ روز ادبار دارا شکوہ رسیدہ بود نصائح از حمیند حضرت اعلیٰ (شاہجہان) سمع رضا نمی شنید (خلاصۃ التواریخ سجان سنگھ)

شہزادوں کے ارادے

دارا شکوہ کے ارادے تو پہلے ہی ظاہر ہو چکے کہ سلطنت پر قبضہ کر لیا اور بھائیوں کے استیصال کی فکر شروع کر دی۔ اب دوسرے شہزادوں کے ارادے دیکھنے کی ضرورت ہے شجاع نے دارا کے تسلط کی خبر سن کر بنگال میں بادشاہت کا اعلان کیا مگر جگہ سے جنبش نہیں کی کہ دارا نے اس پر فوج متعین کر کے اس کو میدان میں نکالا۔ دوسرے بھائیوں سے بھی زیادتی شروع کی۔ جب ان کو اپنی جان خطرے میں نظر آئی تو باہم متحد ہوئے۔ چنانچہ مراد عالمگیر کو

لکھتا ہے۔ از معہودات فیما بین است کہ ہر گاہ ملحد بہ یکے از برادران ہیچمدان دیگران بہ کنند (فیاض القوانین) دوسری جگہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ بہر نہجیکہ رود بد آن ملحد (دارا) را از میان برداشتہ حضرت اعلیٰ را از دست او برمی آریم۔ بہر حال عازم مقصد شدن اولیٰ است اگر ازین طرز پسند خاطر اقدس صاحب (عالمگیر) و قبلہ بھائی جیو (شجاع) را ہم درین باب متفق ساختہ در یک ساعت و یک وقت از جاہائے خود روانہ مطلب می باید شد (فیاض القوانین) راجہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سد راہ نہ ہو (نور قادیان ۱۹۲۶ء مضمون ہندو فاضل مسٹر پی ایل کپور) عیسیٰ بیگ وکیل آنحضرت (عالمگیر) را بے صدور تقصیر قید کردہ (دارا) اموالش بضبط آورد لہذا آنحضرت (عالمگیر) را حمیت دین مسلمانی و غیرت سلطنت و جہانبانی و رشک برادری و جوش نفسانی بدین آورد کہ بعزم ملازمت اعلیٰ حضرت (شاہجہان) روانہ شوند و در حضور والا رسیدہ چند گاہ بملازمت قیام ورزیدہ بانتظام مہام سلطنت کہ فتنہ و فساد ارکان آن راہ یافتہ بود از دست تسلط دارا شکوہ کوتاہ ساختہ حضرت اعلیٰ را از قید استیلائے او بیرون آرند (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) اقتدار دارا شکوہ کا امور سلطنت میں اورنگ زیب کے گوش گذار ہوا۔ ساتھ اشتہار عزم ملازمت باپ کے شہر اورنگ آباد سے جو آباد کیا ہوا اُس کا تھا روانہ ہوا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۱۱)

عالمگیر صلح کا خواہاں تھا نہ جنگ کا

عالمگیر نے ایک عرضداشت شاہجہان کو لکھی تھی جو نہایت طول طویل ہے کنور درگا پرشاد نے یہ عرضداشت اور دیگر رسل و رسائل جو شاہجہان اور عالمگیر کے درمیان ہوئے اپنی تاریخ گلستان ہند میں نقل کئے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کی مدلل تحریر کا شاہجہان کچھ جواب نہ دیسکا۔ ایک عرضداشت کا کسیقدر مضمون نقل کیا جاتا ہے جس سے عالمگیر کی صلح پسندی اور دارا کی زیادتی اور شاہجہان کی بے بسی اور بیٹوں کے معاملہ سے غفلت ثابت ہوتی ہے۔ درین ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان ملکی و مالی از قبضہ

اختیار حضرت (شاہجہان) بیرون رفته و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادهٔ کلان دارا شکوه در
قبض و بسط امور سلطنت و فرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفته که اندازهٔ آن بحوصلهٔ تقریر و تحریر
نمی آید و او بناء بر قدرت و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیده روز
بروز سعی و اجتهادش درین باب سمت تزاید می پذیرد (آگے لکھتے ہیں) در مزاج اقدس
تصرف کرده (دارا) حضرت قول او را التصدیق فرموده سائر فرزندان اخلاص طینت را دشمن
دولت فرا گرفته در حق این سرگردانان سراب گاه حیرت ہرچه او تجویز می نماید بے تامل حکم می فرمایند
و قطعاً تفحص و تفتیش حال این بے گناہان و توجه و غور در امور ملکی و مالی نفرموده - زمام رتق و فتق
مہمات جزئی و کلی بکف اختیار و قبضهٔ اقتدارش بازگذاشته اند و او خود بے غائلهٔ شک و شائبهٔ ریب تشنهٔ
خون بے گناہان است چون کار بایں حد رسیده و صورت حال بدین منوال انجامیده حفظ جان
و پاس ناموس خود از متممات عالم عقل و منتخبات نشاء خرد دانسته عازم استیلام شده سدّهٔ منزلت
سپهر احتشام گردید تا صورت حال به حجج و براہین معقوله در خدمت عاکفان پایهٔ اورنگ جہانبانی
مکشوف گرداند - چون این خیرخواه قطع مسافت نموده بحوالی اجین فائز گردید جسونت سنگھ باشاره
شاہزادهٔ کلان بایذاء و آزار این خیرخواه مامور بود به سلسله جنبانی جہل و نادانی سنگ راه گشته
به قدم ممانعت پیش آمد و بے ملاحظهٔ آداب و حقوق دلیرانه تحکم نمود چندانکه مردم ہوشمند سخندان
فرستاده بعنوان معقول آن جہول را بارادهٔ خود آگاہی بخشید و تصریح نمود که محرز سعادت حضور فائز
النور و محرم طواف کعبهٔ آمانی و آمال بندگان نزدیک و دور ست چرا مانع سعادت میشود آن ناعاقبت
اندیش اصلا بمعقولیت آشنا نشده به تکلیف جہالت و غرور بیشتر در مراتب منع افزود لاجرم
پنبهٔ جہل و پندار پوچ از گوش ہوش او دور کردن و آن ظلوم و جہول را از پیش راه برداشته
بحکم ضرورت بر ذمهٔ ہمت عقیدت نہمت واجب گردید - واگر غیر از تحصیل سعادت زمین بوس
اشرف و اعلی امرے دیگر مرکوز خاطر می بود بر ضمیر خورشید تنویر ہمایون روشن و ہویدا ست
که اسیر کردن او و رفیقانش که چنین شکست فاش یافته بحال منکر سراسیمه گرد وادی انہزام
گشته بودند چندان تعذرے نه داشت (آگے لکھتے ہیں) شنیده می شود که جناب دارا شکوه
حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوس ہمایون خواسته قصد
اشتعال نائرهٔ قتال پیش نہاده ہمت دارند چون آنجناب را با چون من مرید ارادت پرست
به مقابله و ممانعت پیش آمدن و ہنگامهٔ حرب و مصاف آراستن عقلاً و نقلاً سنجیده

میزانِ استحسان نیست لازم کہ از سلوکِ مسالکِ عناد و اعتساف انحراف نمودہ از اقدام بر امرے کہ منتج اختلالِ احوالِ خلائق باشد اجتناب و احتراز نمایند و اگر بنا بر توغل در لجۂ غرور و استکبار و نظر بر کثرتِ اعوان ـ و انصار خواہ نخواہ بافروختن آتش کارزار و گرم نمودن بازارِ پیکار ہمت گمارند فدویِ عقیدت گزین نیز بحکم الضرورت تبیح المحظورات صرفہ نخواہد کرد ۔ پسندیدۂ عالم صواب آنست کہ بزرگی را کار فرمودہ بساط کرد و فرد نوردند و بالفعل صوبۂ ولایتِ پنجاب کہ در جاگیرِ آن جناب مقرر است شتافتہ چندے خدمت حضور ہمایوں را بآئین خیرخواہ سراپا اعتقاد واگزارند بعد ازان ہر چہ در مرآتِ رائے جہان آرا جلوۂ ظہور فرماید شرف بروز خواہد یافت (گلستانِ ہند تتمۂ دفتر دوم صـ ۶۳) کب رائے برہمن را کہ فہمیدہ و دانائے وقت بود نزد راجہ جسونت سنگھ فرستادہ پیغام نمود کہ ما را عزمِ جنگ نیست آرزوئے ملازمت حضرت اعلیٰ داریم (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) کب رائے برہمن را پیش راجہ جسونت سنگھ فرستادہ نصیحت کردہ (عالمگیر) پیغام فرمودہ کہ ما را ارادہ جنگ نیست و عزمِ ملازمتِ اعلیٰ حضرت (شاہجہان) پیش نہادِ خاطر والا است (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرا بن) اورنگ زیب کب رائے برہمنے را برسالت نزد مہاراجہ فرستادہ نصیحت ہا نمود ۔ مہاراجہ گوش بر آن نہ نہادہ مستعدِ جدال و قتال گردید (گلستانِ ہند کنور درگا پرشاد صـ ۵۵) اس برہمن کی زبانی اورنگ زیب نے پیغام کیا (جسونت سنگھ کو) کہ ہم کو ارادہ جنگ کا نہیں ہے ۔ صرف ملازمت پدر کی منظور ہے (صـ ۱۵ عمدۃ التواریخ رتن لال) ۔

اعلانِ سلطنت

شاہجہان کے بیمار ہونے پر سب سے پہلے اعلانِ سلطنت دارا نے کیا پھر شجاع نے پھر مراد نے ۔ عالمگیر نے اعلانِ سلطنت نہیں کیا ۔ چنانچہ عالمگیر کی عرضداشت کے اس فقرہ سے جو بحوالہ گلستانِ ہند پہلے نقل کی جا چکی ہے (و اعلامِ تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان) سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے ۔ مسٹر جارج این کننگ کی عبارت کا بھی صاف مفہوم یہی ہے (بادشاہ ہوا) (ہسٹری آف انڈیا) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد میدانست اشتہار نمودہ زمام اختیار سلطنت

بقبضۂ خود آورد (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرا بن) شاہجہان کی بیماری میں دارا شکوہ نے بادشاہ بن کر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ بنگال میں شجاع نے۔ گجرات میں مراد نے اعلان شاہی کردیا۔ اورنگزیب فطرتاً چالاک تھا (۔۔۔ گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است) یہ بغور واقعات کا مطالعہ کرتا رہا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ تینوں بھائیوں میں کسی ایک کی کامیابی میں باقیوں کی جان کی خیر نہیں اس لئے وہ بھائیوں کو جنگ وجدال سے روکتا تھا۔ کہ شاید کوئی ایسا سمجھوتا ہو جائے کہ جس سے جان بچ جائے۔ جب مراد و شجاع باز نہ آئے اور بڑھنے لگے تو مجبوراً یہ بھی بڑھا۔ لیکن اس نے اپنا مقصد باپ کی عیادت ظاہر کیا نہ کہ دعوئے سلطنت وجدال وقتال (واقعات ہند تلسی رام) سبقت شجاع نے کی (تاریخ ہند لالہ سدا سکھ لال) بادشاہ مغلوب مرض ہوئے (شاہجہان) اور دارا شکوہ جو ولی عہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادران سے اندیشہ ناک رہتا تھا اور بادشاہ کو اکبر آباد میں بلوا کر رکھا۔ اور بادشاہ کو عرض ہوئی کہ شاہ شجاع کو ہر چند وکیل نے خبر صحت مزاج والا کی لکھا۔ مگر وہ بڑے بھائی کے سازش کے گمان سے بنگالے سے لشکر لیکر اکبر آباد کی سمت عازم ہوا۔ (ص۱۴۲) اور بادشاہ کے حضور میں عرض ہوئی کہ شاہزادہ مراد بخش بادشاہ کی بیماری کی خبر سن کر سکہ خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ (ص۱۴۳۔ عمدۃ التواریخ رتن لال) مراد بخش جو نقد شعور سے تہیدست تھا اور بامید فرزندی شاہجہان کے اور ابلہ فریبی عالمگیر کے (یہ کہاں سے ثابت ہے) لوائے استقلال کھڑا کر کے تخت پر بیٹھا۔ اور سکہ وخطبہ اپنے نام کا جاری کیا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۸۱) شاہزادہ محمد مراد بخش ازین خبر (ملالت شاہجہان) در گجرات رایت بغی برافراشتہ بر تخت نشست وسکہ وخطبہ بنام خود درست کرد (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) نیز شاہزادہ محمد شجاع در بنگالہ ہمیں طریق پیش کردہ (حوالۂ مذکور) مراد بخش در گجرات بر تخت نشستہ خطبہ وسکہ بنام خود کردہ اسم سلطنت برخویش بست وشجاع در بنگالہ ہمیں مسلک پیش گرفتہ بہ حدود بنارس رسید۔ خدیو قدسی نژاد (عالمگیر) در آنجا کہ حلم ووفا ووسعت حوصلہ وکمال متانت ودانائی در ذات والا نہاد آن حضرت است بوقوع این مراتب از جا در آمدہ مقصد امریکہ مشعر نافرمانی باشد نگشتہ بودند (لب لباب تاریخ ہند رائے بندرا بن) باستماع عارضۂ اعلیحضرت شجاع از بنگالہ برآمدہ مراد بخش کہ خبر عارضہ شنیدہ بر تخت نشستہ بود (خلاصۃ الہند رائے منسارام) سلطان شجاع بمجرد یافت این حال در بنگالہ بر سریر سلطنت نشست

وشاہزادۂ سلطان مراد بخش بہ گجرات کمر فرمانروائی بر میان بست اما شاہزادۂ اورنگ زیب باوجود استماع این خبرہائے ناخوش بمقتضائے دانش جبلی و فراست فطری اصلا از جا برنیامدہ و ہوشمندانہ سررشتۂ تحمل و استقلال بدست آورد (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم کنور درگا پرشاد صفحہ ۴۲) چاروں بھائیوں میں صرف اورنگ زیب نے اعلان تاج و تخت سے احتراز کیا۔ اس کے ارادے خواہ کچھ ہی ہوں۔ لیکن اس نے ان ارادوں کا اظہار نہ کیا۔ ممکن ہے کہ اس کے دل میں تاجدار ہونے کا کچھ خیال نہ ہو اور واقعات کی رو نے اوسے تخت پر قدم رکھنے کے لئے مجبور کیا ہو (اورنگ زیب لین پول)۔"

الغرض کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عالمگیر نے اعلان سلطنت کیا ہو یا باپ کو معزول کیا ہو یا بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہو یا جنگ کا ارادہ کیا ہو۔ اسوقت تک جسقدر تحقیقات درج کی جا چکی ہے اور آئندہ جو کچھ لکھا جائیگا۔ تمام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اورنگ زیب باپ کے پاس جا کر دارا کی زیادتیوں کی فریاد کر کے اوس کی اصلاح چاہتا تھا۔"

نمبر ۲

تاریخ شاہد ہے کہ ہر ملک و ملت ہر قوم و مذہب میں تاج و تخت کے لئے باپ بیٹوں بھائیوں۔ اعزہ اقارب میں تلوار چلی ہے۔ کسی نے بھی حصول تخت کے لئے مکائد و مظالم اور اعزہ کی خونریزی سے دریغ نہیں کیا۔ اس ہی لئے یہ مثل چلی آتی ہے تخت یا تختہ (یعنی تختہ گور)۔ جب کوئی بادشاہ مرتا اُس کے بیٹے تخت کے لئے جھگڑتے غالب مغلوب بھائیوں کو قتل کر کے اطمینان حاصل کرتا۔ زمانۂ قدیم کی ہر ملک کی تاریخ صاف پتہ دیتی ہے کہ اُس زمانہ میں صاحب تخت جب تک رشتہ داروں کو تہ تیغ نہ کرتا تھا اُس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ روس کی ملکہ کیتھرائن نے اپنے شوہر کو قتل کر کے تخت حاصل کیا۔ شہزادی میلڈا کو اس کے چچازاد بھائی اسٹیفن نے قتل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ رچرڈ دوئم کو اس کے چچازاد بھائی نے قید کر کے تاج حاصل کیا۔ رچرڈ سوئم نے اپنے رشتہ داروں کو قتل کر کے اطمینان حاصل کیا۔ (تاریخ یورپ) نوشیروان نے اپنے دو بھائیوں کو قتل

کرایا۔ شیرویہ (شاہ ایران) نے اپنے باپ خسرو کو نہایت اذیت سے قتل کیا۔ اور اپنے پندرہ بھائیون کو قتل کرایا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم) گستاسب نے اپنے بیٹے اسفندیار کو قید کیا (تاریخ ایران) فریدون کے تینون بیٹون۔ ایرج۔ سلم۔ تور میں جنگ ہوئی۔ ایرج کو بھائیوں نے قتل کیا۔ پھر فریدون نے ایرج کے نواسے منوچہرہ سے اپنے بیٹون سلم و تور کو قتل کرایا (تاریخ ایران) سن بادشاہ چین کو ایک بھوسیلے پر چڑھا کر اُس کے باپ نے آگ لگا دی مگر وہ بچگیا۔ ہین لی شاہ چین نے اپنے بیٹے ولی عہد کو قتل کیا۔ وان لی شاہ چین کو اُس کے ولی عہد لوچی نے اور لوچو کو اس کے بھائی الونس نے قتل کیا۔ فی ٹی شاہ چین کے بیٹے نے اپنے چودہ بھتیجون کو قتل کیا۔ (تاریخ چین مصنفہ جیمز کارکرن) راجہ چندرگپت نے اپنے سات بھائیون کو قتل کیا (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) راجہ اشوک نے اپنے اسّی یا نوے بھائیون کو قتل کرکے تخت حاصل کیا۔ بیرراج راجہ کورگ نے اپنے بارہ رشتہ دارون کے سر کٹوائے۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سگریو کو اس کے بھائی بالی نے نکالدیا دونون بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ بالی رام چندرجی کے تیر سے مارا گیا۔ سگریو ملک پر قابض ہو کر رام چندر کا مطیع ہوا۔ (ہسٹری آف انڈیا) راجہ پرتاب چند سنسو دیہ کے لڑکوں میں سلطنت کے لئے جنگ ہوئی (واقعات ہند تلسی رام) سیواجی کو اُس کی بیوی نے زہر دیا (درمین اثنار یکے از غمازان ذہن نشین سوراہائی زوجہ سیواجی کہ مادر راجہ رام است ساخت کہ سیواجی سنبھاجی پسر خودرا کہ از زوجۂ دیگر است میخواہد کہ ولی عہد سازد چنانچہ اورا باین اِرادہ طلبیدہ است واغلب کہ عنقریب برسد و مختار ریاست شود او زہر در طعام سیواجی انداخت تاآن کہ او قالبِ خاکی گزاشت) (بساط الغنائم لچھمی نراین) کو نہارانا سنہ ۱۴۶۹ء میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (تاریخ راج پرستی مصنفہ دیبی پرشاد ص۲) راناپرتاب سنگھ کو اوس کے بیٹے امرسنگھ نے زہر دیکر مار ڈالا۔ (تاریخ راج پرستی ص۳۲)۔

غرض ؎ این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند ۔ اور جنگ میں خلاف بیانی سے میدان مارنیکی کی جاتی تھی۔ چنانچہ کورو پانڈون کی جنگ میں سری کرشن نے درونا سے غلط جا کہ کہا کہ تیرا بیٹا مارا گیا یہ اس لئے کہ اوس کی ہمت ٹوٹ جائے۔ درونا نے کہا مجھے یقین نہیں آتا۔ اگر جدہشٹر کہدے تو میں مان لونگا۔" (یہاں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس بزرگ کے متعلق اُس زمانہ کے ہندوؤن کا کیا خیال تھا۔ یعنی درونا نے سری کرشن کے کہنے کو باور نہ کیا)

سری کرشن جب یدہشٹر کو دم دلاسا دیکر بہادر درونا کے پاس اپنی شہادت کے لیے لائے مگر اُس نے ایسی دروغ گوئی سے انکار کیا۔ (کتاب رہنمایان ہند ترجمۂ پرافتس آف انڈیا مصنفۂ منمتھ ورت ایم۔ اے مترجمۂ نارائن پرشاد ورما مطبوعہ ۱۹۲۰ء صـ۸۵) اُنہون نے (سری کرشن) پہلے پہل اپنے قریبی رشتہ دارون اور دوست کورون کا خاتمہ کیا۔ پھر اپنے عالی قدر فرقہ کو جس میں اُن کے بے شمار لڑکے پوتے بھرے تھے خاک میں ملایا (رہنمایان ہند صـ۸۹) ارجن نے (میدانِ جنگ میں) غل مچاکر کہا اے سری کرشن! ان یگانون (موجِ مقابل) کو دیکھ کر میرا منھ خشک ہوا جاتا ہے۔ ہائے اپنے عزیزون کو قتل کر کے مجھے کونسی خوشی اور بہتری حاصل ہوگی۔ میں فتحیابی سے باز آیا۔ ان میں استاد شاگرد۔ باپ بیٹے۔ داد پوتے ماموں بھانجے۔ خسر داماد۔ سالے بہنوی سبھی ہیں۔ مجھے عقبیٰ کی سلطنت ملجائے تب بھی انہیں قتل نہ کرون" (سری کرشن کا جواب) تم ایسے شخصوں کے لیے رنج کرتے ہو جو بالکل اس کے مستحق ہیں (رہنمایان ہند صـ۹۷)۔ اس ہی جنگ کے متعلق ہندو اخبار جاگرت لائل پور میں ایک نظم شایع ہوئی ہے ؎

کوروسے لڑنے جس دم ارجن گیا مقابل ✤ دیکھا کہ ہے گرو بھی ان میں کھڑا مقابل
پھر آنکھ جو اُٹھائی دادا بھی ہے مقابل ✤ بولا کہ نا تھ سارا کنبہ ہوا مقابل

(جاگرت ۱۹۲۷ء)

غرض۔ واقعات وحالات پر نظر کر کے عالمگیر کو دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ضرور تھا۔ یا اپنی جان دے یا بھائیوں کی جان لے۔ لیکن واقعات مذکورۂ سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر جان لینا اور جان دینا دونوں باتیں نہ چاہتا تھا۔ وہ مصالحت کا خواستگار تھا۔ مگر جب واقعات نے طول کھینچا۔ اور دارا کی خود سری اور شجاع ومراد کی بدعہدیاں دیکھیں تو اُس کو سوائے اس کے کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ اُن کو قتل کرادے۔ اس ہی سلسلہ میں دارا و مراد کے لئے بروئے انصاف وفتوے بھی قتل کا حکم لگ گیا ورنہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوگا کہ عالمگیر شجاع ومراد کا بہی خواہ تھا۔ مگر ان کی بدعہدیون اور بداعمالیون بنی بادون سے عالمگیر کو صف آرا ہونے پر مجبور کیا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی۔ اور ایسے واقعات تخت وتاج کے لئے ہر ملک وقوم

میں تھے اورنگ زیب کی جان کا تحفظ سوائے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق غالب ہوتا اسکو اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ (پیسہ اخبار ۸ دسمبر ۱۹۲۹ء) واقعی ان کو (عالمگیر مراد شجاع) اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی۔ اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین کلی تھا۔ اب صرف دو ہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت۔ اور جس طرح شاہجہان خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا۔ اسی طرح انکو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدوں میں ناکامیاب رہیں تو غالب اور فتحیاب حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کر دیگا۔ (سفرنامہ برنیر) اورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائیگا یا مارا جائیگا۔ اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا۔ حفاظت خود اختیاری میں اسکا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لئے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے۔ (اورنگ زیب مصنفہ لین پول)

دارا شکوہ

ناواقف متعصب کہتے ہیں کہ عالمگیر نے دارا کو بددین مشہور کیا تھا۔ عالمگیر کے فرامین و رقعات آج دنیا میں موجود ہیں کوئی فقرہ یا لفظ اس قسم کا نظر نہیں آتا۔ گزشتہ حوالجات سے ثابت ہے کہ عالمگیر نے دارا کا نام جب لکھا ہے شاہزادہ کلاں یا جناب دارا شکوہ۔ رقعات میں برادر نامہربان لکھا ہے۔ ہاں دوسرے شاہزادے ضرور اسکو ایسا کہتے اور لکھتے تھے چنانچہ مراد نے جس جگہ بھی دارا کا ذکر کیا ہے ملحد لکھا ہے۔ دارا کے بعض اقوال و اعمال بھی اوس کے الحاد کو ثابت کرتے ہیں۔ مرج البحرین اسکی کتاب سراسر کفر و الحاد کا طومار ہے اوسکو اپنے کشف و کرامات کا بھی دعوے تھا (لطائف الاخبار) یہی وجہ ہے کہ ہندو مصنفین اوس کے مداح ہیں راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں" دارا شکوہ نہایت نیک تھا۔ ہر مذہب کے اچھے فقیروں سے صحبت رکھتا تھا۔ مذہب اس کا بیدانت تھا اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ اسی کے حکم سے ہوا تھا (آئینہ تاریخ نما) بیاس نے جو چار وید مشہور کئے تھے وہ ہند سے گم ہوگئے تھے۔ ہزاروں راجہ گذرے مگر کسی نے توجہ نہ کی آخر میں شہزادہ دارا نے تلاش کر کے جمع کئے (انگھ پرکاش) در مقالات صوفیۂ ہنود بسیارے کتب تصنیف و تالیف

فرمود (گلستان ہند تتمہ دفتر دوم صفحہ ۱۲۵ کنور درگا پرشاد) یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہت کا اعلان بھی اوّل دارا شکوہ نے کیا تھا بھائیون سے چھیڑ چھاڑ بھی اُس ہی نے شروع کی۔ غرض جب عالمگیر سے مقابلہ ہوا شکست پر شکستیں کھاتا بھاگتا پھرا۔ آخر گرفتار ہو کر قلعۂ گوالیار میں نظر بند کیا گیا۔ اگر عالمگیر اُس کے خون کا پیاسا ہوتا تو اوسی وقت اُس کو قتل کر دیتا۔ اوس کے نظر بند کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ بھائی کی جان لینا نہیں چاہتا تھا۔ مگر دارا وہان بھی خاموش نہ رہا۔ اوسنے ادہر اودہر کے ہوا خواہون خاص کر شاہجہان نے پوشیدہ دوانیون کا سلسلہ قایم کر کیا۔ دارا کے بھاگ نکلنے پر عالمگیر کو پھر وہی اپنی جان اور خلق خدا کی خونریزی کا خطرہ تھا۔ ادہر اس کے عقائد اور اعمال پر نظر کر کے علماء بھی اس کے قتل پر متفق تھے ان تمام وجوہ سے مجبور ہو کر عالمگیر نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔

شجاع

دارا کے بعد شجاع تھا جسنے اعلانِ سلطنت کیا اور اوّل دارا سے جنگ پر آمادہ ہوا۔ عالمگیر نے جب دارا پر فتح پائی تو مونگر اور صوبہ بہار اور پٹنہ شجاع کو دیا۔ بنگالہ پہلے سے اُسکے زیر حکم تھا اسپر شجاع نے شکریہ کا خط لکھا۔ مگر جب عالمگیر دارا کے تعاقب میں پنجاب کیطرف دُور نکل گیا تو شجاع نے چاہا کہ بہ تعجیل تمام سلطنت پر قبضہ کر لے۔ اور لشکر عظیم مرتب کر کے الہ آباد کو روانہ ہوا (واقعاتِ ہند تلسی رام و تاریخ ہند منشی ذکاء اللہ) عالمگیر تدبیگر شجاع کی دوستی کے ساتھ کر کے واسطے تسکین فتنہ کے صوبۂ بہار اور بنگالہ کا فرمان بھیجا تھا۔ اور شجاع شکر گذاری ظاہر کر کے ظاہرا دم دوستی کا مارتا تھا۔ تحریک دارا شکوہ سے اور طمع سلطنت کا کل ہندوستان سے اسباب کا تید ہونا دیکھ کر تسخیر اکبر آباد (آگرہ) کا عازم ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۱۸۲) خدیو عالم (عالمگیر) نیز بمقتضائے خیر اندیشی و یگانگی و رواج کار و رونق حال او (شجاع) کوشیدہ در صدد اعانت و رعایت بودند (آگے لکھتے ہیں) از حضرت اعلیٰ (عالمگیر) مونگیر را با صوبہ بہار کہ ہمیشہ محمد شجاع آرزوی آن داشت و میسر نمیشد ضمیمہ ولایت بنگالہ باقطاع او مقرر کردہ فرمان حضرت اعلیٰ (عالمگیر) و ملاطفت نامۂ خویش متضمن ولایت مذکور مصحوب محمد میرک گرزدار فرستادند و ضمیمہ مضمون عاطفت نامہ نمودند کہ

بالفعل آن ولایت را متصرف شود بعد اتمام کار دارا شکوہ چون رایات عالیات بمستقر الخلافتہ معاودت کند مطالب و مدعائے کہ داشتہ باشد اظہار نماید در حصول آن کوشش بکار خواہد رفت۔ محمد شجاع از رسیدن محمد میرک و ظہور این عطیہ مسرور شد در تیز بن نگنجید و تہنیت نامہ مشتمل بر اسم مبارک باد مصحوب محمد بقار بجناب والا ارسال داشت و خود از اکبر آباد کہ حاکم نشین بنگالہ است پٹنہ آمد چون عقل معاملہ دان نداشت وسودا را از زیان نمیدانست بعد تصرف بر صوبہ بہار و استماع توجہ رایات جہان بسمت پنجاب بتعاقب دارا شکوہ و تصور این معنی کہ اتمام این مہم بزودی متصور نیست و خالی بودن تخت گاہ از موکب جلال و اغوائے خوشامد گویان واقعہ طلب در طمع افتاد و دراواسط صفر کہ رایات اقبال در پنجاب بود فرصت یافتہ بجانب الہ آباد روانہ گردید ــ بعرض اقدس (عالمگیر) رسید کہ محمد شجاع باغوائے محمد دارا شکوہ اندیشہ ہائے باطل بہ غرور او وادہ در بنگالہ افواج فراہم آوردہ و اسباب پیکار سامان کرد بعزم مجادلہ روانہ شدہ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) بارادہ جنگ لشکرے فراہم آوردہ (شجاع) از سمت بنگالہ کہ صوبیداری آن ولایت بدو تعلق داشت نہضت فرمود و عالمگیر آن خبر شنیدہ بعزم دفع او (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل ۲۶۶ھ) حضرت بادشاہ (عالمگیر) بدریافت این حال بجہت تعاقب و دفع دارا شکوہ حرکت نمودند و بکوچہ ہائے طولانی شہر ملتان را مضرب قیام دولت ساختند۔ مقارن این حال خبر شورش مرزا شجاع و حقیقت قرب وصول او باطراف دار الخلافت مقروع سمع بندگان حضرت گردید (ص ۱۹ گلستان ہند تتمہ دفتر دوم کنور درگا پرشاد) الغرض شکست کھا کر ارکان کی طرف فرار ہوا۔ اور وہیں مرگیا۔

مُرَادْ

مراد نے اعلان سلطنت کیا اور عالمگیر کو برابر ابھارتا رہا۔ عالمگیر اوس کو روکتا رہا چنانچہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ ورود قسیع آن واقعہ (وفات شاہجہان) تردد از مدیہ خود معقول نمی تواند کرد بہر حال چون ہرچہ بعد از تیقن این معنی بایستی کرد بہ فعل آمدہ برگشتن از امکان نہ ماند۔ (پھر لکھتا ہے) مخلص را سوائے اجازت آن صاحب مہربان ملنعے نیست (پھر لکھتا ہے) اگر آن صاحب مہربان نیز از آن طرف متوجہ شود بہتر و

اِلاّ مخلص بہ ہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد (فیاض القوانین) ان حوالون سے صاف ظاہر ہے کہ عالمگیر روکتا ہے کہ باپ زندہ ہے مگر مراد نہیں رُکتا۔ پھر عالمگیر نے لکھا کہ باپ زندہ ہے اور صحت کے آثار ہیں۔ ہمیں کوئی ناگوار حرکت نہ کرنی چاہیئے۔ اُس کے جواب میں لکھتا ہے۔ انچہ اندراج یافتہ کہ تاحال خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (وفات شاہجہان) بجا نرسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید (پھر لکھتا ہے) کہ از تقاریر جاسوسان معتمد بہ یقین پیوست کہ در اواسط شہر ذی حجہ حضرت (شاہجہان) را ہنگام موعود (موت) رسید (پھر لکھتا ہے) بہر دو تقدیر بر انتظار خبر بودن وقت وقابو را از دست دادن و بہ گفتگوے ارباب عناد بازی خوردن و اطاعت او کہ اصلا طبیعت بر نمی باید کردن است ملخص ایں ہمہ مقدمات آنکہ قرار و مدار کار خود را بر محاربہ وجنگ گزاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادۂ کارزار است وسوائے ایں فکر دگر نہ دارد و پیرامون خاطر نمی گردد و اگر انتظار آن صاحب والاقدر مانع نمی بود تا حال خود را بآن نواحی میرساند (فیاض القوانین) (پھر لکھتا ہے) چون آن صاحب والاقدر دریں وادی متردد خاطر بودہ درکار ہائے ضروری آن وقت را (روانگی بجانب دارالخلافہ) موقوف بہ تشخیص خبر (وفات شاہجہان) می دارند ہر چند روزے میگزرد مخالف (دارا) قوت واستقلال دیگر میگیرد (فیاض القوانین) ان حوالون سے صاف ثابت ہے کہ عالمگیر باپ کا مناسب رتبہ شناس اور امن وامان کا خواہان تھا اور عالمگیر کو مراد بار بار اُبھارتا تھا۔ عقل سلیم اس طرف بہ سہولت رہبری کرتی ہے کہ ایسے نیک نہاد آدمی نے جو کچھہ بھی کیا ہوگا بمجبوری بادل ناخواستہ کیا ہوگا۔ ایک متعصب مورخ لکھتا ہے کہ عالمگیر نے قرآن کا حلف کر کے مراد کو یقین دلایا تھا کہ میرا ارادہ سلطنت کرنیکا نہیں ہیں تو مکہ شریف کو چلا جاؤنگا۔ جو کچھہ کرتا ہوں تمھارے واسطے کرتا ہوں۔ اس متعصب نے یہ فقرات شرم کو بالائے طاق رکھ کر گھڑے ہونگے کیونکہ اس پہ مراد اگرچہ کم عقل تھا مگر پاگل نہ تھا جو یہ یقین کرتا کہ درویش تارک الدنیا میرے واسطے ایک مجھہ جیسے عزیز سے کیون خون خرابے کرتا ہے۔ نہ مطالعہ کرنیوالے ایسے احمق ہیں جو اسقدر لغو قول پہ کان دھر سکیں۔ ہان اُن کا ذکر نہیں جنکی آنکھون پر تعصب کی سیاہی چھا گئی ہے۔ مُراد کی تحریرات سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ ان بھائیون میں کوئی معاہدہ ہوا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے " از معہودات فیمابین است (فیاض القوانین) قرار یافت کہ ثلث از غنائم نصیبۂ سلطان (مراد) وثلثان بہ سرکار فیض آثار (عالمگیر) عاید گردد

بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحب قران و فتح ممالک محروسۂ ہندوستان ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بہ جناب سلطانی (مراد) تعلق گیرد و آنجناب در ولایت مذکورہ علم سلطنت برافرازد و آن سرزمین را بہ کوس فرمانروائی بنوازد۔ و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد (واقعات عالمگیری) چنانچہ اس معاہدہ کے ایفار کا تذکرہ بھی ہے۔ لاجرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لک روپیہ نقد بواسطہ ارسال داشتہ پیغام کرد کہ بالفعل این مبلغ را بہ ضرورت خاصہ خود و سپاہ صرف نمایند بموجب کہ باآن برادر والا تبار مقرر کردہ شد کہ ثلثے از غنایم بہ سرکار ایشان عاید گردد و تتمہ نیز خواہد رسید۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد از اتمام پذیرفتن مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر باآن مسند آرائے سلطنت و جہانداری ارزانی خواہد شد (واقعات عالمگیری) عالمگیر سے نصف تقسیم ملک و مال لینے کا سوال کیا (مراد) عالمگیر جواب لکھا کہ ابھی جنگ باقی اور بادشاہ زندہ ہیں اور دارا شکوہ کی طرف کار باقی ہے۔ اسوقت یہ گفتگو مناسب نہیں۔ وہ بھی کے بعد یہ کام کیا جائیگا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال صفحہ ۱۸۰) دارا سے جنگ میں جب مراد زخمی ہوا تو عالمگیر نے اسکی تیمارداری نہایت محنت سے کی۔ اگر عالمگیر کا ارادہ بُرا ہوتا تو وہ موقع بہت آسان و بہتر تھا۔ کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں (عالمگیر) بسلطان مراد بخش کہ داد شجاعت دادہ زخمہا برداشتہ بود تلطف بے شمار نظاہر ساخت و دلداری و غمخواری او بسیار فرمود (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم صفحہ ۲۷)

دارا پر فتحیاب ہونے سے مراد کے ذہن میں یہ سما گیا تھا کہ فتح کا باعث میں ہوں اس لئے اُس نے اپنا نیا دائرہ اختیار کیا۔ فوج کی تنخواہیں بڑھائیں۔ اور عالمگیر کے افسروں اور سپاہیوں کو انعام و اکرام سے اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ عالمگیر اوس کی اس روش سے کھٹک گیا۔ اور اوسکو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ (واقعات نند تلسی رام۔) درین منزل بعرض باریافتگان محل والا رسید کہ سلطان مراد بخش از اکبرآباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت و جمعے از ملازمان شاہ (عالمگیر) مثل ابراہیم خان ولد علی مراد خان و امیر الامراء وغیرہ ملازمت آنجناب (مراد) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند۔ و چون مواجب و مناصب دہ بیست و دہ پانزدہ مقرر کردہ جمعیتے کہ بدان رجوع آرند رعایت کلی می فرمایند قریب بیست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہربین صورت پرست کہ از سر منزل معنی و حقیقت چندین مرحلہ دور افتادہ اند بواسطہ طمع منصب و چشم رعایت از

اُردوئے معلیٰ (لشکر عالمگیر) جدا شدہ بہ آنجناب (مراد) می پیوندند و جمعیت سپاہش بہ آناً فاناً سمتِ ازدیاد می پذیرد (عاقل خان) در صدد توفیر لشکر گردید (مراد) و بعضی امراء ناعاقبت اندیش را بانواع استمالت بخود کشیدہ باضافۂ مناصب و خطابہا سرفراز ساخت و اسباب شورش و سرکشی سرانجام دادہ خیالات فاسد را بخود راہ داد (آگے لکھتے ہیں) او (مراد) از اکبر آباد برآمدہ عقب لشکر فیروزی (عالمگیری) می آید و در کمین فرصت انتظار می بود (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

الغرض عالمگیر نے مراد کو گرفتار کر کے قلعۂ گوالیار میں قید کر دیا۔ مراد نے چند بار بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر مراد پر دو سید زادون نے اپنے باپ کے بیگناہ قتل کرنیکا دعوے کیا۔ قاضی گوالیار نے خون ثابت ہونے پر قصاص کا حکم دیا۔ لالہ سبحان سنگھ لکھتے ہیں۔ علی نقی خان دیوان سرکار خود را کہ از بغی مانع بود بدون صدور تقصیر بدستِ خود کشت (خلاصۃ التواریخ) لالہ رتن لال لکھتے ہیں۔ اور علی نقی خان دیوان اپنے کو ساتھ توہم نفاق کے قتل کیا۔ (مراد) (عمدۃ التواریخ صفحہ ۱۸) کنور درگا پرشاد نے گلستان ہند میں صفحہ (۱۰۶) سے (۱۰۷) تک نہایت تفصیل سے مراد کے علی نقی خان کو بیقصور اپنے ہاتھ سے قتل کرنیکا قصہ لکھا ہے مسٹر جارج این کنگ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے مگر اپنا متعصبانہ الہام بھی شریک کر دیا ہے لکھتے ہیں ایک ایسا لڑکا تلاش کیا (عالمگیر نے) جسکے باپ کو مرزا مراد نے گجرات کی حکومت کے زمانہ میں قتل کیا تھا۔ اسکو سمجھایا کہ تو مراد پر خون کا دعویٰ پیش کر چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس مقدمہ کی تحقیقات کے بعد قصاص کا حکم ہوا۔ (ہسٹری آف انڈیا) صاحب بہادر کا اس سے یہ مطلب ہے کہ عالمگیر نے مراد کے قتل کا بہانہ تلاش کیا۔ لیکن اس پر یقین کوئی احمق ہی کر سکیگا مراد عالمگیر کی قید میں تھا۔ اور بھاگنے کی بار بار سعی کرتا تھا۔ عالمگیر کو اُس کا قتل کرنا۔ یا کسی دوسری طرح مروا ڈالنا کیا مشکل تھا جو اس قدر دور دراز کی دوسری اختیار کی۔ اور اگر مسٹر مذکور کی رائے کو صحیح بھی مانا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اسلامی مساوات و انصاف اسکو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی شخص بزعم سلطنت کسی غریب کو بیقصور قتل کر دے جو قتل کریگا وہ قتل کیا جائیگا۔ اور ہر منصف کا فرض ہے کہ ایسے ستم رسیدہ کو تلاش کر کے اسکا انصاف کرے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ مراد نے بے قصور علی نقی خان کو قتل کیا۔ مراد کی گرفتاری پر اُس کے دو بیٹون نے دعویٰ کیا۔ عالمگیر نے بھائی کو بچانا چاہا۔ اور مدعیون کو خون بہا کا لالچ دیا ایک تو

راضی ہوگیا دوسرا راضی نہ ہوا۔ آخر مراد قتل کیا گیا۔ خافی خان کا باپ مراد کا معتمد تھا اور اُس نے بحالتِ قید چند بار مراد کو بھگانے کی سعی کی۔ پس اس معاملہ میں خافی خان سے عالمگیر کی طرفداری کی امید نہیں ہوسکتی۔ خافی خان اس واقعہ کے متعلق اس طرح لکھتا ہے چون پسر کلان از دعوئے خون پدر ابا نمودہ بادشاہ قدردان (عالمگیر) از فرمودن خدمات حضور و دیگر عنایات متوجہ حال او شدند (منتخب اللباب) اگر عالمگیر کو قتل کرانا منظور تھا تو دعوے سے دست بردار ہونیوالے پر مہربان ہونیکی کیا وجہ تھی۔ طلب قصاص کرنے والے پر مہربان ہوتا۔

شاہجہان کے بیٹون کے متعلق مؤرخین کی رائیں

دارا کے متعلق مؤرخین کی رائیں

مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا۔ (تاریخ ہند سداسکھ لال) ناتجربہ کاری و ناز برداری دارا شکوہ سے خوب واقف تھا (شاہجہان)۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ۱۸۳۱ء) دارا شکوہ بہت نیک تھا مذہب اسکا بیدانت تھا (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) دارا ایک عالی منش شخص تھا۔ مگر اُس کے مزاج میں خشمناکی اور عجلت از حد تھی۔ (تاریخ ہند ہنٹر)۔ دارا نیک مزاج جلد باز مغلوب الغضب خود پسند فیاض ہندو مذہب کا دلدادہ تھا۔ (واقعات ہند لمسی۔ ام) مگر با این ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا۔ اُس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کرسکتا ہوں اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے۔ وہ اُن لوگوں سے جو اُس سے

ڈرتے تھے کوئی صلاح دینے کی جرأت کرنے بیٹھتے تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا۔ چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیر خواہ بھی اُس کے بھائیوں کے پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے اُسے آگاہ نہ کر سکے۔ وہ ڈرانے دھمکانے میں بڑا تیز تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے امراء کو بھی بُرا بھلا کہہ بیٹھتا۔ اور اون کی ہتک کر ڈالتا تھا لیکن اُس کا غصہ اور بدمزاجی آن کی آن میں جاتی رہتی تھی۔ (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر صاحب دارا شکوہ)

شجاع کے متعلق مورخین کی رائیں

شجاع ایک عیاش آدمی تھا (تاریخ ہند ہنٹر) عقل معاملہ دان نہ داشت و سود را از زیان نمی دانست (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) شجاع عیاش شراب خوار خود رائے خوشامد پسند فضول خرچ کم علم شیعہ مذہب کی طرف مائل تھا (واقعاتِ ہند تلسی رام) شجاع شرابی اور عیاش (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد)

مراد کے متعلق مورخین کی رائیں

مراد جو نقد شعور سے تہیدست تھا (عمدۃ التواریخ رتن لال) مراد کچھ بے وقوف سا گنا جاتا تھا (آئینۂ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) مراد دلیر ناعاقبت اندیش۔ شراب خوار۔ کم عقل آزار رساں مسرف کم علم تھا (واقعات ہند تلسی رام)

عالمگیر کے متعلق مورخین کی رائیں

اورنگ زیب بڑا دور اندیش حکمتی۔ مطلب کا پکا اور بظاہر میں بڑا کٹر مسلمان تھا۔ (آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) بمقتضائے دانش جبلی وفراست فطری اصلا از جا بدر نیامدہ و ہوشمندانہ سررشتۂ تحمل و استقلال بدست آوردہ (گلستان ہند کنور درگا پرشاد) مدبر قدسی نژاد (عالمگیر) درہ انجا کہ علم و وفا و وسعت و حوصلہ وکمال متانت و دانائی در ذات والا نہاد آنحضرت است (لب لباب تاریخ رائے بندرا بن) عالمگیر بہادر سادہ چلن مدبر مجرب ذی علم چالاک دور اندیش متعصب مسلمان تھا (واقعات ہند تلسی رام) محققین کی ان رایوں پر نظر کرکے اہل نظر انصاف کریں کہ بادشاہ کی اہلیت کس درجہ تھی۔

نمبر (۴)

اورنگ زیب نے انصاف ورواداری کے ساتھ سلطنت کی وہ کسی پر ظلم وستم روا نہ رکھتا تھا۔ (واقعات ہند تلسی رام) اگر کہیں فوج روانہ کرتا تو اس کے ساتھ دو افسر مقرر کرتا ایک ہندو دوسرا مسلمان (تاریخ ہند الیسوری پرشاد) بعد چنان قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار ہندو و یک مسلمان مقرر شود (فرشتہ) الگزنڈر ڈاو لکھتے ہیں۔ اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں تو مسلمانوں کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اس نے غیر مذہب کے لوگوں پر سختیاں نہیں کیں (تاریخ ہندوستان جلد سوم) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازموں کو جو تنخواہ تقسیم کرنے پر ملازم ہیں اس علت میں برخاست کیا جائے کہ وہ آتش پرست ہیں اور ان کی جگہ کسی معتبر تجربہ کار مسلمان کو مقرر کیا جائے۔ عالمگیر نے اس عرضی پر حکم لکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں۔ اور نہ ان معاملات میں تعصب کو جگہ مل سکتی ہے (پریچنگ آف اسلام) لالہ شیام داس لکھتے ہیں۔ عالمگیر کے ارکان دولت و اعضائے حکومت مسلمان ہی نہ تھے ہندو بھی تھے۔ اور بکثرت تھے۔ عالمگیر نے سلطنت کے ہر ایک اہم اور اعلیٰ شعبہ میں ہندوؤں کو افسر بنا رکھا تھا۔ اورنگ زیب کے عہد میں راجہ گردھر رائے مالوہ میں بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا وہ دس برس تک برابر مرہٹوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ اور مالوہ میں انکا قدم نہ جمنے دیا۔ نظام الملک مالوہ ... بادشاہ ...

اوس سے مالوہ کی صوبیداری چھین کر گردہر رائے کو وہان کا صوبیدار مقرر کیا۔ (رسالۂ دہرم ہیر سے عبرت نے مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں نقل کیا) راجہ جے سنگھ رائے سنگھ کنور لعل سنگھ منوہر داس مشیر تھے۔ کب رائے برہمن سندر برہمن معتمد خاص تھے (واقعاتِ ہند تلسی رام) اورنگ زیب کی فوج میں کثرت سے راجپوت تھے جو آخر دم تک اوس کے ساتھ رہے چنانچہ مہم دکن کے ذکر میں مرقوم ہے۔ راجپوت لٹے جلاوت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو سترد دات نمایان روئے کار آوردند (فرشتہ)

اورنگ زیب کی ہندو نوازی

شاہزادۂ معظم کی شادی ہندو راجہ کے یہان کی۔ لچھمی نراین لکھتے ہیں صبیۂ راجہ اودے سنگھ کہ بشرفِ اسلام رسیدہ در محل تربیت یافتہ بود بہ شاہزادۂ معظم ازدواج شد (خلاصۃ الہند) متھرا کے قریب بلدیوجی کا مندر ہے اسکو جاگیر دی۔ مندر مدہ گیا کو جہانگیر نے جاگیر دی تھی اورنگ زیب نے اس کی توثیق کی (واقعاتِ ہند تلسی رام) ضلع سیتاپور میں مصرکہ ہندون کا ایک مشہور معبد ہے۔ مصرکہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے جس کے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنت موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازان جملہ چند مواضع ابتک مہنت موصوف کے قبضہ میں ہیں۔ مِن مضافاتِ متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہان پر بلدیوجی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہ اورنگ زیب نے بہت سے گاؤں عطا کئے ہیں جو ابتک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں (مضمون بابو رام نرائن منیجر ریاست رام نگر دہرم ہیڑی مندر ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء) خانہ پور (متصل بیدر۔ دکن) کے مندر کو جاگیر دی دہرردون کے گرودوارہ گرو رام راے کو جاگیر دی (واقعاتِ ہند) راجہ رتن سنگھ (اس کو شاہجہان نے جاگیر دی اس نے اپنے نام پر رتلام آباد کیا) کے بیٹون میں جھگڑا ہوا۔ چھوٹے نے بڑے کو نکال دیا۔ اور خود تخت پر قابض ہو گیا۔ بڑا لڑکا عالمگیر کے پاس فریاد لیکر آیا۔ عالمگیر نے

منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد ۳ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء) خاک رمصنف بقلم خود

اسکو جداگانہ پرگنہ سیتامئو مالوہ میں عطا کیا جہاں آج تک اس کی اولاد حکمران ہے (واقعات ہند تلسی رام) عالمگیر کا ایک فرمان منگل پانڈے نے ۱۹۰۵ء میں ایک مقدمہ میں مجسٹریٹ بنارس کی اجلاس میں پیش کیا۔ اُس کا انگریزی ترجمہ لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر ڈی۔سی کلاٹ نے کیا اور اس کا مفصل تذکرہ مسٹر نرنجن سین بی۔اے۔ال۔بی کی کتاب نگوبی سٹی بنارس میں ہے۔ اُس کا فوٹو رسالہ اشاعت اسلام لاہور نے جون ۱۹۳۶ء میں شایع کیا اور پیسہ اخبار لاہور جولائی ۱۹۳۶ء میں اسکا اردو ترجمہ درج ہوا یہ فرمان ابوالحسن حاکم بنارس کو سلطان محمد بہادر کی معرفت شہنشاہ اورنگ زیب نے بھیجا۔

وَهُوَ هٰذَا

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندرون کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات آئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اُس کے گردونواح کے ہندؤن پر ظلم وستم کرتے ہیں۔ اور اُن کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور اُن برہمنون کو جنکا تعلق پرانے مندرون سے ہے اُن کو اُن کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندؤن اور برہمنون کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے نہ اُن پر کسی قسم کا ظلم کرے۔ مورخہ ۲۵ رجمادی الاول ۱۰۶۵ھ"

اورنگ زیب کے ہندو عہدیدارون اور منصب دارون کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو جائے۔ یہ مختصر کتاب اسکی متحمل نہیں ہو سکتی یہ فہرست مخالف وموافق کتب سیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر جہانگیر شاہجہان تینون کے دربار سے زیادہ اورنگ زیب کے دربار میں ہندو جمع تھے: ساہو جی نبیرہ سیوا جی (ہفت ہزاری) کالتو جی قلعدار ستارہ (شش ہزاری) سمبھا جی پسر سیوا جی۔ تیتا جی۔ راجہ بھیم سنگھ اچلا جی۔ سوبہان قلعدار ستارہ۔ بھاکو (پنجہزاری) اودے سنگھ قلعدار کھلنا (سہ ہزاری و پانصدی) اندر سنگھ۔ راجہ مان سنگھ۔ مجسٹریٹ ماندل پور۔ باسدیو۔ جکیا دسیکھ نصرت آباد۔ درگداس (سہ ہزاری) راجہ اودیت سنگھ مجسٹریٹ ایرج۔ رامچندر تھانیدار کھنالون (دو نیم ہزاری)۔ میدنی سنگھ۔ ارجو جی برادر سیوا جی۔ مانکو جی۔ راجہ کرن۔ (دوہزاری) بہادر سنگھ۔ شیو سنگھ قلعدار راہیری (یک و نیم ہزاری)۔ بشن سنگھ۔ روپ سنگھ

(ایک ہزاری) راجہ کلیان سنگھ (نہ صدی)۔ یہ فہرست مختصر ہندو منصبداروں کی خاص خاص والیان ملک و افسران و مشیران سلطنت کے علاوہ ہے۔

راجہ جسونت سنگھ جنرل و صوبیدار کابل۔ ماندھاتا کمانڈنگ افسر۔ راجہ جے سنگھ روپ سنگھ۔ کنور لال سنگھ۔ راجہ بھگونت سنگھ اڈا۔ راجہ دیبی سنگھ بندیلہ۔ منوہر داس۔ (لفٹنٹ جنرل) سبحان سنگھ۔ ماروجی۔ راگھوجی۔ پتنگ راؤ (کرنل) نیتاجی۔ رستم راؤ۔ لبسونت راؤ۔ راجہ بشن سنگھ (میجر) انوپ سنگھ قلعدار سکر۔ رائے رایان کوک سنگھ مصاحب شہزادہ اعظم۔ کشور داس قلعدار شولاپور۔ دیوان رگھوناتھ وزیر مال (ماخوذ از مآثر الامرا و واقعات ہند و تاریخ ہند)

جب عالمگیر تخت نشین ہوا سیواجی نے معافی چاہی اوس کو معاف کر دیا۔ اور اُس کا ملک بحال رکھا۔ پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر نے معافی چاہی اوس کو معاف کیا۔ راجہ کرن کو معاف کر کے خطاب و دو ہزاری منصب عطا کیا۔ سیواجی کے داماد جھداجی کو جاگیر دی دسہرے کے دن راجہ جے سنگھ و کنور رام سنگھ کو خلعت عطا کیا۔ میدنی سنگھ پسر پرتھی سنگھ کو دو ہزاری منصب اور پانچہزار نقد ایک ہاتھی۔ دس گاہیں عطا کیں۔ مہاراجہ جسونت سنگھ نے بار بار مخالفت کی اور معافی چاہی معاف کر دیا۔ اور ایک لاکھ دام کی جاگیر عطا کی۔ رائے سنگھ راٹھور کو راجہ کا خطاب مع ایک لاکھ نقد و خلعت عطا کیا۔ راجہ رگھناتھ کو خطاب و خلعت و منصب و جواہرات عطا کیے۔ (ماخوذ از تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام)

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں بعض بعض مندروں کو جاگیریں بھی دیں۔ جاتریوں سے ٹکس موقوف کیا۔ (پیسہ اخبار دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء) ہندوؤں کو محصول جاترا معاف کیا۔ (تاریخ ہند)

اورنگ زیب نے بڑی پاسداری راجہ چمپت رائے کی کی۔ اور منصب دوازدہ ہزاری عطا فرمایا۔ اور ایک جاگیر دی۔ (تواریخ بندیلکھنڈ پنڈت کشن نراین۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۳ء صفحہ ۲۳)

اورنگ زیب نے رانا راج سنگھ کو سرپیچ مرصع بھیجا۔ اور کنور لال سنگھ کو خلعت مع ایک عقد مروارید سرپیچ مرصع طرہ دیا۔ شش ہزاری منصب اور دو کروڑ دام کا ملک (دو کروڑ دام برابر پانچ لاکھ روپیہ رائج الوقت)۔ (تاریخ راج پرسیستی دیبی پرشاد۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۵ء صفحہ ۴۴)۔ روپا نام ایک ہندو لڑکی کو جہانگیر نے پرورش کیا اور اوس کی

نمبر (۴)

مُسلمانوں پر زکوٰۃ قایم کی۔ ہندوؤں پر جزیہ مقرر کیا۔ لیکن یہ جزیہ کی تعداد ایسی نہ تھی جس کی وجہ سے کوئی تبدیل مذہب پر مجبور ہو۔ اور غریبوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ صرف اُن اہل دول پر تھا جو نہ ملازم سرکار تھے نہ فوجی خدمات ادا کرتے تھے۔ جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں" جزیہ کی تعداد اورنگ زیب نے ۳ ⅓ سالانہ سے ۱۳ ⅓ تک مقرر کی تھی۔ اس سے سرکاری ملازمین۔ مذہبی لوگ محتاج۔ پیشہ ور مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب) اگرچہ یہ محصول کچھ بارگران نہ تھا بدین وجہ کہ آمد نی فیصدی پر بحساب ۱۲ ر مقرر تھا۔ اور اندھوں اور لنگڑوں اور غریبوں کو معاف (ٹاڈ راجستان مصنفہ مسٹر ٹاڈ)۔ یہ جزیہ اتنی قسم کے محصول معاف کر کے لگایا گیا تھا۔ تلسی رام لکھتے ہیں۔ عالمگیر نے سر شماری۔ بر شماری۔ جنگی۔ باندری۔ بر گندی۔ طوغانہ۔ شکرانہ وغیرہ وغیرہ بہت سے محصول جو پہلے سے رائج تھے معاف کئے (واقعات ہند و تاریخ ہند) پس رقومات سوائی راکہ محاصل آن از لکوک متجاوز بود حکم معافی فرمود (آگے لکھتے ہیں) محصول اہل حرفہ۔ حاصل عمدہ راہداری (عبور یل) محاصل عرکس بزرگان و جاترہ ہنود و معابد و تیرتھہ و بازار و محصول مسکرات و میخانہ و قمار خانہ و جرمانہ و شکرانہ و ابواب فوجداری و چہار بھنیٹ (صفحہ ۱۹۳ گلستان ہند کنور درگا پرشاد تتمہ دفتر دوم) پہلے یہ دستور تھا کہ جو سردار مرتا اس کا مال ضبط ہو کر داخل خزانۂ سرکار ہوتا۔ یہ دستور بھی موقوف کیا۔ نیز سرداران سے گرانقدر نذرانے و تحائف لئے جاتے تھے وہ بھی معاف کئے۔ ہندوؤں کو محصول جاترا معاف کیا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی نہ باشند۔ از اعقاب آنہا کہ متصدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق ضبط می نمودند این معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقربا و جیران می شد عفو فرمودند (مآثر عالمگیری) زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے کوئی مسلمان مولوی ہو یا صوفی عورت ہو یا مرد مستثنیٰ نہیں۔ اس کے لئے صاحب دول ہونا بھی شرط نہیں۔ بس باون تولہ چاندی اس کا نصاب ہے۔ کل مال کا چالیسواں حصّہ سالانہ زکوٰۃ ہوتا ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کر کے مسلمان جنگی خدمات سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ نہ زر زکوٰۃ اوس کو کسی صورت میں واپس مل سکتا ہے۔ جزیہ کی رقم

اگر بوجہ نقص حفاظت ذمی کا نقصان ہوجائے تو واپس دینی پڑتی ہے۔ اور جزیہ دینے والا جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔ غرباء مذہبی لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے جزیہ غیرمسلموں کے لئے رحمت ہے نہ کہ زحمت۔

نمبر (۵)

یہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی رعایا کو کامل آزادی دے رکھی تھی۔ اور وہ مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اُس نے بعض میلے اور مدارس بند کئے۔ لیکن وہ میلے اور مدارس کیا تھے۔ پولیٹکل اکھاڑے یا سازش گاہیں یا مرکز مفاسد۔ برہان پور میں محرم کے تابوت کے جلوس پر جھگڑا ہوا۔ عالمگیر نے آئندہ کیلئے تابوت کا جلوس بند کرنیکا حکم دے دیا۔ بعض سرکش ہندوؤں نے ایسے مدارس قایم کئے تھے جن میں تعلیم کی آڑ میں سلطنت کے خلاف طلباء کو تیار کیا جاتا تھا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں۔ "رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کے لئے اُس نے بعض میلے بند کئے جس میں ہندو مسلمان دونوں کے جلوس شامل تھے۔" (آگے لکھتے ہیں) دارا شکوہ اور سلاطین دکن کے خیر خواہوں نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کیں جنکے مہتمم ہندو تھے۔ اور ان میں ہندو مسلمان دونوں قومیں تعلیم پاتی تھیں اُس نے اس قسم کی درسگاہوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خاص مذہبی درسگاہوں میں اوس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ (پیسہ اخبار ۵ ستمبر ۱۹۲۶ء) ایک ایسا سازشی گروہ پیدا ہوا جسنے سلطنت میں بدامنی پھیلانے کے مختلف طریق اختیار رکئے۔ اوّل اُسنے چند مذہبی جلوس پیدا کئے تاکہ امن جدید پر نزاع ہو (جسطرح آجکل آریوں نے نگر کیرتن کے جلوس شروع کئے ہیں اور جابجا فساد ہورہا ہے) پہلے پہل برہان پور میں محرم کے جلوس پر بلوہ ہوا۔ دوسرے چند مدارس ایسے قایم کئے جس میں مذہبی تعلیم کی تہ میں بغاوت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے۔ کنور لال سنگھ کی تحقیقات و مشورہ کے بعد بادشاہ نے ان جدید میلوں اور جلوسوں اور مدرسوں کو بند کرنیکا حکم دیا (واقعاتِ ہند تلسی رام۔)

اوپر کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے میلے مدارس وغیرہ سیہ کاری کے مرکز تھے۔ پس اورنگ زیب جیسا نیک و مہذب سلطان اس قسم کے امورات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اور کوئی بھی سلیم الطبع شریف اس قسم کے مقامات کو قائم رکھنے کی رائے نہیں دے سکتا۔ اس زمانہ میں بھی بعض ہندو مدارس کے متعلق ایسا ہی تجربہ ہوا ہے۔ چنانچہ الامان بحوالہ ہندو اخبار بھیشم لکھتا ہے کہ ایک ہندو گرل اسکول کے متعلق طبی معائنہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایک ثلث لڑکیاں بحالت ناکتخدائی حاملہ ہیں (اکتوبر ۱۹۲۶ء) مہاشو ذرا انصاف کرو ایسے مدارس قائم رہنے دینے چاہئیں۔ آجکل ہندو اخبارات اور ہندو دل قلم آشرموں کے کیسے کیسے شرمناک واقعات کو طشت از بام کر رہے ہیں۔ اور چند شمو آشرموں کے مہتمم کیسے کیسے سنگین و ناپاک جرائم میں سزایاب ہوئے۔ اسلامی تہذیب ایسے آشرمونکو ایک منٹ بھی قائم نہ رہنے دیتی۔

نمبر (۶)

مہاراجہ جسونت سنگھ

ہندو فاضل مسٹر بی ایل کپور رقمطراز ہیں جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سد راہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نہ مانا۔ عالمگیر پر چتر حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے جب معرکہ ہوا تو عالمگیر نے فوج کا افسر جسونت سنگھ کو مقرر کیا۔ پچھلے پہر دفعتاً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا۔ اور اس کی فوج نے شاہی اسباب و خزانہ پر دست درازی کی۔ چند روز کے بعد جب جسونت سنگھ کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا۔ اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب و خطاب و جاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ جب اس کو دکن میں سیوا جی کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا۔ جسونت سنگھ نے اس ہی پر

اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اور اس مہم میں اس کا شریک تھا اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا۔ اوس نے نمکحرامی سے انکار کیا (اخبار نور قادیان ۲۶ء) یہی مضمون تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام میں ہے جب جسونت سنگھ نے شجاع کے معرکہ کے وقت غداری کی تھی تو رام سنگھ راٹھور اور مہیش داس نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا۔ پھر ان دونوں نے معافی چاہی عالمگیر نے معاف کر دیا۔ (واقعات ہند تلسی رام) دکن میں سیواجی کے معرکہ میں جب جسونت سنگھ سے بے وفائی کا اظہار ہوا تو پھر معافی خواہ ہوا بادشاہ نے معاف کر دیا اور اوسکو کابل کا صوبیدار مقرر کر دیا تاکہ وہاں اس کو کوئی ذریعہ غداری کا میسر نہ آئے۔ (واقعات ہند تلسی رام)۔ اورنگ زیب نے تخت نشین ہوتے ہی رئیس آمیر کی معرفت جسونت سنگھ کو پیغام معافی بھیجا۔ اور شجاع کے مقابلہ کے واسطے فوج طیار ہوئی تھی اوس میں شامل ہونیکے واسطے طلب کیا۔ جسونت سنگھ نے بارادۂ انتقام (شکست دارا شکوہ) فوراً منظور کر کے شجاع کو اپنی تجویز سے مطلع کیا۔ بمقام کھجوا کہ الہ آباد سے بیس میل شمال میں ہے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ راٹھور سواروں نے فوج ماتحت شہزادۂ محمد پر پیچھے سے حملہ کیا۔ اور بہت قتل و خونریزی کر کے لشکر شاہی کو لوٹ لیا۔ (آگے لکھتے ہیں) دکن میں پہنچتے ہی جسونت سنگھ نے (عالمگیر کی طرف سے گیا تھا) سیواجی سے خط و کتابت شروع کی "کہ بادشاہ کے نائب سایستہ خان کے مارنے کی تدبیر کرے۔ اورنگ زیب کو اس سازش کی تحقیق خبر پہنچ گئی۔ مگر اس نے بہت ضبط کیا (وقائع راجپوتانہ مصنفۂ جوالا سہائے) جب جسونت سنگھ مرا تو اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اوس کے کارندوں نے اطلاع دی کہ دو رانیاں حاملہ ہیں۔ پھر اطلاع دی کہ دونوں کے لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے حسب دستور قدیم حکم دیا کہ ان بچوں کو حاضر دربار کیا جائے۔ مگر راجہ کے کارندے بغیر وصول حکم شاہی و اجازت صوبیدار و محصول پر وانۂ راہداری ان بچوں کو لیکر چلدیے۔ دریائے اٹک پر جب پروانۂ راہداری مانگا گیا تو میر البحر سے جنگ و جدل کی۔ فریقین کے آدمی زخمی ہوئے راجپوتوں نے بہ جبر عبور دریا کیا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع ان کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہوگئی اس لئے جسوقت یہ گروہ دار الخلافہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقیم ہوں۔ اور کوتوال اون کی نگرانی کرے۔ وہاں سے راجہ کے کارندے بچوں کو لے کر

جودھ پور بھاگ آئے۔ اور راجہ اودے پور سے سلطنت کے خلاف اعانت طلب کی چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔ (بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ معتمدان جہالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر ہمان دو فرزندان بہ اسم اجیت سنگھ و دلتھمن داشت مع رانی یا ہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشند یا دستک و رضائے صوبیدار حاصل نمایند روانۂ حضور شدند۔ بعدہ کہ بہ معبر اٹک رسیدند و میر بحری بعلت عدم دستک مانع آمد۔ با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و جمع رساندہ بسر جنگلی عبور نمودند۔ بعد ازانکہ نزدیک بہ دار الخلافہ رسیدند انکہ از ادا ہائے خارج سابق جسونت غبار ملال در خاطر مبارک جا گرفتہ بود این شوخی راجپوتیہ علاوہ آن گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آیند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران متعینہ توپخانہ اطراف خیمہ ہائے وابستگان راجہ چوکی نشاندہ بہ طریق نظر بند نگاہ دارند"

ان تمام واقعات اور اس شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ کے چھوٹے بچون یا بیوائن وغیرہ کے متعلق کوئی جھگڑا نہ تھا۔ نہ کوئی جدید حکم دیا گیا تھا۔ بلکہ حسب دستور قدیم ان کو طلب کیا گیا تھا لیکن راجہ کے آدمیون نے جو جسارت کی اس کے متعلق غالباً تحقیقات وغیرہ ہوتی۔ اور خلاف ورزی کرنے والے سزایاب ہوتے۔ اس ہی لئے اس گروہ کو نظر بند کیا گیا اور یہی وجہ ان کے فرار ہونیکی ہوئی کہ ان کو اپنا انجام اچھا نظر نہ آیا۔ اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ متوفی رئیسون کے خورد سال بچے سلطنت کے دامن عاطفت میں پرورش پاتے تھے۔
اس ہی دستور کی موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچون کو طلب کیا تھا۔ (حکم اقدس اعلیٰ صادر شد کہ دو پسر را بدرگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہرگاہ پسران بسن تمیز خواہند رسید بہ عنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت (ماثر عالمگیری) مغلون کے عہد میں جب کوئی سردار مرتا تو اوس کے خورد سال بچون کی پرورش و تربیت بادشاہ اپنی نگرانی میں کراتے تھے (واقعات ہند تلسی رام) مسٹر بی۔ ایل کپور لکھتے ہیں "تیموریون کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاتا تو بادشاہ اُن کو طلب کرکے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا۔ اور شہزادون کی طرح اُن سے سلوک کیا جاتا تھا اس ہی اصول کے مطابق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچون کو طلب کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ انکو دربار میں بھیجدو سن شعور کے بعد ان کو سب کچھ ملیگا۔ (اخبار نور سنہ ۱۹۲۶ء) آج متعصب

یہ مشہور کر رہے ہیں کہ جسونت سنگھ کے لڑکے اس لئے طلب کئے گئے تھے کہ ان کو مسلمان بنا لیا جائیگا۔ جسونت سنگھ سے زیادہ سلطنت مغلیہ کا دشمن سیواجی تھا۔ جب سیوا کا بیٹا سنبھا گرفتار ہو کر آیا تو اس کا لڑکا ساہو ساتھ تھا۔ سنبھا کے بعد عالمگیر نے ساہو کو اولاد کی طرح پرورش کیا۔ نہ اس کو قتل کرایا نہ مسلمان بنایا۔ چنانچہ مسٹر بی۔ ایل کپور لکھتے ہیں "ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اس وقت میں اسکی عمر سات سال کی تھی۔ عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا اُسکا خیمہ شاہی خیمہ کی برابر کھڑا کرادیا۔ اسکو ہفت ہزاری منصب اور خطاب نوبت وعلم عطا کیا اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قایم رکھا (اخبار نور ستمبر ۱۹۲۶ء) صاحب ماثر الامراء بھی اسی طرح اس واقعہ کو لکھ کر لکھتے ہیں کہ عالمگیر کے بعد ساہو نے علم بغاوت بلند کیا لیکن اسکے احسان کا اس قدر پاس ضرور کیا کہ سب سے پہلے اوس کی قبر کی زیارت کو گیا۔ جسونت سنگھ کے متعلق الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ جسونت سنگھ لالچی تھا۔ (تاریخ ہند)

سیواجی

سیواجی کے اجداد میں ایک شخص مالوجی تھا۔ جس کو حضرت شاہ شریف رحمتہ اللہ علیہ (احمد نگر میں مزار ہے) سے عقیدت تھی۔ اسی وجہ سے مالوجی نے اپنے بیٹوں کے نام شاہ جی (جو ساہوجی مشہور ہوا) اور شرف جی رکھے۔ مالوجی تحصیلدار دولت آباد کا ملازم تھا۔ ساہوجی سے تحصیلدار مذکور نے اپنی لڑکی بیاہ دی۔ اس وجہ سے ساہوجی کی رسائی دربار نظام شاہی میں ہوئی۔ جب نظام شاہ کی فوج نے مالوہ کو تاخت وتاراج کیا اور جہانگیر نے اس کے مقابلہ میں فوج بھیجی تو نظام شاہ کے فوجی افسروں میں ساہوجی اور اُسکا خسر جادو رائے بھی تھے۔ جب جہانگیر نے اسکا بدلہ لینے کے لئے شاہزادہ شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو رائے اپنے اصلی آقائے نعمت نظام شاہ سے برگشتہ ہو کر شاہجہان سے ملگیا اس صلہ میں اوسکو دربار مغلیہ میں پنجہزاری منصب ملا۔ اور بھی اس کے خاندان والوں کو عہدے ملے پھر یہ سلطنت مغلیہ سے منحرف ہو کر نظام شاہ کے پاس پہونچا۔ نظام شاہ نے اس کو قتل کرادیا۔ ساہوجی بھاگ کر شاہجہان کے دربار میں آیا پنجہزاری منصب خلعت

علم ۔ نقارہ ۔ اسپ ۔ فیل ۔ دو لاکھ نقد انعام پایا ۔ اس کے علاوہ نظام شاہ کا وہ علاقہ جو
عنبر کی جاگیر میں تھا اور اس کو افواج سلطنت مغلیہ نے فتح کر لیا تھا شاہجہان نے ساہوجی
کو جاگیر دیدیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی ہوکر آیا تو شاہجہان نے اسکی
جاگیر ساہوجی سے واپس دلادی ۔ اسپر ساہوجی ناراض ہوکر والئی بیجاپور سے جا کر ملگیا ۔
والئی بیجاپور نے اوسکو نوکر رکھ لیا ۔ اور جاگیر دی ۔ ساہوجی ایک لشکر لیکر حدود سلطنت
مغلیہ کی طرف بڑھا ۔ شاہجہان نے شاہزادہ عالمگیر کو اوسکی سرکوبی پر مامور کیا ۔ ساہو نے
شکست کھائی جب ساہو کا بیٹا سیواجی جوان ہوا وہ جاگیر کا انتظام کرنے لگا اور بہت سی
فوج جمع کرلی ۔ اور سلطنت بیجاپور ہی کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا اور دبانا شروع کیا ۔
اسپر والئی بیجاپور نے اس کے باپ کو قید کر دیا ۔ سیواجی نے شاہجہان کے دربار میں رسائی
حاصل کی ۔ شاہجہان نے اس کو پنج ہزاری منصب عطا کیا ۔ اور والئی بیجاپور سے سفارش
کرکے اس کے باپ کو رہائی دلادی ۔ جب اورنگ زیب ایام شہزادگی میں دکھن کی مہم پر تھا
تو سیوا نے عالمگیر سے رسوخ پیدا کیا ۔ عالمگیر نے اس کے مقبوضہ ملک کی سند اوس کو بادشاہ
سے دلادی ۔ اس کے بعد سیوا نے سلطنت مغلیہ کے علاقہ پر تاخت و تاراج شروع کی عالمگیر
نے شائستہ خان کو اوس کی سرکوبی پر مامور کیا ۔ شائستہ خان نے اوسکو بھاری شکست
دی ۔ سیوا پریشان ہوکر جیول و پایل (سورت کے نزدیک) کی طرف گیا اور ان بندرگاہوں پر
قبضہ کرکے حاجیوں کے جہاز لوٹنے لگا ۔ عالمگیر نے راجہ جے سنگھ کو اوسکی سرکوبی پر مامور
کیا (یہاں تک واقعات تاریخ ہند ایشوری پرشاد و واقعات ہند تلسی رام سے ماخوذ ہیں)
راجہ جے سنگھ نے اوس کو شکست دی ۔ سیوا نے حاضر دربار ہوکر دست بستہ راجہ سے کہا ۔ بطریق
بندہائے ذلیل و مجرم روبدین درگاہ آوردہ ام خواہی بہ بخش و خواہی بکش (خافی خان)
اس کے بعد سیواجی نے اپنے مقبوضہ پینتیس قلعوں میں سے تئیس نذر کئے ۔ اور درخواست
کی کہ اوسکا بیٹا سنبھا ملازمان شاہی میں رہے ۔ اور وہ خود کسی قلعہ میں آزادانہ رہیگا اور
حسب الطلب امداد کے لئے حاضر رہے گا ۔ اسپر دلیر خان جنرل افواج شاہی نے اپنی طرف سے
تلوار جمدہر دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیواجی کو عنایت کئے ۔ راجہ جے سنگھ نے گھوڑا ۔
خلعت ہاتھی عطا کیا ۔ راجہ نے سیواجی کے بیٹے سنبھاجی کی دربار شاہی میں سفارش کی جو
منظور ہوگئی ۔ جب سیواجی دارالخلافہ کی طرف چلا ۔ اور قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ

پسر راجہ جے سنگھ و مخلص خان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ (سلیمان شکوہ کے استقبال کے لئے بھی رام سنگھ بھیجا گیا تھا۔ رام سنگھ کا منصب سہ و نیم ہزاری تھا۔ اور راجہ جے سنگھ والئی جے پور و وزیر جنگ کا منصب پنج ہزاری تھا۔ سیواجی کے باپ ساہوجی کا منصب بھی شاہجہان کی دربار میں پنجہزاری تھا) ۔ جب سیواجی پہنچا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ پنجہزاری امراء کے قطار میں کھڑا ہو لیکن سیواجی نے پیٹ کے درد کا بہانہ کیا اور لیٹ گیا۔ لہٰذا فرودگاہ کو واپس کیا گیا۔ (واقعات ہند) چون بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل شدہ بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارۂ والا بربساط قرب و منزلت باریافت و در مقامے مناسب کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود با مرائے نامدار دوش بدوش استاد (ماثر عالمگیری) دربار سے واپس جاکر سیواجی پھر سلام کو نہیں آیا۔ اس لئے مشتبہ ہوا اور اس پر پہرہ مقرر کرکے راجہ جے سنگھ کو اطلاع دی گئی (منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ آنچہ صلاح داند معروض دارد تا با او معاملہ رود (ماثر عالمگیری) راجہ جے سنگھ نے صرف اس قدر لکھا کہ اسکا قصور معاف کیا جائے۔ (دریں اثناء عرضداشت راجہ جے سنگھ رسید کہ با او عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آن مخذول بہ اکثر مصالح اقرب است) (ماثر عالمگیری) اس عرضی پر سیواجی کی نگرانی موقوف ہوئی۔ اور اوس کے بیٹے اور داماد کو پنجہزاری منصب عطا کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ بھی مراعات کی گیئں لیکن یہہ ہمیشہ سلطنت کے خلاف سازش و بغاوت کرتا رہا۔ اور بھاگ کر دکن پہنچا اور صوبیدار دکن شہزادۂ معظم کے ذریعہ سے بسفارش راجہ جسونت سنگھ پھر معافی چاہی (بعد رسیدن شاہزادہ بہ مہاراجہ جسونت سنگھ پیغا مکرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم بہ منصب سرفراز شود پس از پذیرا شدن این معنی پسر مز بور را با پرتاب رائو نامی کارپرداز جمعیت یکہزار سوار فرستادہ بود۔ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطائے فیل با یراق مرصع و نیول در صوبۂ برار وغیرہ سربلندی یافت (ماثر الامراء)"

ان تمام واقعات پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیواجی کے بزرگون ہی لے کر اولاد تک سب سلاطین اسلام کے نمک پروردہ تھے۔ اور انہون نے جس جس کا نمک کھایا اوس ہی کو آزار پہنچایا۔ بار بار بغاوت کرتے اور رہا ہار کر معافی چاہتے۔ شیر دل سلاطین معاف فرماتے۔ لیکن یہ اپنی فطرت سے باز نہ آتے انجام یہ کہ غضب شاہی جوش میں آیا اورنگزیب

نے مرہٹہ سرداروں کا قلع قمع کر دیا۔ سیوا، سنبھا سنتا۔ دہنتا۔ رام۔ راجا کوئی بھی میدان میں نہ رہا۔ سب موت کے گھاٹ اُتر گئے ان فتوحات کی تکمیل پر قدرت نے شہنشاہ کا پیمانۂ عمر لبریز کر دیا اگر اورنگ زیب دس پانچ برس اور زندہ رہتا یا اوس کو جہانگیر یا شاہجہان جیسے جانشین ملتے تو ہندوستان پر قیامت تک کے لئے پرچم اسلام نصب ہو جاتا۔ سنبھا کے بعد اوس کے بیٹے ساہو کے ساتھ جو شہنشاہ نے برتاؤ کیا اُس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ سنبھا کے قتل کے متعلق کنور درگا پرشاد بہادر لکھتے ہیں" چون سنبھا بحضور (عالمگیر) آمد و ہنگام باز پرس جواب ہائے سخت و دشنام غلیظ دادن گرفت۔ بنا بران بقتل رسید۔ اما ساہو بسرش کہ جوانے زیبا بود امان بخشیدہ مورد عاطفت بادشاہی نمودند و بخطاب راجگی مخاطب ساختہ قریب خیمۂ خود جا دادند تا ہمیں جا پرورش یافتہ بسن بلوغ رسید (تتمۂ دفتر دوم گلستان ہند صـ۱۸۵)

سیواجی کے متعلق ہندوؤں کی عجیب کارستانی

پنڈت رام ناتھ بنکر پشاوری مقیم برلن لکھتے ہیں کہ ۱۶۷۳ء کے آخر تک سیواجی نے مہاراشٹر اور اوس کے مفصلات کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا لیکن چونکہ وہ مسلمان بادشاہوں کی نظروں میں ایک مرہٹہ جاگیردار کا باغی بیٹا تھا اس لئے وہ اپنی رعیت اور سپاہ سے حلف وفاداری نہیں لے سکتا تھا۔ اور نہ کسی عہد نامہ پر اپنی دستخط ثبت کر سکتا تھا اس لئے ان تمام کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے اس نے اپنی تاجپوشی کی تجویز کی۔ ہندو بھی مدت سے اس مبارک گھڑی کے منتظر تھے جبکہ ایک ہندو چھتری پتی راجہ حکمران ہو لیکن ان تمام امیدوں کو پورا کرنے کرنے کے لئے ایک عجیب بات سدِّ راہ تھی اور وہ یہ کہ سیواجی بھونسلا خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے آباؤ اجداد کاشتکار رہتے تھے اس پیشہ کو شودروں کا پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ حل طلب سوال یہ تھا کہ ایک شودر کسطرح حکمرانی کر سکتا ہے۔ اس کے متعلق اطمینان حاصل کرنے کے لئے ضرورت پیش آئی کہ برہمنوں سے بیوستھا پتر حاصل کیا جائے۔ چنانچہ سیواجی کے منتری بالاجی آبوجی بنارس گیا اور وہاں کے مشہور پنڈت

گنگا بھٹ سے ملاقی ہوا۔ گفت وشنید کے بعد پنڈت مذکور نے اعلان کردیا کہ سیوا جی ہیا کھشتری راجہ ہے جو ہندو تہذیب کو از سر نو زندہ کر رہا ہے (اخبار پارس لاہور سے الامان دہلی اکتوبر ۱۹۲۶ء میں نقل کیا گیا)" اس روایت کے ماخذ کا پتہ نہیں۔ اُس زمانہ کے ہندو سیوا جی اور اُس کے افعال کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اس خانہ ساز روایت کی تکذیب بساط الغنائم کی روایت سے واضح طور پر ہوتی ہے۔ جو آگے نقل کی جائیگی۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سیواجی کو بیوستھا پتر حاصل کرنیکی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ زمانۂ قدیم میں بھی ہندو راجہ شودر گزرے ہیں جیسے راجہ نند۔ راجہ چندر گپت۔ راجہ بھرتری وغیرہ۔ اگر یہ روایت سچ ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندو سیوا جی سے خوش نہ تھے۔

سیواجی کا اپنے آقایانِ نعمت کے متعلق اعلان

واقعات و تاریخی حوالوں سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ سیوا اور اس کے خاندان والے مسلمانوں کے نمک پروردہ تھے اور اونھوں نے اپنے ہر ولی نعمت کے ساتھ دغا کی اس کو زیادہ واضح کر دینے کیلئے ہندو فاضل مسٹر کے سوریابی۔ اے۔ ایل۔ بی وکیل بمبئی کے ایک مضمون کا ایک جزو جسکو پیسہ اخبار نے اگست ۱۹۲۷ء میں نقل کیا ہے نقل کیا جاتا ہے یہ اس خط کا اقتباس ہے جو سیوا جی نے راجہ جے سنگھ والئی جے پور جنرل افواج مغلیہ کو لکھا تھا۔

"میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ہی مہم کے لئے نیام سے نکالنی پڑی۔ اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر کوندنا چاہئے تھا۔ جنکا نہ کوئی مذہب ہے۔ اور نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے۔ میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونی مینھ برسائیگی کہ دکن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان خون کے سیلاب میں بہہ جائینگے۔"

سیواجی کے متعلق ہندو محققین کی رائیں

مسٹر کے اے سوریہ لکھتے ہیں "سیواجی کو جو آج ہندو اس قدر عزت دیتے ہیں تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ سخت متعصب اور مذہب اسلام کا شدید دشمن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ماہر سیاسیات تھا مگر اس کی ملکی سیاست اس کے مذہبی تعصب سے دبی ہوئی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۷ء) منشی سداسکھ لال لکھتے ہیں سیواجی رئیس لوٹ کر وایا تھا (تاریخ ہند) سیواجی نے اس ارادہ سے کہ ساحلوں کی لوٹ سے بہت سی دولت حاصل ہو جہازوں کا ایک بیڑا بنوایا تھا۔ (تاریخ ہند)۔ یہ مفسد ایسا دغاباز مکار تھا کہ شاہ عالمگیر کو اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ (ہسٹری آف انڈیا مطبوعہ گورنمنٹ پریس کلکتہ ۱۸۹۸ء مرتبہ جارج ابن کنگ) لالہ گردھاری لال نے تاریخ ... میں جو زوال سلطنت مغلیہ پر لکھی گئی سیواجی کے متعلق نہایت سخت الفاظ لکھے ہیں میں ان الفاظ کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا اسی طرح منشی لچھمی نرائن نے اپنی تاریخ بساط الغنائم میں سیواجی کا ذکر برے الفاظ میں کیا ہے۔ ان ہندو محققین کی تحریروں سے

سیواجی کے راجہ بنانے کے متعلق جو مضمون مسٹر سوریہ کا پہلے نقل کیا جا چکا ہے اس کے متعلق منشی لچھمی نرائن لکھتے ہیں چون از ہمہ سو فراغش دست داد و خیال برہمن شدن در سرش گرفت ... را کہ از پنڈتان مشہور بنارس بود طلب داشتہ طریق عبادت برہمنان آموخت برہمنان دیگر برین ارادہ واقف شدہ بہٹ مذکور را مخفی مانع آمدند سیواجی خبر یافتہ ناخوش گردید و یک قلم را ہمہ را از کار و خدمت موقوف داشتہ گفت کہ این گروہ بد طینت گدا پیشہ نظر بہ بزرگ نہادی واجب الخدمت البتہ اند اما ازینہا توقع خبرسگالی و آقاپرستی ہیچ نیست۔ بجائے آنہا قوم پربھوان یعنی کایستان را مامور نمود ہر چند مقربان سفارش برہمنان و یکانی تعلقات کوشیدند پذیرا نرفت سنبھاجی پسرش نیز باطلاع این معنی نیلا پنتہ دیوان خود را کہ از قوم برا ہمہ بود تغیر ساختہ

ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح آجکل متعصب ہندوؤں نے سیواجی کو دہرماتما ہیرو بنایا ہے۔ پرانے زمانہ کے لوگ اسکے خلاف

(بساط الغنائم)

عالمگیر کے متعلق محققین کی رائیں

لالہ گردھاری لال لکھتے ہیں آن شاہ والا گہر در شیوۂ جہانداری بادشاہ عادل بود (تاریخ ظفرہ) منشی منوہر لال لکھتے ہیں ہندوستان میں جسقدر فرماں روا گزرے ہیں ان سب میں سب سے زیادہ جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج بادشاہ اورنگ زیب تھا۔ (پیسہ اخبار ڈسمبر ۱۹۲۶ء) آوڈنگٹن کی رائے ہے کہ مغل اعظم (عالمگیر) عدل کا دریائے اعظم ہے۔ نجے تلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے۔ کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارش امارت منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی بلکہ ادنی سے ادنی آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔ (لین پول) ڈاکٹر کاریری جس نے اورنگ زیب کو ۱۶۹۵ء میں دکن میں دیکھا تھا اس کے متعلق اسی قسم کے الفاظ لکھتا ہے۔ سیاح جسونت اوس کے زمانۂ شہنشاہیت کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس کے عہد حکومت میں ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اُس کے دربار میں کوئی آدمی نہ چغلی کھا سکتا تھا اور نہ جھوٹ بول سکتا تھا وہ سب کی فریاد سنتا تھا۔ روپیہ سے مفلسوں کی امداد کرتا تھا۔ تخت نشینی کے کچھ ہی دنوں بعد قحط پڑا تو اس نے رعایا کی بڑی امداد کی غریبوں کو اُس نے کھانا دیا اور تقریباً اسی مختلف قسم کے محصول معاف کر دیئے انتظام سلطنت بھی اُس کے زمانہ میں عمدہ تھا (تاریخ ہند) بادشاہ اپنے بیٹوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتا تھا جیسا کہ وہ دوسرے امیروں کے ساتھ کرتا تھا وہ ذرا بھی رعایت نہ کرتا تھا (تاریخ ہند) وہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اوس کا طرز معاشرت قابل تعریف تھا وہ عیش و عشرت سے نفرت کرتا تھا۔ سلطنت کی دولت اپنے آرام کے لئے بالکل صرف نہ کرتا تھا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر بسر اوقات کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے آرام کی بھی زیادہ فکر نہ کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتا تھا (تاریخ ہند) عالمگیر عدل و انصاف کا پتلا تھا

ایک دفعہ شاہزادہ کام بخش اوس کے چھوٹے بیٹے کے کوکہ پر قتل کا الزام قایم ہوا عدالت نے تحقیقات کرنی چاہی۔ شاہزادہ نے اپنے کوکہ کی حمایت کی عالمگیر نے حکم دیا یہ شہزادہ کو مع کوکہ کے گرفتار کر لیا جائے (واقعات ہند تلسی رام) وہ (عالمگیر) بہادرون کا بھی قدردان تھا۔ راجہ روپ سنگھ داراشکوہ کی فوج کا افسر اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس گھوڑے سے اتر کر جلادت و بہادری کا کام کرنے لگا۔ اورنگ زیب نے اوس کی یہ بہادری دیکھ کر اپنے نوکرون کو اس کے قتل کرنے سے منع کیا۔ اور زندہ پکڑنے کا حکم دیا (واقعات ہند) بہانپورہ (مالوہ) کا راجہ بھوپال سنگھ مسلمان ہوا۔ عالمگیر نے اس کو بہت سا انعام دیا۔ لیکن اسکا بیٹا مسلمان نہ ہوا۔ اور اس کے بیٹے نے دیگر اہل خاندان کی مدد سے بھوپال سنگھ کو ریاست سے نکالدیا۔ بھوپال سنگھ عالمگیر کے پاس پہنچا۔ عالمگیر نے اسکی بڑی مدارات کی لیکن اس کے بیٹے کو کچھہ تنبیہ نہ کی نہ اوسکو راج سے برطرف کیا (واقعات ہند) پروفیسر الشوری پرشاد لکھتے ہیں وہ پاکدامن اور پرہیزگار تھا اس نے بہت سادہ زندگی بسر کی۔ ٹوپیان بناکر فروخت کرتا۔ کبھی قرآن شریف لکھ کر فروخت کرتا تھا۔ گانے ناچنے وغیرہ سے اوس کو نفرت تھی وہ بڑا بہادر اور ہمت والا تھا (دلیل تاریخ ہند) عالمگیر خود ممنوعات سے پرہیز کرتا تھا۔ اور دوسرون کو جو اس کے گرد تھے باز رکھتا تھا۔ (لین پول۔)

ہندو اور عالمگیر

یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر عدل و انصاف و مراعات کے ہندو عالمگیر سے کیون ناراض ہوئے اور ابتک کیون ناراض ہیں۔ لیکن کتب سیر پر غور کرنے والا بسہولت اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ یہ خیال غلط ہے کہ عالمگیر سے عموماً ہندو ناراض تھے عالمگیر کے حالات کو انگریز مورخون نے خاص رنگ دیا ہے اور جو روایات تعصب و مظالم کی اوس کی طرف منسوب کی ہیں اون کا ماخذ و مورخ ازکار قیاسات و افواہات کے سوا کچھہ نہیں بدقسمتی

سے اورنگ زیب کے جانشین ناقابل تھے اس لئے ہر قسم کے الزامات اوس کے اوپر بیٹ گئے ورنہ جسطرح ہندوؤن کی بغاوتین عالمگیر کے عہد میں ہوئیں۔ ایسی ہی اکبر جہانگیر شاہجہان کے عہد میں ہوئیں مگران سلاطین کو جانشین قابل ملے وہ سرکشون کی سرکوبی کرتے رہے عالمگیر نے تمام بغاوتون کا اسطرح قلع قمع کر دیا تھا کہ اگر کوئی اولو العزم جانشین ہوتا تو بغاوت کا وہم وگمان بھی کبھی نہ پیدا ہوتا اور سلطنت ہند پر مسلمانون کا سکہ تا قیام قیامت رہتا۔ عالمگیر کے بیٹون کی ناقابلیت نے ماہی بے آب میں جان ڈالدی۔ اکبر سے پہلے جسقدر سلاطین اسلام گذرے ہیں انہون نے ہندوؤن کو رعایا بنا کر رکھا اور اون پر شاہانہ حیثیت سے مراحم و مکارم کئے۔ اکبر کو سلطنت دوام کا خیال پیدا ہوا اور اوسکی تدبیر اسکے ذہن میں یہ آئی کہ اسنے جنا دیہ ہنود سے رشتہ داری کا سلسلہ قائم کیا۔ اس تعلق سے دو طرح کے نقصان پیدا ہوئے اول یہ کہ شاہی خاندان کے تعلق سے ہندو رئیسون کے دماغ میں خود مختاری کا خیال عود کر آیا۔ اور اون کو خاندان شاہی میں ریشہ دوانیون کا کافی موقع ملا۔ ہندو رئیسون نے سلاطین مغل کے تمام احسانات کو فراموش کر کے اپنے خیالات کی تکمیل کیلئے سلطنت مغلیہ کی بربادی کی بنیاد قائم کر دی اول جہانگیر کو اُبھار کر اکبر کے مقابلہ پر بغاوت کرائی۔ پھر راجہ مان سنگھ نے شہزادہ خرم سے بغاوت کرائی۔ اکبر کے بعد خسرو سے بغاوت کرائی۔ پھر جہانگیر و شاہجہان میں چلوا دی۔ راؤ ستر سال و راجہ سنگھ نے دارا شکوہ کو بھڑکا کر بھائیون سے لڑوا دیا۔ راجہ جسونت سنگھ نے شہزادہ معظم کو اور راجہ درگا داس نے شہزادہ اکبر کو عالمگیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ عالمگیر نے بیٹون میں ملک تقسیم کر دیا تھا۔ راجپوتون نے ان کو اُبھار کر لڑوا دیا۔ آخران ریشہ دوانیون نے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل کر دیا۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ شہزادون کے خون ہندوستان کی آب و ہوا کا اثر ہو گیا شجاعت وہمت زائل ہو گیا۔ دیکھئے غیر آریہ قومیں یہان رہتی تھین آپس میں سر پھٹول کی اور بیٹھ رہتے۔ کبھی کسی دوسرے پر چڑھ جانیکا حوصلہ نہ ہوا۔ وسط ایشیا سے آریہ آئے اور سب کو ایک ڈنڈے ہانک لیا۔ اور مدت مدید تک ان سے غلامی کرائی۔ جب ہندوستان کا صاف ستھرا شربت پانی ان کے رگ وپے میں خوب پیوست ہو گیا وہ شجاعت وہ حوصلہ باقی نہ رہا۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں ہندو آریہ

لوگون نے اپنی بہترین پولٹیکل طاقت کے زمانہ میں بھی ہندوستان کے باہر کسی قوم پر حملہ آور ہونیکی کوشش نہین کی۔ (تاریخ ہند) اور اگر کبھی کچھ بھولے سے ہمت کی تو وہ مار کھائے کہ سیکڑون برس تک ان کی پشتین بھی نہ بھولی سبکتگین (جیپال) یہ آریہ سورما ہندوستان میں آکر آپس ہی میں لڑتے مرتے رہے اور وہ بھی ملک گیری ملک داری کے لئے کم۔ ہندو اخبار تیج دہلی ۲۷ ستمبر ۱۹۲۶ء لکھتا ہے۔ راجپوتون کی بہادری صرف اس قدر ہے کہ وہ لڑے اور ہمیشہ شکست کھائی۔ ایسی بہادری کوڑی کام کی نہیں ہے ان کی لڑائیون کی وجہ سے اکثر استریان ہوتی تھیں (از اخبار الخلیل میرٹھ ۲۷ نومبر ۱۹۲۶ء) پھر بھی بھر مسلمانون نے آکر ان کروڑون سورماؤن کو طوق غلامی پہنایا۔ غزنویون غوریون تغلقون وغیرہ نے بڑے دھڑلے سے حکومت کی۔ جب اکبر کے زمانہ سے راجگان ہند اپنی لڑکیان سلاطین کی نذر کرنے لگے۔ اور شہزادون کی رگون میں بھی وہی پانی بس گیا تو ان کی بہادری بھی رفوچکر ہوئی۔

ہندوون نے اکبر کے زمانہ سے جو ہندو راج کا خواب دیکھنا شروع کیا تھا وہ ان کو شاہجہان کے بعد قریب نظر آتا تھا۔ کیونکہ دارا شکوہ ان کے مذہب کا آدمی تھا۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں کہ دارا شکوہ ہندوؤن کا دوست تھا۔ اور راجپوت اس کی بڑی عزت کرتے تھے (دلیران تاریخ ہند) یہی وجہ تھی کہ ہندو راجون نے دارا شکوہ کا خوب ساتھ دیا۔ اور جب دارا شکوہ کا معاملہ درہم وبرہم ہوا تو پھر ان کی نظر شاہجہان کے دوسرے بیٹے شجاع پر تھی کہ اس عیش پرست کو اپنے مذہب پر لانا آسان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عین معرکہ کے وقت راجہ جسونت سنگھ نے عالمگیر سے دغا کی۔ اور شجاع کا ساتھ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہجہان کے بیٹون میں اگر عالمگیر بادشاہ ہوگیا تو ہندو راج کا خواب بے تعبیر رہ جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علاوہ ازین بھائیون سے جنگ وجدال میں چند ہندو مشہور سردارون کی لڑکیاں بیوہ ہوئیں۔ مثلاً سرستی بائی زوجۂ مراد بخش دختر راجہ کنور سین کشتواری زوجۂ شجاع۔ زوجۂ شہزادہ سلیمان بن دارا شکوہ دختر راجہ گنج سنگھ راٹھور۔ پھر سلطنت کے زعم میں ہندو اعیان سلطنت اور ان کے متوسلین مسلمانون پر قسم قسم کی دست درازیان کرتے تھے۔ اور مظلومون کی فریاد کو اُن کے تعلقات دبا دیتے تھے۔ چنانچہ بعض ہندوؤن نے مسلمان عورتون کو جبراً گھر میں

ڈال لیا تھا۔ اور بعض مساجد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اگرچہ ان واقعات کے متعلق آخر زمانہ میں احکامات شاہجہان نے جاری کیئے تھے۔ مگر ان کی تعمیل اورنگ زیب نے کی چنانچہ صاحب شاہجہان نامہ لکھتا ہے۔ (چون رایات اجلال بحوالی پنجاب و گجرات رسید جمعے از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و آمائے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از معان مساجد بہ تعدی در عمارت خود آوردہ بنا بران شیخ محمود گجراتی کہ از رسمے دانش بہرہ داشت و در دغگی مردم جدید الاسلام بر و مقرر بود رخصت یافت تا بعد از ثبوت نساء مسلمہ را از تصرف کفار بر آرد و مساجد و عمارات آن ملاعین جدا سازد و مطابق بہ عمل آورد و منقاد حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فجرہ بر آورد و ہر جا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود در آمدہ بود بعد از تحقیق آنرا افراز نمود۔) یہ امر بھی ہندوؤن کو گران ہوا۔ پھر عالمگیر کا طرز حکومت عادلانہ تھا وہ اپنے بیٹون کی بھی بے جا رعایت نہ کرتا تھا۔ اور ہندو سردار بے جا حکومت اور خلاف ورزی قوانین کے عادی تھے وہ اس مساوات کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ غرض ان وجوہ سے ایک گروہ ہندوؤن میں ضرور ایسا پیدا ہو گیا تھا جو عالمگیر سے کبیدہ تھا۔ باقی اکثر راجپوت اس کے آخر دم تک ساتھ رہے چنانچہ دکن کی آخری مہم میں راجپوتون نے بڑی جانبازی سے کام کیا۔ اس کے متعلق روایت پیشتر نقل کی جا چکی ہے۔ علاوہ ازین کچھ اسباب ہون یا نہ ہون واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤن نے ہمیشہ سرکشی کی ہے۔ جب یہ وسط ایشیا سے آئے تو ہندوستان کے قدیمی باشندون نے ان سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ لیکن انہون نے قابو پا کر ان کو برباد کیا۔ منشی تلسی رام لکھتے ہیں۔ آریون نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قومون کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کر کے آئے: وقت بہت ملک غیر آباد تھا۔ اس لئے اناریہ اقوام اُن کی آبادی میں حارج نہ ہوئین اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے۔ چنانچہ اس خیال سے انہون نے انادیہ اقوام کو زیر کرنا شروع کیا۔ (واقعات ہند صفحہ ۱۲) بودھون نے انکا اکرام کیا انہون نے ان کو برباد کیا۔ مسٹر صاحب لکھتے ہیں "برہمن بودھون کے عروج کے زمانہ میں بھی معزز تھے (تاریخ ہند) منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں "جب برہمنون کی کثرت ہوئی تعداد میں ان نے قدیم بودھون کو

ہندوستان سے نکالدیا۔ (تاریخ ہند صہ۱۸) مغلون نے جو اُن کے ساتھ کیا اور انہون نے جو مغلون کے ساتھ کیا۔ اوس کی داستان پچھلے اوراق میں گذر چکی۔ سیواجی جسونت سنگھ پر کیا کیا احسانات ہوئے اور انہون نے کس طرح حق نمک ادا کیا۔ تاناشاہ نے دو برہمنون کو وزیر کیا۔ اونہون نے اسکی سلطنت کی بربادی کی بنیاد اس طرح ڈالی کہ مسلمانون پر مظالم شروع کئے۔ چنانچہ خافی خان لکھتا ہے (از آنجکہ ابوالحسن قطب الملک (تاناشاہ) فرمانروائے حیدرآباد بہ افعالِ قبیح از سپردنِ ملک بہ مادنا و اکنا کہ ہردو کافر شدید العداوت بودند وسختی وظلم زیادہ بر مسلمانان می گذشت وفسق وفجور علانیہ از رواج مسکرات ولہو ولعب زیادہ بعرض (عالمگیر) رسید)۔ فرشتہ لکھتا ہے (درمساجد فرود آمدہ (ہنود) بُت پرستی میکردند وساز نواختہ سرود میگفتند) ایسا ہی ماثر الامرا میں ہے۔ پھر اس کو سیواجی اور سنبھا کی امداد پر آمادہ کیا۔ چنانچہ صاحب ماثر الامرا لکھتا ہے (پسترباوالئ حیدرآباد متفق شدہ (سیوا) قرارداد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمائیم) خافی خان لکھتا ہے۔ (وعلاوہ آن درامداد سنبہائے جہنمی دارالحربی درتاخت وتسخیر قلعہ جات و رساندن لک ہون (لاکھ اشرفی) نقد خود را (تاناشاہ) بدنام وزبان زدِ عالمے ساخت) ان تمام امورات کا یہ نتیجہ ہوا کہ عالمگیر کو اس سلطنت کا خاتمہ کرنا پڑا“۔

بعض مسلمان عالمگیر پہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے دکن کی اسلامی سلطنتون کو برباد کیا۔ چونکہ یہ اعتراض مسلمانون کا ہے اس لئے اس کا جواب اس کتاب کے مقصد سے خارج ہے۔ نیز اس مسئلہ کی مفصل تحقیق علامہ شبلی نعمانی نے رسالہ (اورنگ زیب پر ایک نظر) میں خوب لکھی ہے۔ یہان بر سبیل تذکرہ اس قدر عرض کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ دکن کی اسلامی ریاستون سے مغلون کا سلسلۂ جنگ اکبر کے زمانہ سے قایم تھا۔ عالمگیر نے کوئی نئی جنگ نہیں چھیڑی تھی۔ دکن میں پانچ اسلامی ریاستین تھیں۔ حیدرآباد۔ خاندیس برار۔ بےجاپور۔ احمدنگر۔ تین ریاستیں عالمگیر کی تخت نشینی سے قبل شامل سلطنت مغلیہ ہوچکی تھیں۔ صرف دو حیدرآباد اور بےجاپور باقی تھیں حیدرآباد میں مادنا اکنا نے مسلمانون پر مظالم اور مساجد کی بےحرمتی کی۔ سیوا سنبھا کو امداد دی۔ مجبور ہوکر عالمگیر نے شہزادہ معظم کے ماتحت مہم روانہ کی

شاہزادہ نے میدان جنگ میں پہنچ کر تین شرطیں پیش کیں
مادنا اکنا کو برخاست کیا جائے۔ (۲) شاہی علاقہ یعنی پرگنات سیرم
وغیرہ پر جو قبضہ کر لیا گیا وہ واپس کئے جائیں۔ (۳) بقایا خراج
سابقہ ادا کیا جائے۔ لیکن تانا شاہ نے ان شرائط کو منظور نہ کیا مجبوراً
شاہزادہ کو اوس کی سلطنت کا خاتمہ کرنا پڑا

سکندر شاہ والئی بیجاپور نے سنبھا کو مدد دینی شروع کی عالمگیر نے
پہلے مرتبہ تنبیہ کیا۔ جب وہ باز نہ آیا تو بیجاپور کو فتح کر کے شامل سلطنت
کیا جیسا کہ خافی خان لکھتا ہے (چون از فساد و نفاق بیجاپوری یعنی سکندر
والئی آنجا کہ وارث ملک ہم نبود معہٰذا با غنیم رفاقت مینمود۔ متواتر بعرض
رسید و مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و وعید ہا در گرد یدہا
نہ بخشید)۔ مسلمانو غور کرو اگر عالمگیر دکن کا الحاق نہ کرتا تو آج دکن یا
تو مرہٹوں کا ہوتا یا انگریزوں کا۔"

سلطان حیدر علی و ٹیپو نے ہندوؤں کو وزیر و مشیر بنایا۔ ان مشیروں نے آخر وقت پر اونکا
ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ تاریخ ہند میں ہے۔ حیدر علی کی ناکامیابی کی وجہ اوس کے دوستوں
کی دغابازی تھی۔ صہ ۸۲۔ ٹیپو کے دوستوں نے بھی اسکا ساتھ نہ دیا صہ ۱۰۲ منشی ذکی لال الکم
لکھتے ہیں صرف ایک ہندو برہمن جسکا نام پورنیا تھا اس کے اندرونی راز سے واقف تھا۔
(سوانح عمری ٹیپو) یہی پورنیا ٹیپو کی بربادی کا باعث ہوا۔ چنانچہ جب ٹیپو کا ملک انگریزوں
نے فتح کر کے راجہ کے حوالے کیا تو بصلہ خیرخواہی اس ہی پورنیا کو وزیر بنایا گیا انگریزوں
نے بھی کثرت شمار سے متاثر ہو کر بہت کچھ ہندو نوازی کی۔ لیکن انگریزوں کے نکالنے
کا خیال بھی سب سے پہلے ہندوؤں ہی کو پیدا ہوا۔ آج انگریزوں کے خلاف جو ملک میں
ایک ہیجان عظیم بپا ہے اوس کے بانی اور علمبردار ہندو ہی ہیں بس ہندوؤں کی بغاوت
و سرکشی کا الزام کسی پر رکھنا تاریخی مشاہدات کے خلاف ہے۔

اورنگ زیب کی ہندو مذہب میں مداخلت

ہندوؤں کو یہ بھی شکایت ہے کہ اورنگ زیب نے اُن کے مذہب میں دست اندازی کی۔ یہ امر بے اصل نہیں مگر تنکے کا شہتیر بنایا گیا ہے۔ عالمگیر نے ظالمانہ اور غیر مہذب افعال کو روکا۔ ستی کو جبراً روکا۔ اور یہ مذہب ہنود کا خاص مسئلہ اور ان کے بزرگوں کا مقبول شعار تھا آج ہند عقلی علوم کی روشنی سے چکاچوندہ ہو کر بہ تقلید موجد جدید مذہب (آریہ دھرم) پنڈت دیانند اس کو عوام کا شعار کہتے ہیں۔

پنڈت دیانند نے علوم عقلی اور دیگر مذاہب مروجہ بالخصوص اسلام کے بہترین اصول کو دیکھ کر ہندو مذہب اور وید کو اپنے عقلی سانچہ میں ڈھالا۔ اور اپنے اکابر کے عقائد و شعار کی تغلیط کی۔ دیانند کے متعلق یہی فتوے علمائے ہنود کا ہے۔ دیانند نے جب اپنی تفسیر وید پنجاب گورنمنٹ کو محکمۂ تعلیم کے کورس میں داخل کرنے کی غرض سے بھیجی۔ اور پنجاب گورنمنٹ نے اسپرینٹ سے رائے طلب کی تو پنڈت گرپرشاد ہیڈ پنڈت اورنٹیل کالج لاہور پنڈت رکھی کشن سکینڈ ٹیچر اورنٹیل کالج لاہور۔ مسٹر ٹانی۔ ایم۔ اے پرنسپل پریزیڈنسی کالج کلکتہ و مسٹر گرفتھ ایم۔ اے مترجم ہر چہار وید اینڈ پرنسپل ہندو کالج بنارس نے بالاتفاق یہ رائے ظاہر کی تھی کہ دیانند کا من گھڑت ترجمہ ویدوں کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے نئے وید بنائے۔ اسیطرح پنڈت مہا اپادھیا مہیش چندر رتنا سی آئی ای۔ پرنسپل سنسکرت کالج کلکتہ و پنڈت نوین چندر رائے فاضل سنسکرت فیلو پنجاب یونیورسٹی پرنسپل کالج لاہور و پنڈت شش شنکر ایم۔ اے فاضل سنسکرت بمبئی پریسیڈنسی و سابق اورنٹیل ٹرانسلر گورنمنٹ مترجم رگوید نے اس ہی قسم کی رائے ظاہر کی (آریہ مذہب کا آئینہ) بھاگ کا خود پسند

ترجمہ بناکر اس سے ریل۔ تار۔ جہاز۔ توپ۔ بندوق وغیرہ ثابت کردئے
(آئینہ افعال دیانند)"

لیکن درحقیقت یہ اون کے مقدسین کا شعار اور اون کے مذہب کا خاص مسئلہ ہے پنڈت لیکھرام لکھتے ہیں۔ بیوہ ہوجانے کی حالت میں ہندو عورت کے واسطے پورانون میں دو ہی علاج لکھے ہیں۔ ستی ہوجانا یا تمام عمر ماتمی لباس پہن کر بیوہ بیٹھے رہنا (کلیات آریہ مسافر) مہابھارت کے شروع کے زمانہ میں بھی ستی کا رواج تھا مادری اپنے پتی پانڈو کے ساتھ چتا پر چڑھی (تاریخ پنجاب بھائی پرمانند) سر مہاراجہ کشن پرشاد رقمطراز ہیں: خصوصیت قوم ہنود کی مستورات نے اپنے شوہرون کے بعد اپنی جانون کو ایثار کرکے پتی ورت دھرم کیا شئی ہے اس کو ثابت کردیا۔ (ہندو اخبار دکن پنج جنوری سنہ ۱۹۲۹ء) لالہ ہنسارام ایم۔اے لکھتے ہیں جب تنجور کا راجہ سنہ ۱۸۰۱ء میں مرا تو اوس کی رانیان ستی ہوئیں اور اون کی راکھ چاولون میں ملاکر برہمنون نے کھائی تاکہ رانیون کے گناہ معاف ہوجائیں۔ (اخبار الامان دہلی مئی سنہ ۱۹۲۸ء بحوالہ اخبار کانگریس دہلی) راجہ اجیت سنگھ مارواڑی کی وفات پر اوس کی چوراسی رانیان ستی ہوئیں (واقعات ہند) مارکو پولو سنہ ۱۲۹۰ء مین ہندوستان آیا وہ اپنے سفرنامہ میں ملابار کے متعلق لکھتا ہے کہ وہان رسم ستی کا کثرت سے رواج ہے۔ عرب سیاح البیرونی سنہ ۱۰۳۰ء میں ہندوستان کا سفر کیا وہ لکھتا ہے کہ رسم ستی کثرت سے رائج ہے۔ پرتگیز جنرل البوقرق نے سنہ ۱۵۱۰ء میں جزیرہ گوا فتح کرکے ستی کو قانوناً ممنوع قرار دیا۔ سنہ ۱۸۲۹ء میں لارڈ ولیم بنٹنگ کے عہد میں ستی کی ممانعت کا قانون پیش ہوا تو ہندؤون نے پارلیمنٹ میں درخواست کی کہ یہ قانون واپس لیاجائے لیکن یہ درخواست مسترد ہوئی۔" ہندو اخبار ملاپ نے ایک عورت کی نومبر سنہ ۱۹۲۹ء میں ستی ہونیکا واقعہ نقل کیا ہے۔ (شریمتی میلا دیوی ستونتی دختر سردار امریک سنگھ صاحب ڈاکٹر لاہور قلعہ گوجر سنگھ نے اپنے دل میں ستی ہونیکا خیال کرکے کاغذ قلم دوات لیکر شاستری ان زمانہ سلف کے نصیحت آمیز بھجن اور ستی عورتون اور بڑے بڑے تپسیون کے بلیدان وغیرہ کا زمانہ لکھکر (آگے لکھتے ہیں) دروازہ کھولا دیکھا تو ستونتی جلی ہوئی پڑی ہے مگر ابھی زندہ ہے۔ منہ سے پیاری پتی تیری شرن اپشور مہاراج تیری شرن سمرن کررہی ہے۔ (آگے لکھتے ہیں) آگ لگانے سے پہلے شہر کی عورتون نے ستونتی کے درشن کرنیکی ابھلاشا ظاہر کی۔ اون کی خواہش پوری کی گئی درشن کرایا گیا۔ (۲۶ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء)

عالمگیر نے قمار بازی کو ممنوع قرار دیا۔ یہ بھی ہندوؤن کا مذہبی شعار تھا چنانچہ رگوید میں ہے بڑے بڑے قمار بازون کے کھیل جب ہوا دار اور کشادہ مقام پر ڈلے جاتے ہیں تو میں مست ہو جاتا ہون جسطرح سوم رس پینے سے مجھے مزا آتا ہے اسی طرح پانسے مجھے شایق بناتے ہیں۔ (منڈل ۱۰۔ سوکت ۳۴۔ منتر ا) یہ متبرک اور مذہبی شعار ہونے ہی کا باعث تھا کہ بزرگان ہنود قمار کھیلتے تھے اور اس کے داؤن پر جورؤن کو بھی لگا دیتے تھے (کورؤن کے چچا سکنی نے یہ مشورہ دیا کہ جدہشٹر کو چوسر کھیلنے کے لئے بلانا چاہئے وہ چھتری ہے جنگ یا قمار بازی کی درخواست نامنظور نہیں کرسکتا۔ (رہنمایان ہند) سکنی نے کہا جدہشٹر ابکی بار اپنی جورو درو پدی کو داؤن پر لگا دو (رہنمایان ہند) جو عورتین جوے اور کشتیون میں ہار دیجاتی تھیں اونہیں سارے گھر کا کام کاج ماما اصیلون کا کرنا پڑتا تھا اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہمبستر ہونا پڑتا تھا۔ (دہلگیر صاحب) آریہ غالباً نردون سے جوا کھیلتے تھے۔ یہ امین بھارت ورش میں جوا کھیلنے کا مرض عام تھا (تاریخ ہند لاجپت رائے) اس زمانہ میں بھی دیوالی وغیرہ تہواروں اور بعض میلون میں قمار بازی کثرت سے ہوتی ہے اور اس سے سال بھر کے لئے نیک شگون لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اخبار الخلیل راوی ہے مانکپور میں کاتکی پورنماشی کو دیوی درشن اور گنگا اشنان کا میلہ لگا کرتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح امسال بھی میلے میں خاص چہل پہل رہی۔ ہزارون لاکھون کی تعداد میں یاتری دور دور سے آئے تھے۔ انتظامات نہایت اعلیٰ تھے۔ قمار بازی کا بھی زور تھا پتہ باز بھی موجود تھے۔ ایک ٹھاکر صاحب اپنی عورت کو بھی ہار گئے اور قمار باز اس کو لیکر چمپت ہو گئے (ڈسمبر ۱۹۲۶ء)

عالمگیر نے دختر کشی کو ممنوع قرار دیا لڑکی کا زندہ رکھنا ہندوؤن میں موجب عار تھا۔ اور لڑکی دیوی دیوتاؤن کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھیں۔ منشی تلسی رام لکھتے ہیں۔ ہندوستان میں دختر کشی عام طور پر رائج تھی اور اوس کو باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ (واقعات ہند) منشی منوہر لال لکھتے ہیں۔ اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا۔ اس میں ایک مورتی تھی جس پر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)

عالمگیر نے انسانی بھینٹ اور قربانی کو جو ہندو مذہب کا خاص مسئلہ ہے روکا اس مسئلہ پر ان کی مقدس ہستیون نے نہایت استحکام سے عملدرآمد کیا ہے۔ (راجہ ہریشچندر نے نیت کی کہ اگر میرے بیٹا ہو تو اوس کو قربان کرونگا۔ جب لڑکا ہوا راجہ کا جی نہ چاہا کہ اوسکو

قربان کرے۔ وہ وقت ٹالتا رہا لڑکا بڑا ہو گیا۔ جب اوسکو یہ معلوم ہوا وہ یہ خیال کر کے کہیں مجھہ کو قربان نہ کریں بھاگ گیا اور اپنے بدلے ایک برہمن کا لڑکا خرید کر بھیجدیا راجہ نے اوسکی قربانی کی اور قربانی میں بڑے بڑے برہمن رشی شریک تھے جیسے وشسٹہ جی مہاراج ۔ وشوامتر جدگنی ریسہ رسن (بھاگوت پران) ہندوستان میں زمانۂ قدیم میں انسانی قربانی کا بھی رواج تھا (واقعات ہند) مسٹر ڈپٹی لال لنگم لکھتے ہیں" اب کلاوی میسور کے شمال مغرب میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اوس میں دو بھائی رہتے تھے جنکے سنہ ۱۸۶۵ء میں ایک خزانہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے اوسوقت کی وحشیانہ رسمیات کے موافق ایک آدمی کی قربانی چڑھائی (سوانح عمری حیدر علی) باوجودیکہ صدہا سال سے اس قسم کے رسومات کا انسداد ہو رہا۔ لیکن ہندوؤں میں ابتک یہ رسمیں جاری ہیں اب بھی سال بھر میں دو چار خبریں ایسی ملجاتی ہیں اور کوئی نہ کوئی دہرم کا دلدادہ ان پر عملدر آمد کر گزرتا ہے۔ اخبار الامان راوی ہے۔ سلچار ملک آسام میں ایک ہندو نے خواب میں دیکھا کہ کالی دیوی اُس سے اس کے باپ کی بھینٹ چاہتی ہے اس لئے اُس نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ عدالت ججی نے اوس کو عبور دریائے شور کی سزا دی۔ (مئی سنہ ۱۹۲۶ء) وہ (ایک ہندو) قلعہ کے متصل جمنا کے راستہ میں (دہلی) ایک سادہو کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں آپکو بھینٹ چڑھانا چاہتا ہوں۔ اوس نے انکار کیا۔ یہ واپس چلا گیا۔ عرصہ کے بعد پھر آیا اور سادہو کو ٹھہر والے کنوین میں پھینک دیا۔ اور کالی دیوی کی جے پکار کر کہا یہ تیری بھینٹ ہے۔ (الامان جون سنہ ۱۹۲۶ء) کالی دیوی پر کشور گنج سے تین میل فاصلہ پر اماوس کے دن ایک گاؤں میں ایک بارہ سالہ لڑکے کی بھینٹ چڑھائی گئی (الامان مئی سنہ ۱۹۲۵ء) مدورا میں ایک عورت نے دیوی پر اپنے کو جلا کر بھینٹ چڑھایا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اُس کے لاش کے پاس مٹی کے تیل کا ٹین رکھا تھا اور ایک خط جو اُسنے اپنے بیٹے کے نام (جس کی آنکھ چیچک میں جاتی رہی تھی) اس میں لکھا تھا کہ مین اپنی جان کی قربانی رینو دیوی کو دیتی ہوں تاکہ وہ تمھاری کھوئی ہوئی بینائی روشن کر دے (اخبار خلافت بمبئی جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)" ایروڈ (علاقہ مدراس کے گاؤں) میں ایک بت پرست نے ایک نانی کے پنج سالہ لڑکے کو بت کے سامنے بطور نذر ذبح کیا۔ (الجمعیۃ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء)

عالمگیر نے مسکرات وغیرہ کی جو ہندو درویشون کا خاص شغل ہے ممانعت کی اوس کے فرمان کی عبارت ہے (اصلاً وقطعاً تنگ نگارند) دوسرے فرمان کی عبارت ہے (خلائق را

ازارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن و بنگ بوزہ وسایر مسکرات ومباشرت فواحش و زانیات حتی المقدور از قبایح اعمال وشنایع افعال بازدارد)

منشی تلسی رام لکھتے ہیں "اکبر نے ستی کے انسداد میں احکام جاری کئے مگر وہ لفظوں سے آگے نہ بڑے عالمگیر نے اوس کو روکا۔ اور قماربازی و دختر کشی کا بھی انسداد کیا وہ ایسے سفاکانہ اوباشانہ افعال سے سخت نفرت کرتا تھا (واقعات ہند) مہتہ جیموتی جی ۔بی۔اے وکیل لکھتے ہیں اورنگ زیب نے اپنے عہد میں ستی۔قماربازی۔نشہ بازی کو بند کیا قحط کے موقعوں پر رعایا کی دستگیری کی۔محکمہ مال کا انتظام دیوان رگھوناتھ کھتری کے سپرد تھا (الامان مارچ ۱۹۲۶ء)

الغرض اورنگ زیب نے ان رسومات قبیحہ و افعال شنیعہ کو سختی سے روکا جو ہر انسان اور ہر حاکم کا فرض تھا۔ چونکہ ہندو مذہب میں یہہ رسومات داخل تھیں اس لئے یہ اوس کی ہندو مذہب میں صریح مداخلت تھی جس کو ہندوٗن خاص کر برہمنون نے چونکہ ان رسومات کے انسداد سے ان کی کساد بازاری ہوئی اچھی نظرون سے نہ دیکھا۔

آخر میں اس قدر عرض کرنا اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہندو اور یوروبین معترض عالمگیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "وہ پکا مسلمان تھا۔ اور جو کچھہ کرتا تھا وہ مذہبی جوش سے کرتا تھا" اس قول کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس کے وہ افعال و احکام شریعت کے تحت میں ہونگے۔ پس وہ واقعات جو اسکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اون کو مسائل شریعت کی روشنی میں دیکھنا چاہئے اگر وہ موافق شریعت ہیں تو ضرور اورنگ زیب کا فعل ہے اور اگر خلاف شریعت ہیں تو متعصبون کی افترا پردازی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے ہندوٗن کو جبراً مسلمان بنایا۔ لیکن جبراً مسلمان بنانیکا شریعت اسلام میں کہیں حکم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوس نے مندر ڈھائے اور ہندوٗن کو ستایا۔ رسُولِ مقبولؐ نے ذمی غیر مسلمون کے معبد ڈھانے والے۔ اور ان کے ظلم کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ پس یہ افعال ہرگز اورنگ زیب سے سرزد نہیں ہوئے۔ اوران امورات کے متعلق پیشتر اوس کا ایک فرمان بھی نقل کیا جاچکا ہے"

نمبران (۷ و ۸) کے جوابات باب سوم میں۔ اور نمبر (۹) کا جواب باب دوم میں لکھا جائے گا۔

اورنگ زیب کی رواداری

یہان تک جسقدر مضامین لکھے گئے ہیں اون سے عالمگیر کی عدالت ورواداری اچھی طرح ثابت ہوگئی۔ لیکن اس عنوان خاص کے تحت میں بھی چند محققین کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ کپتان ہملٹن جو اورنگ زیب کے زمانہ میں بطور سیاحت آیا تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے ہندوون کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسے کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے جب کہ بادشاہت خود ہندوون کی تھی۔ (آگے لکھتے ہیں) پارسی بھی اپنے مذہبی رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیون کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائیں۔ اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرین۔ (آگے شہر سورت کے حال میں لکھتے ہیں)۔ اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات اور طریقہ عبادت کے متعلق نہیں ہوتے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے معبود کی پرستش کرے (سفرنامہ) ڈاکٹر جمیلی کریری اٹالین سیاح (اورنگ زیب کے زمانہ میں بادشاہ سے ملاقات کی) رقمطراز ہے اورنگ زیب کی فوج کے عیسائی افسرون نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔ اور انہون نے کہا کہ اس بادشاہ کی ملازمت اک طرح کی مسرت ہے۔ اون کے مذہب میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کی جاتی۔ فوج میں رومن کیتھلک والون کا ایک گرجا تھا جس میں دو پادری مذہبی خدمت انجام دیتے تھے۔ (سفرنامہ) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں عالمگیر نے اپنی رعایا کو عام اجازت دے رکھی تھی کہ علی الاعلان اپنے مذہب کے موافق اپنے معبودون کی پرستش اور اپنے معبدون کو آباد کرین (واقعات ہند)

سُلطان حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان حیدر علی مرحوم پر تین اعتراض ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ مجہول النسب تھا۔ (۲) اوس نے سلطنت غصب کی۔ (۳) متعصب تھا۔

سلطنت کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ صاحب تخت نجیب الطرفین ہی ہو اس کے متعلق سلطان سبکتگین کے بیان میں بحث کی جا چکی ہے۔

سُلطان حیدر علی مرحوم کا نسب نامہ

حیدر علی بن شیخ فتح محمد بن علامہ محمد علی بن ولی محمد بن حسن بن ابراہیم ملک التجار بن الغنی بن محمد بن شیخ احمد شہید وزیر یمن بن محمد بن حسن بن یحییٰ شریف مکہ معظمہ المتوفی ۵۰۰ھ ہجری۔ حسن بن یحییٰ کے بعد عہدہ شرافت مکہ معظمہ داؤد پادشاہ گورنر ترکی نے سید عبد الملک کو عطا کیا اس لئے احمد شکستہ خاطر ہو کر یمن کو نقل سکونت کر گئے اور سلطان یمن کے وزیر ہو گئے۔ سلطان نے اُن سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ ہندوستان میں اوّل حسن بن ابراہیم آئے۔ اور مشہور خاندان سادات متولی درگاہ خواجۂ اجمیری کی دختر سے نکاح کیا۔ علامہ محمد علی سے سید معصوم شاہ سجادہ نشین گلبرگہ نے اپنی دختر کا نکاح کیا۔ حیدر علی کی بیوی ٹیپو سلطان کی والدہ فاطمہ عرف فخر النساء میر معین الدین گورنر اکڈیا کی دختر تھی۔ لارڈ ویلنشیا نے بھی اپنی تحقیقات میں لکھا ہے کہ سلطان ٹیپو صحیح النسل عرب تھا۔

نمبر (۲)

ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ میں اکثر سلطنتیں جبر و غصب ہی سے ملتی آئی ہیں سلطنت کے معاملہ میں یہ بات قابل اعتراض نہیں۔ رچرڈ دویم کو اس کے چچا زاد بھائی ہنری چہارم نے تخت سے بیدخل کر کے اپنا قبضہ جمایا۔ ایڈورڈ پنجم کو اس کے چچا ڈیوک آف گلوکسٹر نے بیدخل کر کے قبضہ کر لیا۔ (تاریخ یورپ) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ آخری بادشاہ نند دوسری پیڑھی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے۔ جسنے وقت کی رانی سے یاری کر کے تخت و تاج غصب کر لیا تھا (تاریخ ہند) سندھ کے راجہ ساہ سی کے میر منشی رام کے پاس ایک نوجوان پنڈت چچ بن سیلاچ تھا جس کو چاروں ویدوں پر عبور تھا جب رام مرگیا تو چچ اسکا قایم مقام ہوا راجہ کی بیوی سیہ دیوی کی چچ سے دوستی ہوگئی۔ اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ راجہ ساہ سی دفعتہً مرگیا۔ سیہ دیوی نے راجہ کے تمام اہل خاندان کو ایک مکان میں بند کر کے قتل کرا دیا۔ اور چچ کو تخت نشین کر کے اوس سے شادی کر لی۔ اس چچ کے ایک بیٹا داہر اور ایک بیٹی مائی نام تھے۔ اور دوسرا بیٹا دہرسیہ تھا۔ داہر نے اپنی بہن مائی سے شادی کر لی۔ اس سے راجہ کے ایک بیٹا ہوا جسکا نام جے سیہ تھا (ماخوذ از چچ نامہ و تاریخ سندھ معصومی و واقعات ہند تلسی رام) راجہ کیدر راج کے سپہ سالار جے چند نے تخت پر قبضہ کر لیا (تاریخ ہند)

سلطان حیدر علی مرحوم کے واقعات

ریاست میسور میں حیدر علی چھوٹی خدمت سے ترقی کرتے ہوئے فوج کا ذی اقتدار افسر بن گیا تھا۔ نند راج وزیر میسور نے راجہ میسور کو بے اختیار کر دیا اور تکلیفیں دین تو راجہ اور رانیون نے حیدر علی سے مدد کی درخواست کی۔ حیدر علی نے اپنے زور قوت سے نند راج کو برطرف کر کے راجہ کو اس کے پنجۂ ستم سے رہائی دلائی۔ راجہ نے حیدر علی کو سپہ سالار اعظم کر دیا۔ حیدر علی کی سفارش سے نند راج کی جگہ کھانڈے راؤ وزیر بنایا گیا۔ حیدر علی نے راج کی خدمات وفاداری

اور جان نثاری سے ادا کین۔ ریاست کو مرہٹون کی دست برد سے محفوظ رکھا خود سر زمینداروں کو مطیع کیا۔ ان تمام واقعات سے حیدر علی کا اثر واقتدار بڑھ گیا اور راجہ و رانیان سب اسکی ممنون احسان ہوگئے۔ اور ہر بات میں اسکا کہنا چلنے لگا۔ کھانڈے راؤ کو یہ گوارا نہ ہوا اس نے راجہ اور رانیون کو حیدر علی کی طرف سے بھڑکانا شروع کیا۔ آخر یہان تک نوبت پہنچی در یہ قرار پایا کہ مرہٹون سے مدد لیکر حیدر علی کا استیصال کیا جائے۔ حیدر علی کو جب یہ بات معلوم ہوئی اور اس نے دیکھا کہ اُس کی جان اور عزت خطرے میں ہے تو اُس نے نہایت عجلت کے ساتھ کھانڈے راؤ کا قلع قمع کر کے ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور راجہ کو آرام و آسائش کے لئے مناسب اعزاز و دولت کے ساتھ چھوڑ دیا۔ (واقعات ہند)

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ حیدر علی نے خیر خواہی و جان نثاری کی۔ راجہ اوس کی عزت و جان کا گاہک ہوگیا۔ مجبوراً اُس نے ریاست پر قبضہ کیا۔ مگر راجہ کی نہ توہین کی نہ اوسکو تکلیف دی۔ مسٹر ڈیپٹی لال نگم لکھتے ہیں۔ میسور کے نابالغ راجہ کرشن راج کو نبجراج کی سرپرستی میں سخت تکلیف پہنچی۔ اور بیوہ رانی نے اس بات کی کوشش کی کہ نبجراج کی غلامی سے نکلنے کیلئے حیدر علی سے سانٹھ گانٹھ کر لیجائے۔ (سوانح عمری حیدر علی)

نمبر (۳)

حیدر علی نے نہ کوئی مندر ڈھایا نہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا۔ نہ ہندوؤں پر ظلم و ستم کیا بلکہ وہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا تھا (واقعات ہند) حیدر علی صرف بہادر سپاہی ہی نہ تھا بلکہ سلطنت کے کام میں بخوبی ماہر تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام برہمن کرتے تھے اور وہ اون پر اعتماد کرتا تھا۔ اس میں تعصب کی بو بھی نہ تھی وہ آدمیون کی قابلیت دیکھ کر اونہیں نوکری دیتا تھا۔ ہندو مسلمانون میں تمیز نہ کرتا تھا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد)۔ حیدر علی نے ایک برہمن کو کورگ کی مالگذاری وصول کرنے پر مامور کیا۔ (صـــ) شاما برہمن کو ہتانیدار کیا (صـــ) اگرچہ کھانڈے راؤ کے ساتھ پالا پڑنے سے اوس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ برہمن دغاباز ہوتے ہیں۔ پھر بھی اوسکو مالگذاری کا انتظام اس ناقابل اور غیر معتبر قوم کے سپرد کرنا پڑا (صـــ)

یہان سیواجی سنبھاجی کے برتاؤ اور اقوال پر جو انہون نے برہمنون سے کیا اور برہمنون کے متعلق کہا نظر کر کے اس ہندو فاضل کے قول کو دیکھنا چاہیئے۔ اور سلطان حیدر علی کی عالی ظرفی کا خیال کرنا چاہیئے۔

حیدر علی میں تعصب نام کو بھی نہ تھا (صفحہ ۵۴ سوانح عمری ٹیپو سلطان مصنفہ ڈیبی لال نگم) پورنیا اور کرشن راؤ حیدر علی کے وزیر تھے (سوانح عمری ٹیپو سلطان مصنفہ ڈیبی لال نگم) مخالف حیدر علی میں چاہے جتنے نقص بتائین اور اس کے سبب جو چاہیں سو من گھڑت باتین بنائیں لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ بہت سے اوصاف کا مجموعہ معلوم ہوگا۔ (سوانح عمری حیدر علی مصنفہ ڈیبی لال نگم صفحہ ۵۶) حیدر علی نہ کٹر بے رحم نہ جلد باز تھا اپنی سلطنت میں شراب کی خرید و فروخت بند کر دی تھی۔ اوسکا وزیر پورنیا نام ایک برہمن تھا (دلیران تاریخ ہند)

ابوالفتح سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ

درمیان کارزار کفر و دین ✦ ترکش ما را خدنگ آخرین

سلطان شہید پر تین اعتراض ہیں (۱) یہہ کہ وہ متعصب تھا۔ (۲) اوسنے ہندؤن کو جبراً مسلمان بنایا۔ (۳) مندر منہدم کیے۔

نمبر (۱)

ٹیپو بھی اپنے باپ کی طرح بہادر اور غیر متعصب تھا وہ ہندؤن کی دلداری کیلئے کوشش کرتا تھا۔ مگر اصلاحی معاملات میں نہایت سخت تھا وہ بروقت رواج اصلاح سخت دھمکیان دیتا تھا (واقعات ہند) پورنیا برہمن حیدر علی و ٹیپو کے زمانہ میں وزیر تھا (تاریخ ہند الفنسٹن پرشاد) جن افسرونکا مجمع اوس کے گرد رہتا تھا ان میں سے ایسے افسر

بہت کم تھے جن پر اوس کو کلی اعتماد تھا ۔ صرف ایک ہندو جس کا نام پورنیا برہمن تھا اوس کے اندرونی بارے سے واقف تھا (سوانح عمری ٹیپو مصنفہ ڈپٹی لال) ٹیپو نے صلح کی شرائیں پیش کیں (انگریزون سے) اور ایک برہمن کو بھیجا (سوانح عمری ٹیپو) - ایک برہمن پورنیا اوس کی گفتگو میں شریک ہوا کرتا تھا - سلطان کو اپنے اور افسرون پر بہت کم اعتبار تھا (لیون بی بورنگ) سرنگپٹن اور بنگلور کے قلعدار کھانڈے راؤ اور کشن راؤ تھے (واقعات ہند)

نمبر (۲)

ٹیپو نے کبھی کسی کو اس لئے نہیں ستایا کہ وہ اپنا مذہب بدل ڈالے (واقعات ہند) جن خاندانون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے بجبر مسلمان کیا تھا ۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اُن کے زمانہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے " (پریچنگ آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ) یہ معاملہ کہ ٹیپو نے کچھ لوگون کو بجبر مسلمان کیا صرف اسقدر صحیح ہے کہ پرتگیزون نے بجبر کثیر التعداد مسلمانون کو عیسائی بنا لیا تھا ۔ جب ٹیپو اس ملک کا مالک ہوا تو اون کو بلایا وہ بطیب خاطر مسلمان ہو گئے اور اونکا نام محمدی قرار پایا ۔ چنانچہ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں " چونکہ اسلام کا شیدائی اور مذہب کا پکا تھا وہ ساحل کے تیس ہزار عیسائی باشندون کو مسلمان بنانیکی غرض سے اپنے ساتھ میسور لے آیا ۔ اصل بات یہ ہوئی کہ پرتگیزون نے تجارت کے بہانے سے مغربی ساحل پر بستیاں آباد کر لی تھیں اور انہون نے مسلمانون کو مذہبی تلقین کرنے اور رواج دینے سے روک دیا تھا ۔ اور ہندون کو اپنے علاقہ سے جلاوطن کر دیا اسلئے بعد میں جو لوگ رہگئے اون کو عیسائی بنا لیا ۔ (سوانح عمری ٹیپو) اس نے حکم دیا کہ تمام عیسائیون کے مکانات شمار کرو ۔ اور پھر اپنے معتبر افسرون کے ہمراہ سپاہی بھیجے جنہون نے صبح کی نماز ادا کرنیکے بعد ساٹھ ہزار مرد و عورتون کو ساتھ لیا اور درگاہ عالی میں لا کھڑا کیا ان کو دار السلطنت میں بھیجدیا اور پانچ پانچ سو مردون کو علیحدہ علیحدہ دستے بنا کر مسلمان کیا گیا اس کے بعد افسران نے ان کو قلعون کی حفاظت کے لئے بھیجدیا ۔ جب یہ لوگ مذہب اسلام سے مشرف ہوئے تو انکا لقب احمدی قرار پایا اور اوسی وقت یہ فقرہ زبان زد خلائق تھا کہ خدا مذہب احمدیہ کا نگہبان اور محافظ ہے (سوانح عمری ٹیپو) یہ پرتگیزون نے جن مسلمان خاندانون

کو بجبر عیسائی بنایا تھا ٹیپو کے حکم سے وہ بخوشی مذہب اسلام میں لوٹ آئے (واقعات ہند) مہاتما گاندھی کے چیلے والجی گوبند جی دیسائی لکھتے ہیں کہ میسور کا بادشاہ فتح علی ٹیپو سلطان اجنبی مؤرخوں کی نگاہ میں تو وہ متعصب مسلمان تھا جسنے اپنی ہندو رعایا کو بجبر مسلمان بنایا لیکن یہ سب جھوٹ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں سے اوس کے تعلقات بہت دوستانہ رہے (آگے لکھتے ہیں) اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم ایک ہندو تھا جسنے نہایت شرم سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس فدائے آزادی کو دغا دیکر دشمنوں کے ہاتھ میں دیدیا (آگے لکھتے ہیں) ٹیپو نے ہندو مندروں کے لئے نہایت فیاضی سے جائدادیں وقف کیں اور خود ٹیپو سلطان کے محلات کے گرد و پیش شری ونکٹا رمنا شرینواس و شری رنگھناتھ کے مندروں کی موجودگی سلطان کی وسیع النظری اور رواداری کا ثبوت ہیں (ینگ انڈیا۔ الکشافہ فروری ۱۹۲۳ء)

نمبر (۳)

ٹیپو نے کسی مندر کی توہین نہیں کی بلکہ وشنو کے مندر کو جاگیر دی (واقعات ہند) ہندو فاضل مسٹر شرما لکھتے ہیں سرنگا پٹم میں جو ٹیپو سلطان کا پایہ تخت تھا محلات شاہی کے کھنڈروں کے قریب ایسے مندر موجود ہیں جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگری متھ ہندو پجاریوں اور دیار تھیوں کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت کے وقت اس متھ کی امداد کی تھی۔ ملوکوٹہ میں وشنو کا جو مندر ہے اوس میں دو چاندی کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے کہ یہ برتن ٹیپو سلطان کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیئے گئے۔ (اخبار کریم ویر)۔ اگر ٹیپو سلطان مندروں کو ڈھاتا تو سب سے پہلے اس وشنو کے مندر کو منہدم کرتا کیونکہ یہ اوس کے محل کے قریب ہے۔ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں وشنو جی کا پرانا مندر مسلمان سلطان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کو تمسخر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے (سوانح عمری ٹیپو) سرنگا پٹم میں وشنو کا مندر اب بھی مسلمان غاصب بادشاہ کے ایوان کو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ (لیوین بی بورنگ)

سلطان ٹیپو کے متعلق محققین کی آرائیں

مورخ اسپر بہتان لگاتے ہیں اور اوس کو سنگدل ثابت کرنے کیلئے طرح طرح
ای بے رحمیان اوس کے سر تھوپتے ہیں (ص۱۴۲) وہ حلیم و خوش مزاج تھا (ص۵۸) ٹیپو ایسا
با حجاب تھا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اوس نے اوس کے پاؤں کے ٹخنوں اور کلائیوں کے
سوا جسم کا کوئی اور حصہ دیکھا ہو وہ جب غسل کرتا تھا تو اپنا جسم سر سے پاؤں تک چھپا لیتا تھا
(ص۵۸) ٹیپو کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ نرم بچھونے کی بجائے ٹاٹ پر سویا کرتا تھا اور کھانا کھاتے
ہوئے مذہبی کتابیں سنا کرتا تھا۔ اوس کی زبان سے فحش کلمات نکلتے ہوئے کبھی نہیں سنے (ص۵۹
سوانح عمری ٹیپو ٹی لال) وہ مہذب رحمدل فیاض رعایا پرور کفایت شعار بہادر تھا۔ لیکن
اسکی جنگ جویانہ خصلت سے ضرور خیال ہوتا ہے کہ یہ اوس کے ظاہری اخلاق تھے اگر وہ ہندوستان
پر مسلط ہو جاتا تو ضرور غیر مسلمون پر ظلم کرتا۔ (واقعات ہند) اس مورخ کو یہ آخری فقرات
کس دیوتا کی طرف سے الہام ہوئے ہونگے۔ ایسی رائے کو کوئی باعلم دانشمند تسلیم نہیں کرسکتا۔
پروفیسر جائسر لکھتا ہے میری نظروں میں ٹیپو کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ
باوجود طاقت ہونیکے اس میں عفو و درگذر کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ عورتوں سے اس کا سلوک
نہایت شریفانہ تھا (آگے لکھتے ہیں) اس کی پالیسی میں تعصب کو دخل نہیں تھا۔ ہندو اور
مسلمان برابر تھے۔ سری نگری کا مٹھ خاص پایہ تخت میں وشنو اور سری رنگا کے مندر اسکے
انصاف کے ثبوت ہیں۔ مسٹر منکلیر نے لکھا ہے جس وقت انگریزی فوجیں ٹیپو کے ملک میں داخل
ہوئیں تو دیکھا گیا کہ رعیت ہندو اور مسلمان نہایت خوشحال ہیں تمام ملک سرسبز ہے زراعت
اچھی ہو رہی ہے کل رعیت سلطان کے نام پر فدا ہے۔ انگریزی فوج کے آگے اپنی دولت
لاکر رکھ دی (رعایا نے) کہ وہ سلطنت کو ٹیپو کے خاندان میں چھوڑ کر چلے جائیں اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہی ہردلعزیز تھا (تاریخ ہند) ولکس اور بورنگ نے بھی اپنی
کتابوں میں سلطان کی حیاداری، علم دوستی، تہذیب و متانت بہادری، جنگی قابلیت

صداقت رائے، سادگی، دینداری کی تعریف کی ہے۔

ہندو مذہب میں ٹیپو کی مداخلت

ٹیپو سلطان ایک باحیا مہذب نیک دل بادشاہ تھا۔ وہ مخرب اخلاق اُمورات کو گوارا نہ کرتا تھا۔ شراب خواری قماربازی بے پردگی وغیرہ ہندوستان میں رائج اور ہندوؤں کے مذہبی شعار تھے۔ ان اُمورات کو اس مجدد تہذیب نے سختی سے روکا۔ یہ امر ہندوؤں کو گراں ہوا۔ چنانچہ مسٹر ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں۔ اس نے عورتوں کو سر اور سینہ کھول کر ادھر اودھر پھرنے کی ممانعت کر دی ص۵۹۔ اس نے مسکرات کی بیع شراب کی سختی کے ساتھ ممانعت کی ص۵۹ اس صوبہ (کالی کٹ) کی رسوم ذمیمہ کا انسداد کیا اور یہ قانون نافذ کیا کہ کوئی عورت ایک سے زیادہ خاوند نکرے ورنہ سب لوگوں کو مشرف بہ اسلام ہونا پڑیگا۔ ص۱۱ (یہ ایک دھمکی تھی جسکا ہندو مورخ کو بھی اقرار ہے دیکھو ۱ میں واقعات ہند کا حوالہ) اوس نے اپنے آپ کو ایک دانا مصلح ثابت کیا ص۵۵) اوس نے لوگوں کو راہ مستقیم پر ڈالکر صلاح و بہبودی اور آخرت میں راحت حاصل کرنیکی قابل بنا دیا۔ ص۱۱ (ٹیپو نے فرمان جاری کیا) تم لوگوں میں یہ دستور ہے کہ پانچ بھائیوں میں سب سے بڑا شادی کرتا ہے اور اوس کی بیوی سب بھائیوں کی بیوی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس میں شبہ نہیں کہ تم سب ولدالزنا ہو۔ یہ ساتویں دفعہ ہے کہ تم نے سرکار کے ساتھ فریب کیا اور ہماری فوجوں کو لوٹ لیا ہے۔ میں نے اب خدائے تعالیٰ کے روبرو قسم کھائی ہے کہ اگر تم پھر کبھی دغابازی یا فریب کروگی تو میں تم میں سے صرف ایک ہی شخص کو سزا نہ دونگا بلکہ تم سب کو مسلمان بناکر اس ملک سے نکالکر اور کسی ملک میں لیجاؤنگا۔ اس طریقہ سے تمہاری اولاد ولدالحلال ہوگی۔ اور پھر تمہاری قوم کا کوئی شخص گنہگار ماں کا بیٹا نہ کہلائیگا۔ ص۵۵ (اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو ایک عورت کے کئی شوہر کرنے سے روکتا تھا۔ اور ہندو نکہ چونکہ مذہبی شعار تھا وہ باز نہ آتے تھے۔ جب فوجی انتظام کی نوبت پہنچی تو ان مذہبی رسوم کے شیدائیوں نے شاہی فوج پر بار بار دست درازی کی۔ اس پر یہ دھمکی آمیز حکم جاری ہوا) (سوانح عمری ٹیپو) ایک عورت

کے کئی شوہر ہونا رگ وید سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ وہلیر صاحب لکھتے ہیں۔ ایک عورت کے متعدد شوہر کی رسم کا وجود رگ وید کے ایک بھجن میں پایا جاتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ (اے اشونون تمھارے رعنا گھوڑے دو گاڑی سنبھالے ہوئے ہیں جن کو بنظر رفتار تم نے منزل پر پہنچنے کے لئے آراستہ کیا ہے۔ اور وہ دوشیزہ لڑکی جو تمھارا انعام تھی تمھاری محبت سے آگئی۔ اور یہ کہہ کر تم سب میرے خاوند ہو اوس نے تمھارے خاندان کا اعتراف کیا) (تاریخ ہندوستان) درحقیقت اگر وید سے ایسی اجازت نہوتی تو اکابران ہنود میں دروپدی پانچون پانڈؤن کی بیوی نہ بنتی۔ اور ایسے بڑے آدمی ایسی جرأت نہ کرتے۔ (دروپدی کو پانچون پانڈون نے بیوی بنایا (تاریخ ہند) جے۔ جی۔ بھٹناگر وکیل لکھتے ہیں تبت میں ایک خاندان میں صرف بڑا بھائی نکاح کرتا ہے گو دوسرے بھائی بھی شریک ہوجاتے ہیں (الخلیل مارچ ۱۹۲۷ء)۔ راجہ نے اپنی بیٹی دریا دیوی کو اکیس خاوند کرائے (پدم پران ادہیائے ۸۵) اس قسم کے واقعات ہنود میں اس زمانہ میں بھی ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں نائرون میں یہ رسم ہے کہ ایک عورت کو اپنے خاوند کے کئی بھائیون کے ساتھ شادی کرنیکا اختیار ہے (سوانح عمری ٹیپو) رام کمار نامی ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی ایک ساتھ دو شخصون سے کی (مہر نیمروز اکتوبر ۱۹۲۶ء) غرض اس قسم کے بے ہودہ مراسم کو ٹیپو نے روکا جسپر اکثر ہندو اس سے ناخوش ہوئے۔

خاص وجہ عداوت

سینکڑون مسلمان بادشاہ گزرے اون میں رحمدل بھی تھے سخت گیر بھی تھے لیکن ہندؤن کو صرف ان ہفت تن پاک سے عداوت و شکایت کیون ہے؟ یہ ایک سؤال ہے جو ضرور پیدا ہوسکتا ہے لیکن ماہرین سیر جانتے ہیں کہ اس شکایت کا باعث اس کے سوا کچھہ نہیں کہ پہلے اصحاب اربعہ نے تو ہندو راج کا تختہ الٹا۔ اور سلطنت اسلامیہ قایم کی۔ اور آخری اصحاب ثلثہ نے ہندو راج قایم نہ ہونے دیا۔ اور بہت سے مذہبی رسم

کو بند کیا جسکا کسی قدر تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔

مسلمانوں کے عہد حکومت کے متعلق محققین کی رائین

ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں" مسلمانون کی تاریخ اچھے کامون سے لبریز ہے" (الامان جون ۲۵ء) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں اسلامی فتوحات نے مختلف ریاستون اور سلطنتون کے بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریبان رہا کرتی تھین اک شہنشاہی اتحاد قایم کردیا۔ اور لوگون کو یہ سکھایا کہ وہ ملک کے اندر ایک واحد حکمران کا اتباع کرین اس نے ہماری قومیت کے ذخیرہ میں روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ کیا۔ اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا جو ہر طرح مستحق ستایش ہے۔ مسلمانون کے رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤن کی عادات و رسوم کو بہت کچھ ابھارا اور جو لطافت و نزاکت ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ تر ان ہی کا طفیل ہے مسلمانون نے ملک کے اندر ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے ساتھ ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے اونہون نے شاندار اور خوبصورت عمارتین تعمیر کرا کے ہندوستان کے فن تعمیر میں انقلاب پیدا کر دیا (تاریخ ہند) مسٹر مکندی لال ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں" ہماری نگاہ میں سب سے زیادہ اثر اسلامی حکومت کا ہندوستان کی مصوری اور فن تعمیر پر پڑا اور اس سے فائدہ ہی ہوا۔ اگر مسلمان یہان نہ آتے تو ہنر مندی قطعاً موقوف ہو چکی تھی۔ لٹریچر کی ترقی بھی مسلمانون کے عہد میں بہت ہوئی ہندی زبان کی تنظیم اسلامی عہد میں ہوئی۔ آجکل کے مغربی علمار ہندوستان کے اس زمانہ کا مقابلہ موجودہ ترقی یافتہ مہذب ممالک سے کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اوس وقت کے ہندوستان کا مقابلہ اُس زمانہ کے یورپ سے کرین تو پروفیسر ایشوری پرشاد کے الفاظ مین ہمیں ناظرین کو یاد دلانا ہوگا کہ اوس وقت یورپ میں رومن کیتھلک لوگون نے بڑے بڑے ظلم اور سفاکیان کیین۔ خیالات کی آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا گیا تھا۔ مگر مسلمان اس

باب میں مغربی اقوام سے کہیں اچھے تھے۔ جس وقت اسپین کے بادشاہ فلپ دوم نے اعلان کیا تھا کہ آزاد خیال لوگون پر حکومت کرنے سے نہ کرنی ہی اچھی ہے۔ جس وقت ولایت میں مہارانی الزبتھ آئرلینڈ کے رومن کیتھولک عیسائیون کو تنگ کر رہی تھی ان پر ظلم وستم ہو رہے تھے۔ ہندوؤن کے آخری زمانہ کے مصلح راما نند چیتن کبیر اور نانک جنہون نے قوم اور مذہب کی کایا پلٹ دی اس زمانہ میں ہوئے جس حکومت میں ایسے آزاد خیالات کی اشاعت اور اسکا درس دینے والے پیدا ہون۔ اور نئے مذہب کا ظہور ہو۔ اس حکومت کو رعایا کی دکھ دینے والی۔ مذہب کی دشمن غیر مہذب اور جابر کہنا گویا واقعات تواریخ پر پردہ ڈالنا ہے۔ (از رسالۂ سرسوتی) پنڈت وتستہ پرشاد بی۔ اے لکھتے ہیں۔ فاتحین اس شہر (دہلی) کی ہندو آبادی کے آرام و آسایش میں بالکل مزاحم نہیں ہوئے۔ (رسالۂ عبرت مارچ ۱۹۲۲ء) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان عملداری میں ہندوؤن پر بے اندازہ مذہبی ظلم ہوئے۔ گو یہ درست ہو کہ بعض مسلمان حملہ آورون نے یا بعض مسلمان حکمرانون نے ایسا کیا ہو۔ لیکن اس کی تہہ میں مذہبی تعصب بہت کم تھا وہ ظلم وستم زیادہ تر پولیٹیکل و اقتصادی وجوہ پر مبنی تھا۔ نادر شاہ نے جس وقت دہلی میں قتل عام کا حکم دیا تو ہندو مسلمانون میں کوئی تمیز نہ تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے بھائیون اور اُن کے ہمراہی مسلمانون کو اسی طرح تہ تیغ کیا جس طرح ہندوؤن کو (تاریخ ہند) مسلمانون نے ہندوستان پر صدیون حکمرانی کی اکثر اون کا طرز حکومت عادلانہ تھا۔ مذہبی آزادی اون کے عہد حکومت میں نہایت استحکام کے ساتھ قایم رہی۔ ان میں رحم دل بھی ہوئے جابر بھی ہوئے۔ لیکن رحمدل کی رحمدلی اور جابر کا جبر کسی خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ عام تھا جس سے مسلم اور غیر مسلم سب یکسان متاثر ہوتے تھے۔ جبراً مذہب تبدیل کرانے کو اون کے سر تھوپنا سراسر اتہام ہے۔ ہماری موجودہ تہذیب و ترقی بہت کچھ اُن کی مرہون منت ہے۔ (واقعات ہند) ڈاکٹر پی۔ سی۔ رائے نے دوران تقریر میں کہا "ہمنے مسلمانون کے آنے سے بہت کچھ فوائد حاصل کئے ہیں (ہندو اخبار پرتاب ۲۴ دسمبر ۱۹۲۸ء سے الامان جنوری ۱۹۳۰ء نے نقل کیا) میرے نزدیک مغلوں کی حکومت ہندوستان کے حق میں نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی (آگے لکھتے ہیں) بلا لحاظ ملت و مذہب قابلیت کی قدر کی۔ اور بڑے بڑے عہدے ہندو مسلمانونکو یکسان عطا کئے۔ اور پھر محبت و پیار خلوص و اخلاص سے اپنے دلونکو ہمیشہ معمور رکھا (آگے لکھتے ہیں) جسطرح اپنے علوم و فنون کو رواج دیا اسیطرح سنسکرت اور طب ہندی سے متعدد مسلمانون کو بہرہ اندوز ہونیکی تلقین کی (سالنامہ اخبار دکن پنچ حیدرآباد دکن بابت ۱۳۲۹ف مضمون مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت)

مسٹر گرنیدر ناتھ بنرجی بی۔اے ایک مضمون کے دوران میں لکھتے ہیں کہ سرکاری عہدون پر قابل اشخاص کو مقرر کیا جاتا تھا
ذات پات مذہب اور رنگ کا کوئی امتیاز نہ تھا بعض صوبہ جات کے گورنر فوج کے سپہ سالار امرا اور درباری ہند و تھے اورنگزیب
کو متعصب سلطان کہا جاتا ہے لیکن اسکے دربار میں

مسلمان سلاطین زمانہ حال کی رواداری

امیر عبد الرحمان خان مرحوم امیر حبیب اللہ خان مرحوم امیر امان اللہ خان شاہان کابل کی رواداری و مراعات کے متعلق کابل کے ہندو اور سکھ باشندون کے بہت سے مضامین انگریزی مسلم و غیر مسلم اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ شاہ ایران رضا خان پہلوی نے جو عنایت پارسیون پر کی ہیں اوس کی شہرت تمام اخبارات میں پھیلی ہوئی ہے مصطفےٰ کمال پاشا کی عیسائیون اور یہودیون پر جو عنایت ہے دنیا کے جرائد اوس کے مداح ہیں

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر **عثمان علی خان** شاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کا عدل و رعایا پروری۔ رحم و کرم زبان زد خاص و عام ہے۔ قریب دو کروڑ کے جاگیرات متعلق سلطنت ہیں جن میں اکثر ہندو ہیں اور اکثر جاگیردار صاحب فوج و عدالت ہیں۔ اور راجپوتانہ کی بعض ریاستون سے آمدنی میں زیادہ ہیں۔ بعض مسلم اوقاف کے متولی ہندو ہیں۔ بعض بعض قصبات کا عہدۂ قضا ہندؤن سے متعلق ہے وہ اپنے منصبی فرائض مسلمان نائب کے ذریعہ انجام دیتے ہیں پٹیل پٹواری دیسمکھ جو خاص عہدے ہیں ان پر نوے فیصدی ہندو مامور ہیں۔ ہائیکورٹ کے احاطہ میں تین مندر ہیں جن کی حفاظت و کفالت سلطنت کرتی ہے۔ دیگر مندرون کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ سالانہ۔ ہندو بیواؤن۔ یتامیٰ مدارس کے لئے ایک لاکھ سالانہ خزانہ سلطنت سے دیا جاتا ہے۔ ممالک محروسہ سرکار نظام میں ۳۳ ½ لاکھ غیر مسلم بالغ مرد آباد ہیں ان میں سے ایک ثلث کو وظیفہ ملتا ہے۔ اسیطرح پارسیون کے آتش خانون عیسائیون کے گرجون کا سالانہ خرچ نانڈیڑ کے گرودوارہ کو جاگیر ہے سلطنت میں اس کثرت سے مدارس قائم ہیں کہ دوسری ریاستین تعداد آبادی کے تناسب سے مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ بوجہ کثرت شماران درسگاہون سے ہندو زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

لیکن اس نیک دل فیاض سلطان کو بھی بعض ہندؤن نے "اورنگزیب ثانی" خطاب دے رکھا ہے اس خطاب کی اصل وجہ کو تو اس روشنی کے زمانہ میں بیان کرتے ہوئے شرماتے ہیں اسلئے وعدہ انکار بامین بناتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ میر عثمان علی خان بہادر دام اقبالہٗ نے ہندو مذہب میں اخلت

میں خاص طور پر ہندو افسران کو مقرر کیا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ علی وردی خان اپنی تمام رعایا کو ایک ہی خدا کی اولاد سمجھتا تھا مہاراجہ
نامی ایک بنگالی برہمن کو وزیر خزانہ اور کشورائے کو نواب کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر کیا۔ محکمہ فوج میں بھی ہندؤن کی کمی نہ تھی۔ مرشد قلی خان کی یہ پالیسی تھی

کی ہے۔ وہ کیا؟ اس کو اخبار ڈیلی کرانیکل کی زبان سے سنئے (ریاست کے قدیم رواج کے مطابق ہندو اپنی لڑکیون کو مندرون کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ اس قسم کے رواج سے جو نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ان کا بیان کرنے سے اسکا اندازہ لگانا زیادہ بہتر ہوگا کہ ہر شہر میں ان مُرلیون (دیو داسیوں) کی ایک چھوٹی سی بستی آباد ہو گئی تھی۔ ہندو سوسائٹی کے دامن پر یہ ایک بے انتہا شرمناک دھبہ تھا۔ حضورِ نظام نے بہت جلد اس رواج کو قانوناً روک دیا (ترجمہ ڈیلی کرانیکل از الجمعیتہ ۲۹ اپریل سنہ ۲۹ء) منشی مہیش پرشاد فارسی پروفیسر ہندو یونیورسٹی گزشتہ ایام گرما میں ممالک اسلامیہ کی سیر کرتے ہوئے سرزمین رستم و اسفندیار میں پہونچے واپس آکر آپ نے ایرانی امیرون پر ایک مضمون لکھا جس میں ایرانیون کی خوش خلقی۔ اور مذہبی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے بندر عباس کے حالات میں لکھتے ہیں۔ (اسلام یہان کا خاص مذہب ہے۔ اور مذہبی رواداری ایرانیون میں بہت ہے۔ عیسائی۔ سکھ۔ آتش پرست۔ ہندو۔ یہودی۔ ارمنی۔ سب اپنے مذہبی رسوم اطمینان و آزادی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہان ہندوؤن کے مندر اور سکھون کے گردوارے بھی کافی تعداد میں ہیں (ہندو اخبار دکن پنچ بابتہ خورداد سنہ ۱۳۳۹ف مطابق سنہ ۱۹۳۰ء)

موجودہ ہندو رئیسوں کی مسلمانوں پر مظالم

سب سے بڑی ہندو ریاست کشمیر ہے جس میں نوے فی صدی مسلمان آباد ہیں کوئی صاحب غیرت مہاشی بتلائیں کہ ریاست سے کتنے مسلمانون کے وظائف مقرر ہیں کسقدر مساجد و اسلامی مدارس و بیوگان و یتامیٰ کی امداد مقرر ہے۔ کشمیر کی حالت کشمیر کے وزیر سیاسیات کی زبانی سنئے۔ (اس ریاست کی آبادی ان بے شمار بدنصیب مسلمانون پر مشتمل ہے جو بالکل جاہل ہیں۔ اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور عملی حیثیت سے ان پر اس طرح حکومت کی جا رہی ہے جس طرح لاٹھی سے ہانکے ہوئے جانورون پر کی جاتی ہے۔ مضمون مسٹر البین نبرجی وزیر سیاسیات کشمیر۔ از نظام گزٹ حیدر آباد۔ سنہ ۲۹ف) ہندو اخبار رعیت حیدر آباد نے

پنڈت پرمیشور ناتھ کول بیرسٹر کا مضمون متعلق رعایائے کشمیر نقل کیا ہے اس میں یہ فقرات ہیں (ہر سال موسم سرما میں مفلس و قحط زدہ کشمیری رعایا برطانوی ہند کو چلے جانے کے لئے اس وجہ سے مجبور ہو جاتی ہے کہ وہاں قلیل ذرائع آمدنی پیدا کر کے اور اس آمدنی سے حکومت کشمیر کے مطالبات کی تکمیل کرے (مئی ۲۹ء)۔

مہاراجگان الور و پٹیالہ نے اسلامی تعلیم پر ایسے قیود عائد کئے ہیں گویا مذہبی تعلیم معدوم ہو جائے۔ آجکل اخبارات میں عام طور پر ان احکامات کے متعلق احتجاج کیا جا رہا ہے۔ کئی ہندو راجاؤں نے مساجد منہدم کیں۔ اُن میں زیادہ مشہور راجگان بانسواڑہ و کشمیر و بھرت پور ہیں"

دوسرا باب

سکھوں کا بیان

چونکہ یہ بھی بڑے شد و مد سے بیان کیا جاتا ہے کہ سکھوں پر مسلمانوں نے مظالم کئے اور اس معاملہ میں سلطان عالمگیر غازی کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے سکھوں کے حالات میں نے مختلف کتب میں تلاش کر کے یہ باب مرتب کیا۔ زیادہ تر میرا ماخذ رائے بہادر کنہیا لال کی کتاب تاریخ پنجاب ہے۔ رائے بہادر موصوف اس کتاب کا سبب تالیف اس طرح لکھتے ہیں (یہ تجویز قرار پائی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگباش والی پنجاب کا حال منظوم ہو تین برس

برابر یہ کار خیر پیش نہاد خاطر رہا -) الفاظ زیر خط سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کو سکھ قوم سے عقیدت ہے - اس لئے اس مصنف نے تالیف میں ضرور رعایت سے معاملات کا اظہار کیا ہوگا۔ اور امورات واقعی کو جن پر پردہ نہ ڈالا جا سکا ہوگا۔ بمجبوری ظاہر کیا ہوگا۔ نیز اس کتاب میں جو واقعات مذکور ہیں اُس کی تصدیق دیگر کتب سے بھی ہوتی ہے - بدینوجہ میں اس کتاب کو سکھون پر حجت سمجھتا ہون - میں نے اصل کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا خلاصہ دیا ہے - لیکن خلاصہ لکھنے میں اصل کتاب کے الفاظ کا لحاظ رکھا ہے بلکہ حتی الامکان مصنف کے اصل الفاظ نقل کئے ہیں - میں اوّل ان واقعات کو مختصراً لکھتا ہون جو مجھ کو مختلف کتب کے مطالعہ سے ثابت ہوئے ہیں -

واقعات

گرو نانک ایک فقیر تھے یہ تحقیق نہیں کہ اُن کا مذہب کیا تھا - بعض مسلمان ان کو مسلمان کہتے ہیں - ہندو ان کو ہندو کہتے ہیں - گرو نانک کے کلام میں توحید و رسالت کا اقرار قرآن مجید کی تعریف موجود ہے - یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک مسلمان درویش کے مرید تھے انہون نے فقیرانہ طرز و طریق کے سوا کسی نئے مذہب کی بنیاد قایم نہیں کی - وہ اور ان کے خاص اعزا مسلمانون کے منکحوار رہتے - اُن کے جانشینون میں گرو ارجن کو ہندو دیوان چندو (نانک نام قوم کھتری ساکن لاہور - جہانگیر کے عہد میں صوبہ لاہور کا دیوان تھا - اور بادشاہ کیطرف سے دیوان چندو خطاب تھا) نے ذاتی عداوت سے جہانگیر بادشاہ کو قسم قسم کی چغلیان کرکے گرو سے برہم کرکے گرفتار کرایا - اور اُس ہی کی قید میں گرو نے دریائے راوی میں کود کر جان دی - اِس ہی جہانگیر بادشاہ کی قید میں برسوں مسلمانون کے پیشوا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ رہے ہیں - ہر سلطنت کا یہ قاعدہ ہے اور ہونا چاہئیے کہ جس شخص پر سلطنت کی مخالفت کا گمان ہو اسکا تدارک کرے - دنیا میں کونسی قوم ایسی ہے جس کے سلاطین نے اس امر کو گوارا کیا ہو کہ کوئی شخص اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹنے کا ارادہ رکھتا ہو اور بجائے گوشمالی کے اُس کی پرورش کی ہو - پس گرو ارجن کو جو تکلیف پہنچی اُسکا باعث دیوان چندو تھا - بادشاہ اس امر میں معذور تھا - بلکہ بادشاہ نے تو گرو کو اس تکلیف سے نجات دینے کی سبیل نکالی تھی - مگر دیوان چندو نے اس کو عمل میں نہ آنے دیا - مسلمان

سلاطین مسلسل گروُن سے رعائیت کرتے رہے مگر گروادن کے خلاف رہے اور ہمیشہ زک اٹھاتے رہے۔ حوالجات آئندہ سے اس مجمل بیان کی تفصیل معلوم ہوگی۔ جہانتک واقعات پر غور کیا جائیگا صاف ثابت ہوگا کہ سکھون کو تکلیف ہندؤن نے پہنچائی نہ کہ مسلمانون نے۔ سلاطین اسلام نے ان کی بہت رعائت کی۔ مگر انہون نے ہمیشہ بے وفائی کی۔ گرؤن اور سکھون نے مسلمانون پر بیجا مظالم کیے۔ اور سکھون کی سلطنت ایسی سلطنت نہ تھی جس کو مہذب سلطنت کہا جاسکے ایک سکھ اہل قلم نے سردار۔ ٹی۔ یس۔ الگیا ئی کا ایک مضمون نقل کرکے تحریر کیا ہے سکھون کو مسلمانون کی بجائے ہندؤن نے زیادہ تکلیفین دیں ہیں۔ گروارجن کے دیگ میں اُبالے جانے۔ چھوٹے صاحبزادون کو دیوار میں چُنے جانے کا سبب کیا ہندو برہمن نہ بنے تھے۔ (الامان جولائی ۱۹۲۶ء)

مُسلمانون کی سکھ نوازی

خدمت مودی خانۂ سرکار دولت خان جاگیردار سلطان پور کی نواب کے حکم سے نانک (گرونانک) کے سپرد کرا دی۔ اور نانک اس کام میں مصروف ہوا (تاریخ پنجاب ص۲) گرورام داس نے امرتسر تالاب بنایا وہان ایک گاؤن بسایا۔ اکبر بادشاہ نے پانسو بیگہ زمین واسطے اخراجات فقرا، واجرائے لنگر اس مکان کے نذر کی (ص۱) جہانگیر بادشاہ نے دیوان چندو کو حکم دیا کہ گروارجن اگر بحلف اقرار نامہ نہ لکھدے کہ آئندہ بادشاہ کی خلاف کوئی کام نہ کریگا تو اُس کو قتل کر دیا جائے۔ (ص۲۱) گرو ہرگوبند نے شاہجہان سے اپنے باپ کا ماجرا کہا اور اپنے باپ کے قاتل کو طلب کیا۔ بادشاہ نے دیوان چندو کو گرو کے حوالہ کر دیا گرو نے دیوان چندو کو قتل کر دیا۔ (ص۲۲) دارا شکوہ گرو سے محبت کرتا تھا اور مہینون اسکو بلاکر اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک دفعہ کشمیر بھی ساتھ لیگیا۔ (ص۲۲) مخلص خان کے قتل پر (آگے واقعہ مذکور ہوگا) بادشاہ برہم ہوا تو دارا شکوہ نے بادشاہ کا غصہ گرو کی طرف سے فرو کیا۔ (ص۲۳) گرو ہررائے کو دارا شکوہ نے جاگیر دی (ص۲۵) گرو تیغ بہادر نے جب سلطنت کا ٹھاٹھ ڈالا۔ اور رامرائے اوس کے چچا نے بادشاہ کو اطلاع کی اور جاسوسون نے اوس کی تصدیق کی تو

عالمگیر نے اس کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ آئندہ فوج وغیرہ نوکر نہ رکھے قلعے نہ بنائے اور اپنا طرز فقیرانہ رکھے۔ (ص ۴۷) گرو گوبند سنگھ نے پہاڑی راجون کے ممالک کو لوٹنا اور برباد کرنا شروع کیا۔ راجون نے تنگ آکر بادشاہ کو عرضی بھیجی بادشاہ نے اون کی امداد کے لئے لشکر متعین کیا۔ گرو کو شکست ہوئی۔ گرو کی والدہ اور بچے ایک برہمن کے گھر چھپے۔ اُس برہمن نے شاہی دیوان گلجس رائے کو اطلاع کی۔ اوس نے دیوان سچانند کو اون کی گرفتاری پر مامور کر کے گرفتار کرایا جب وہ بچے وزیر خان صوبیدار کے سامنے پیش ہوئے گلجس رائے نے کہا یہ بچے گوبند سنگھ قزاق کے ہیں انکو قتل کرنا چاہیئے۔ وزیر خان نے کہا کہ قصور وار گوبند سنگھ ہے نہ کہ عورت اور بچے ان کو حراست میں رکھو۔ (خلاصہ ص ۴۷ تک) گرو جب بھاگا تو راستہ میں اوس کو دو پٹھان ملے اونہون نے بوجہ سابقہ مراسم کے گرو کو گرفتار نہ کرایا (ص ۴۸) قصبہ بہلول پور کے قاضی پیر محمد نے گرو کو پناہ دی (ص ۴۸) گرو نے عالمگیر کو خط لکھ کر معافی چاہی عالمگیر نے معاف کر دیا (ص ۵۰) دہرہ دون کے گرودوارے گرو رام رائے کو جاگیر دی (واقعات ہند) احمد شاہ درانی کے عہد میں سکھون نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس میں آلا سنگھ رئیس پٹیالہ بھی شریک تھا جب شکست ہوئی تو آلا سنگھ نے معافی چاہی بادشاہ نے معاف کر دیا (ص ۶۲) آنچہ تعلقہ پرگنہ بھٹی ہیبت پور کہ یعنی فتح آباد وغیرہ و تعلقات پرگنہ پٹیالہ مثل سنہیالہ و کوٹ مہتات در تصرف شماست باید کہ بطور قدیم در تصرف آن عقیدت دستگاہ بودہ معاف باشد۔ و از جاگیرداران قصبہ کمراہ و کھیری کوٹلہ نذرات بدستور جاگیرداران دیگر بے کم و کاست می گرفتہ باشند و آنکہ عقیدت پناہ ہیری سنگھ در ملک خود جنگ و فساد بارعایا برپا میدارد خوب نیست باید کہ دست از فساد برداشتہ مزاحمت بخلائق نہ رساند۔ مغتنم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۱۷۱ ہجری (عبارت از نقل فرمان بادشاہ عالمگیر ثانی بنام جبا سنگھ والی کپورتھلہ منقول از رسالہ رئیس ہند دہلی کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر بابتہ سنہ ۱۹۲۷ء مرتبہ پنڈت پیارے لال شرما ص ۲۶) کہ پنجاہ و دو دیہہ از تعلقہ فتح آباد وغیرہ بدون جاگیر قدیمی و متفرقات سنوات و خیل معاوضات میران پور وغیرہ کہ از پرگنہ تھارہ پتہ دریائے پار بآن عقیدت کیش از مصارف سرہند مفوض گردیدہ است عنایت فرمودیم ۲۳ ر رمضان المبارک سنہ ۱۱۷۴ ہجری (عبارت از نقل فرمان احمد شاہ ابدالی بنام جبا سنگھ والی کپورتھلہ منقول از رسالہ رئیس ہند مذکورہ بالا ص ۲۶)

گرو دوارہ گوبند سنگھ واقع ناندیر کو سلطنت نظام کی طرف سے جاگیر ہے

مسلمانوں کا حق نمک

گرو ہرگوبند نے شاہجہان کا شکاری باز جس کو ایک سکھ پکڑ لیگیا تھا چھپالیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ جس کے پاس باز ہو وہ حاضر کردے۔ گرو نے حاضر نہ کیا۔ جب مخبری ہوئی اور شاہی فوج آئی تو اُس سے کشت و خون کیا۔ یہہ گرو مسلمان کا قتل کرنا ثواب سمجھتا تھا

جسا سنگھ کا عہدیداران شاہی سے برتاؤ

سنہ ۱۷۴۳ء میں جبکہ ذکریا خان پسر عبدالصمد خان لاہور کا صوبیدار تھا اوسوقت جسا سنگھ نے ایک کثیر جمعیت سواران کی ہمراہ لیکر دیوان لکھپت رائے پر جو امین آباد سے لاہور کو خزانہ پہنچانیکے واسطے جاتا تھا حملہ کیا۔ اور اوس کو قتل کر کے کل مال و مطاع لوٹ لیا (رسالۂ رئیس سند مذکور صفحہ ۱۵) ابھی احمد شاہ ابدالی واپس ہی لوٹا تھا کہ صوبیدار لاہور پر حملہ بولدیا (جسا سنگھ نے) کہیں آدینہ بیگ کو مار بھگایا اور کہیں فوجدار امرت سر کو خاک و خون میں ملایا (رسالۂ مذکور صفحہ ۱۵) سنہ ۱۷۵۵ء میں سردار صاحب (جسا سنگھ) نے عزیز خان سپہ سالار افواج کو شکست دے کر جگرانوں اور ایکوٹ کو تاخت و تاراج کیا۔ کوہستانی راجگان کا زرخراج خود حاصل کیا اور آدینہ بیگ سے پے در پے جنگ کر کے اوسکو شکست فاش دی۔ بہت سا علاقہ فتح کرلیا۔ امید خان خواجہ سرا کو جو ایک بڑا با رسوخ تھا قتل کر ڈالا۔ اور عزیز بیگ خان کو بھی جو آدینہ بیگ نے بھیجا تھا شکست دی۔ احمد شاہ ابدالی اپنے ایک معزز سردار سربلند خان افغان کو جالندہر کا صوبیدار بنا گیا تھا آپ نے پہلے ہی حملہ میں اسے شکست دیکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ (رسالۂ مذکور صفحہ ۱۶) عزیمت بطرف شاہجہان آباد معطوف فرمودہ سبزی منڈی کہ محلۂ خاص بیرون حصار دہلی است تاخت و تاراج ساختہ نواب عبدالاحد خان وزیر بادشاہی با جمِ غفیر مقابل گشتہ آتش مجادلہ برافروخت مجاہدان با عزم و دلاور ان معرکۂ رزم چون شعلۂ جوالہ نے غلطم مانند برق خاطف بر و ریختند خرمن ہستی ا مجرق ساختند و جوق جوق از ان احزاب پیوند زمین شدند و امتعہ و اسلحہ احمال و

انتقال واموال شہریان بتصرف دست خوش نہیب خالصہ (عبارت روزنامچہ راجہ رنجیت سنگھ احوال جساسنگھ از عمدۃ التواریخ قلمی موجودہ کتب خانہ کپورتھلہ۔ تاریخ عہد رنجیت سنگھ جو بحکم رنجیت سنگھ مرتب ہوئی منقول از رسالہ مذکور صہ ۴۴)

تعجب ہے کہ سکھون کے نقصان کا باعث ہوئے چندو لال رامراے گلجس راے سچا نند وغیرہ ہندو۔ لیکن ہندؤن سے تو دشمنی کی نہیں بغض نکالا مسلمانون سے جنہون نے بار بار عنایات کیھں۔ مسلمانون کا صرف اسقدر قصور ہے کہ اونہون نے اپنی سلطنت کا تختہ اُلٹنے نہ دیا۔ اور وہ تخت چھوڑ کر ان کے لئے علیحدہ نہ ہوگئے۔ کیا کوئی سلطنت اس امر کو گوارا کرسکتی ہے کہ اوس کی رعایا اوسکی بربادی سلطنت کا سامان کرے اور وہ خاموش رہے۔ راجہ رنجیت سنگھ نے اپنے عہد حکومت میں تو باجگذار رئیسون اور رشتہ داردن کو بھی نہ چھوڑا اور دانہ پانی بند کرکرکے اونکی ریاستیں چھین لین۔

پھر گرو اور سکھون نے عام طور پر مسلمانون کو قتل کیا۔ یہ نہیں کہ جن سے عداوت ہو یا جو لڑین۔ یہ عجیب انصاف ہے عالمگیر نے گرو گوبند سنگھ کو معافی دی امن دیا لیکن گرو نے قتل و غارت کے لئے پھر بندا بیراگی کو تیار کیا۔ آلا سنگھ رئیس پٹیالہ کو احمد شاہ درانی نے معافی دیکر خطاب خلعت بخشا۔ شاہی سند لکھدی۔ جب بادشاہ کابل کو چلا گیا آلا سنگھ نے اوس کے صوبہ سرہند پر حملہ کرکے زین خان ناظم کو قتل کرڈالا۔ (صہ ۱۰۶)

توہین معابد

گرو گوبند سنگھ بحالت مفروری قصبہ ماچھی واڑہ میں ایک کھتری گلابا نام کے یہان ٹھیرا اوس نے بکرا نذر کیا۔ اوس کو جھٹکا کرکے گرو نے پکا کر کھایا اور ہڈیان قریب کی مسجد میں پھینکدین (صہ ۵۵) سکھون نے فتحیاب ہوکر (بندا بیراگی کی سرکردگی میں) اول قصبہ سادہورہ کو لوٹا ہزارون مسلمان تہ تیغ کئے مسجدین اور خانقاہین سب گرادین (صہ ۶۰) مہاراجہ (رنجیت سنگھ) نے حکم دیا کہ قلعہ لاہور و جامع مسجد بادشاہی کے درمیان جو میدان ہے اوس میں ایک باغ لگایا جائے اوسکا نام حضوری باغ رکھا جائے۔ خوشحال سنگھ نے کہا کہ درمیان میں ایک بارہ دری

بھی سنگ مرمر کی بنی چاہیئے۔ مہاراجہ نے کہا کہ پتھر منگوانا بہت مشکل ہے۔ اوس نے کہا کہ لاہور کے متصل سنگ مرمر کے مقبرے بنے ہوئے ہیں وہان سے پتھر اکھڑ والیا جائے چنانچہ مقبرۂ زیب النساء و نورجہان و آصف جاہ و جہانگیر کے پتھر اُتروا کر بارہ دری تیار ہوئی (تاریخ پنجاب) تین نوجوان سکھو نکوانا کی پولیس نے اس الزام میں گرفتار کیا ہے کہ اونہون نے ہندؤن کے ایک مندر میں ایک بت کو توڑ ڈالا - یہ بت نندا بیراگی کا تھا (الامان اگست ۱۹۲۹ء) ۱۱۵۰ھ میں سکھون نے عبداللہ خان حاکم لاہور کو قتل کیا اور جسا سنگھ کو بادشاہ تسلیم کیا اسپر احمد شاہ ابدالی نے جسا سنگھ پر چڑھائی کی اس جنگ میں بادشاہ کے ساتھ امیر نصیر خان والئی قلات بھی تھے اور امیر قلات کے ساتھ قاضی نور محمد تھے اونھون نے اس جنگ کا جنگ نامہ نظم کیا ہے جسکا قلمی اور معتبر ہونا اور اپنے پاس موجود ہونا ایڈیٹر رسالہ رئیس ہند نے تسلیم کیا۔ اور اوس کے کچھ اشعار رسالہ رئیس ہند کپور تھلہ کو لڈ جوبلی نمبر میں نقل کئے ہیں اون میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

کہ سگ ہائے بیدین کافر لعین | تغلب بہ لاہور و ملتان زمین
زلاہور تا ڈیرہ در تاختند | بنائے مساجد بر انداختند
تغلب نمودند بر اہل دین | بتاراج بردند ملتان زمین
مساجد شکستند آن حربیان | اسیرے بہ بردند اسلامیان

(صفحہ ۵۸ و ۵۹) (رسالہ رئیس ہند مذکور)

گرون کی موت

گرو نانک گرو رام داس اپنی موت سے مرے۔ گرو ارجن نے دیوان چندو کی قید میں دریائے راوی میں کود کر جان دی۔ گرو ہرگوبند جب بھاگ کر پہاڑون میں گیا وہین طبعی موت سے ۔ گرو ہررائے گرو ہرکشن طبعی موت سے مرے۔ گرو تیغ بہادر نے عالمگیر سے کہا کہ میرے پاس ایسا تعویذ ہے کہ مجھ پر تلوار اور بندوق اثر نہیں کر سکتی۔ اس امتحان میں عالمگیر نے جلاد کو حکم دیا کہ گرو پر تلوار چلائے۔ جلاد نے تلوار کا وار کیا۔ گرو کا سر کٹ گیا یہ ایک من گھڑت کہانی ہے گرو تیغ بہادر پہاڑی راجون کے ممالک میں لوٹ کھسوٹ اور قتال و جدال کی سزا میں قتل کیا گیا گرو

گو بند سنگھ کو اوس کے کہنے سے (جیساکہ آگے مذکور ہوگا) ایک پٹھان کے لڑکے نے اپنے باپ کے قصاص میں زخمی کیا۔ گرو اچھا ہو گیا۔ مگر ایک دن اپنی اظہار قوت کے۔ لئے کمان پر چلہ چڑھایا اُسس زور سے زخمون کے ٹانکے ٹوٹ گئے۔ اس صدمہ سے گرو مر گیا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ مسلمانون نے کسی گرو کو بھی قتل نہیں کیا"۔

گروؤں کے اخلاق

گرو ہر گو بند نے لاہور کے قاضی سے دوستی کی اُس سے گھوڑا مول لیا۔ قاضی کی ایک نہایت حسین کنیز کولان نام قاضی سے ناراض ہو کر گرو کے پاس چلی آئی۔ قاضی نے تقاضا کیا مگر گرو نے نہ گھوڑے کی قیمت دی نہ کنیز واپس دی اور قاضی سے چھپ کر لاہور سے امرتسر چلا گیا (صـ۲۲) ایک سکھ بادشاہ کا شکاری باز پکڑ کر لے لیا اور گورو ہر گوبند کو دیدیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ جس کسی کے پاس باز ہو وہ حاضر کرے۔ گرو نے باز چھپائے رکھا۔ (صـ۲۳) گرو گوبند سنگھ نے اپنی مان سے کہا کہ اپنے چارون پوتون میں سے ایک پوتا مجھہ کو دیدے تاکہ اوس کا سر کاٹ کر ہوم میں ڈالدوں اوس نے انکار کیا۔ گرو خروج لیکر چڑھ گیا اوس کی مان قلعہ بند ہو گئی۔ دو دن تک مان سے لڑائی رہی۔ آخر سکھون نے کہا ہم مائی سے لڑنا نہیں چاہتے ناچار گرو نے محاصرہ اٹھا لیا۔ (صـ۳۹) گرو بند سنگھ نے ایک پٹھان سوداگر سے گھوڑے خریدے اوس کو قیمت نہ دی ایک سال تک وہ تقاضا کرتا رہا۔ ایک دن مجبور ہو کر اوس نے سخت سست کہا۔ گرو نے اوس کو گالیان دین اور قتل کر دیا (صـ۵۸) گرو گوبند سنگھ چوپڑ کھیلا کرتا تھا (صـ۵۹)

گرو گوبند سنگھ کا بیان

برہمن نے کہا کہ یہ بات مبارک ہو کہ تمھاری تلوار کے قبضہ کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا۔ آپ اب جہان جائیں گے فتح نمودار ہوگی۔ یہ تغیری آپ کی مبدل بہ سرداری

وریاست و بادشاہی ہوجائیگی۔ اور مذہب آپ کا ہندؤن کے مذہب میں رواج پائیگا۔ تمام جہان میں کوئی مقابلہ کرنے والا آپ کا نہ ہوگا۔ مگر ہوم کا کام اوس وقت ختم ہوگا اور مراد دل انجام پہونچیگی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھ دو تاکہ وہ جل جائے۔ گرو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا سر یہاں دیدون تو اس ظہور ریاست اور مذہب سے مجھہ کو کیا ذوق حاصل ہوگا میں تو اسی وقت مرجاؤنگا۔ پھر سرداری اور ریاست کون کریگا۔ برہمنون نے کہا کہ بعد آپ کے آپ کے بیٹون اور پوتون کے نصیب یہ بادشاہی ہوگی۔ اور اگر آپ اپنی ذات کے لئے یہ ریاست و بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنے بیٹون میں سے ایک بیٹے کا سر ہوم میں ڈال دیجئے تاکہ ہوم کا کام تمام ہوجائے۔ (ص ۴۳) گرو کے چار بیٹے تھے جو گرو کی مان کے پاس رہتے تھے۔ گرو نے مان سے کہا کہ ایک پوتے کو مجھہ کو دیدے اوس نے انکار کیا۔ گرو فوج لیکر چڑھ گیا دو روز مان سے لڑائی رہی۔ آخر سکھون نے کہا کہ ہم مائی سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ناچار گرو نے ایک سکھ مرید کا سر کاٹ کر ہوم میں ڈال دیا۔ اور کام ہوم کا تمام ہوا۔ بعد اختتام اس کام کے گرو کو یقین آگیا کہ اب میں بموجب کہنے برہمنون کے تمام بادشاہون پر فتحیاب ہونگا کوئی بھی میرا مقابلہ نہ کرسکیگا اس واسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر تیار کیا جائے (ص ۴۴) گرو ایک گاؤن میں فروکش ہوا جہان گوبندا نام فقیر بیراگی رہتا تھا۔ سیکڑون آدمی اوس کے چیلے تھے اور مال و دولت کی اوس کو کچھہ پروانہ تھی کھلے ہاتھون روپیہ خرچ کرتا تھا اوس سے گرو کی ملاقات ہوگئی اور رابطہ اتحاد بدرجۂ کمال پہونچا۔ گرو نے اوس کا اجتماع و مال و دولت دیکھہ کر دل میں تصور کیا کہ اگر یہ شخص ہمارا سکھ ہوجائے تو اس کو اپنی جگہ گدی نشین کرکے ہر ایک امر کا منتظم اوس کو بنائیں۔ کیونکہ یہ مالدار بھی ہے۔ معتقد بھی اس کے بکثرت ہیں اور یقین ہے کہ بعد ہمارے مسلمانون سے یہہ اوس جور و ستم کا عوض لیگا جو ہم پر اور ہمارے باپ دادا پر ہوتا رہا ہے۔ یہہ سوچ کر گرو نے اوس کے مکان پر سکونت اختیار کی اور اسی داؤن میں رہا کہ کسی طرح یہ شہباز اوج مراد ہمارے دام میں پھنس جائے۔ ایک رات کو گرو اور گوبندا بیراگی دونون آپس میں بیٹھے ہوئے بے تکلف باتین کررہے تھے۔ گرو نے موقع دیکھا اور اوس کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ جب سری دیوی جی کا ہم نے ہوم کیا اور بچشم ظاہر ہم نے اون کے درشن کیے تو دیوی جی نے ہم کو فرمایا کہ اگر تو خاص بیٹے کا سر ہوم میں ڈالتا تو تیرا راج تمام سرزمین پر ہوجاتا مگر تو نے بیٹے کا سر ہوم میں نہیں ڈالا اور ایک چیلہ کا سر ہوم میں ڈالا ہے اس واسطے اب تم کو یہ مراد نہ ملے گی تمھارے کسی چیلہ کو جو تمھارا ہم نام ہوگا یہ دولت نصیب ہوگی اور وہ تمھارے

دشمنوں سے تمھارے باپ کے قتل کا بدلہ لیگا۔ اب ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم تم کو چیلہ یعنی سکھ بنا کر اپنی گدی پر بٹھلائیں (صفحہ ۴۵)

دیوی کے درشن کا جہاں ذکر ہے وہاں صاف لکھا ہے کہ گرو مارے دہشت کے بات بھی نہ کر سکا۔ اور دیوی نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ صرف تلوار کے قبضہ کو خون لگا دیا۔ علاوہ ازیں دیوی کا درشن ہوم میں سر ڈالنے سے پہلے ہوا۔ اور سر ڈالنے کے بعد گرو کو خود اپنے بادشاہ ہونے کا یقین ہو گیا دیوی نے نہیں کہا۔ اور نہ اوس وقت گرو کو یہ خیال ہوا کہ میرا کوئی مرید بادشاہ ہوگا۔ ان تمام واقعات و تاریخی بیانات پر نظر کر کے گرو کے قول پر نظر کرنی چاہیے۔

گرو گوبند سنگھ نے جب سکھ جمع ہوئے تو تقریر کی کہ مسلمانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ حسب وصیت اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتا ہوں (اس مفصل تاریخ سے کہیں اوس کے باپ کا انتقام کے لئے وصیت کرنا ثابت نہیں) دیوی جی نے ارشاد کیا کہ اب سرزمین میں کوئی تمھارا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ (دیوی نے کچھ نہیں کہا)

وحشیانہ مظالم

(گوبند سنگھ کے پاس بہت سی فوج جمع ہو گئی۔ خالصہ جی جس طرف جاتے تھے ہزاروں روپیہ کا نقد و جنس غارت کر لاتے (صفحہ ۴۴) خالصہ جی کا لشکر جدہر جاتا گاؤں کے گاؤں علاقے کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ (صفحہ ۴۵)

سلطنت مغلیہ سے مخالفت

دیوان چندو نے اپنا برہمن گرو ارجن کے پاس بھیجا کہ گرو اپنے فرزند ہرگوبند کی نسبت اوس کی لڑکی سے کرے گرو نے یہ بات منظور نہ کی۔ چندو گرو کا جانی دشمن ہو گیا۔ اس ہی عرصہ میں شہنشاہ جہانگیر اکبر آباد سے کشمیر کو روانہ ہوا جب لاہور پہونچا تو چندو نے بادشاہ

سے کہا کہ ارجن نام ایک شخص رام داس فقیر کا لڑکا اب بادشاہی کا دعوے کرتا ہے۔ ہزار ون جاٹ دہقان اس کے حکم پر جانفشان ہیں۔ دولت بھی بے انتہا جمع کر لی ہے۔ اس صورت میں سخت اندیشہ ہے کہ وہ اپنے سکھون کو جمع کرکے بادشاہ پر خروج کرے اور ایسی حالت میں کہ بادشاہ کشمیر میں ہوگا اوس کی فتنہ پردازی سے کمال مشکل ہوگی۔ اس بات سے بادشاہ کا مزاج گرو ارجن کی طرف سے برگشتہ ہو گیا۔ اور اوس کی طلبی کا حکم جاری کیا۔ دیوان چندو نے چند سوار طلبی کے لئے روانہ کئے۔ گرو چونکہ صاف باطن تھا۔ چند سکھون کو ساتھ لیکر امرت سر سے روانہ ہوا مگر اوس کے لاہور میں داخل ہونے تک بادشاہ کشمیر کو چلا گیا۔ چندو نے موقع غنیمت جان کر گرو ارجن کو قید کر لیا۔ ایسی قید شدید میں رکھا کہ گرو تنہا ایک تاریک مکان میں دن رات بسر کرتا۔ ہر روز چندو کا آدمی گرو کے پاس آکر کہتا کہ اب بھی رشتہ قبول کر لو رہا ہو جاؤ گے گرو انکار کرتا اس پر چندو اور غضبناک ہوا اور قید میں سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ چند ماہ بعد جب بادشاہ کشمیر سے واپس آیا تو چندو نے عرض کیا کہ وہ فتنہ جو گرو ارجن کی سبب سے پنجاب میں اُٹھنے والا تھا اوس کے متقید رہنے کی وجہ سے موقوف رہا۔ اب اگر اوس کو رہا کیا گیا تو وہ ضرور دل کا غبار نکالیگا اور ایسا فتنہ ہوگا جسکا انسداد لشکر جرار کے سوا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اوس کا کام تمام کیا جائے۔ یا اوس سے عہدنامہ جو وہ گرنتھ پر رکھ کر لکھدے لکھا لیا جائے کہ آئندہ سلطنت کے خلاف کوئی کام نکریگا بادشاہ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور حکم دیا کہ اگر گرو ارجن اقرار نامہ نہ لکھے تو قتل کیا جائے۔ سلطنتوں میں معتمدین کے اس قسم کے بیانات پر اکثر گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ اس میں مذہبی تعصب کا کوئی دخل نہیں۔ اس ہی قسم کی خلاف بیانی پر جہانگیر نے مدتوں مسلمانون کے پیشوا حضرت مجدد الف ثانی کو نظر بند رکھا۔

یہ حکم پاکر چندو بہت خوش ہوا اور خود گرو کے پاس گیا اور کہا اب بھی وقت ہے رشتہ قبول کر لو ورنہ مارے جاؤ گے۔ گرو نے باصرار انکار کیا۔ چندو نے غضبناک ہوکر اوس کے قتل کا حکم دیا۔ گرو اشنان کے بہانہ سے دریائے راوی میں کود گیا۔ (ملخص صہ۲۱ تک)

شاہجہان جب بادشاہ ہوکر لاہور آیا تو گرو ہرگوبند (گرو ارجن کا بیٹا اور جانشین) حاضر ہوا اور اپنے باپ کا واقعہ بیان کیا۔ اور قاتل کو طلب کیا۔ شاہجہان نے چندو کو گرو کے حوالہ کر دیا۔ گرو نے اوس کو قتل کر دیا۔ (ملخص صہ۲۲)

دیوان چندو کے قتل کے بعد ہرگوبند نے امرت سر آکر تیر اندازی و تفنگ اندازی

شروع کی۔ فوج نوکر رکھی۔ (ملخص ص۲۳)

گرو ہرگوبند نے لاہور کے قاضی سے دوستی کی اوس سے گھوڑا مول لیا۔ قاضی کی ایک خوبصورت لونڈی ناراض ہو کر گرو کے پاس آگئی۔ قاضی نے گھوڑے کی قیمت اور کنیز طلب کی گرو قاضی سے چھپ کر لاہور سے امرت سر چلا آیا قاضی نے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ نے دارا شکوہ کو حکم دیا کہ بروئے انصاف قاضی کی حق رسی کرے۔ ابھی یہ مقدمہ طے نہ ہوا تھا کہ ایک سکھ شاہی شکاری باز پکڑ کر لے گیا اور گرو کو دے دیا گرو نے اوس کو چھپا لیا۔ بادشاہ نے منادی کرائی کے جس کسی کے پاس ہمارا باز ہو حاضر کرے ورنہ سخت سزا دیجائیگی۔ مگر گرو نے اوس کی کچھہ پروا نہ کی۔ قاضی کو خبر لگ گئی کہ باز گرو کے پاس ہے اوس نے بادشاہ سے کہہ دیا بادشاہ نے مخلص خان کو سات ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ گرو کو باز و کنیز کے گھوڑا گرفتار کر کے حاضر کرو۔ گرو نے بیس ہزار آدمیوں سے مخلص خان کا مقابلہ کیا۔ مخلص خان مارا گیا اور شاہی فوج فرار ہوئی۔ اب گرو کو خیال ہوا کہ بادشاہ سخت غضبناک ہوگا۔ اس لئے امرتسر چھوڑ کر بھٹنڈا گیا۔ دارا شکوہ سے گرو کی دوستی تھی۔ دارا شکوہ نے بادشاہ کو مزید فوج کی روانگی سے باز رکھا اور رفتہ رفتہ بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا۔ بعد چند سال کے گرو کرتارپور میں آکر سکونت پذیر ہوا وہاں بھی سکھوں کا ہجوم ہونے لگا۔ صوبہ دار جالندھر نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ہرگوبند پھر فوج جمع کر رہا ہے اور اوسکا ارادہ پھر فساد کرنیکا ہے۔ بادشاہ نے دارا شکوہ کو لکھا۔ دارا شکوہ نے فوج مامور کرنے سے پہلے گرو کو کہلا بھیجا کہ کرتارپور سے بھاگ جائے چنانچہ گرو مع سکھوں کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ (ملخص تا ص۲۵)

جب عالمگیر دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تو گرو ہرراے کو طلب کیا گرو نے اپنے بڑے بیٹے رامراے کو بھیجدیا وہ خدمات سلطانی میں مشغول ہو گیا (ملخص ص۲۵)

ہرراے کے بعد رامراے اگرچہ بڑا بیٹا تھا مگر وہ زرخرید کنیزک کے بطن سے تھا۔ سکھوں نے اوس کو مسند نشین نہ کیا۔ اور ہری کشن ہرراے کے چھوٹے بیٹے کو گرو بنا لیا۔ رامراے نے بادشاہ سے اپنی حق تلفی کی شکایت کی۔ بادشاہ نے ہرکشن کو مع اوس کے طرفداروں کے طلب کیا ہرکشن دہلی پہنچ کر بہ عارضہ چیچک مر گیا (ملخص ص۲۶) ہرکشن کے بعد سکھوں نے تیغ بہادر کو گرو قرار دیا تیغ بہادر ریاست دوست تھا۔ اس نے فقیری سامان ترک کر کے امیری ٹھاٹھ ڈالے ایک ہزار مسلح سوار کی فوج نوکر رکھی۔ کرت پور میں ایک مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا۔ رامراے نے بادشاہ سے عرض کیا کہ باوجود حضور کی پشت پناہی کے میرا حق مجھہ کو نہیں ملا۔ اور تیغ بہادر گرو ہو گیا

اوس نے فوج بھرتی کی ہے اور قلعہ بنایا ہے وہ فساد کریگا۔ بادشاہ نے جاسوس مامور کئے اونھون نے بعد تحقیق رامراے کے بیان کی تصدیق کی۔ بادشاہ نے تیغ بہادر کو طلب کیا (ہر دو کس گرو تیغ بہادر و حافظ آدم) شیوۂ اخذ و جبر بجبر و تعدی اختیار نمودہ تیغ بہادر از ہندوان و حافظ آدم از مسلمانان زرہا میگرفتند و وقائع نگاران بادشاہی بعالمگیر نگاشتند کہ دو فقیر یکے ہندو و دیگر مسلمان این شیوہ را برگزیدہ اند و چہ عجب کہ اگر اقتدار شان بیفزاید خروج ہم نمایند عالمگیر بعد استماع این خبر حاکم لاہور را نوشت کہ ہر دو را گرفتہ (مفتاح التواریخ) دونون کی اطلاع ہوئی۔ عالمگیر نے بلا تفریق دونون کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حافظ آدم فرار ہوگئے۔

گرو دہلی آیا اور بہ سفارش راجہ جے سنگھ قرار پایا کہ گرو فوج موقوف کردے قلعہ کی تعمیر بند کردے۔ تیرتھون کو چلا جائے اپنا طرز فقیرانہ رکھے۔ گرو پٹنہ چلا گیا۔ عرصہ کے بعد دہلی آیا۔ ہزارون سکھ اوس کے گرد جمع ہوگئے بادشاہ اوس وقت دکن کو مہین روانہ کر چکا تھا۔ دہلی میں فوج کم تھی رامراے نے بادشاہ سے عرض کی کہ تیغ بہادر پھر آیا ہے اور سکھ جمع کر رہا ہے اندیشہ ہے کہ فساد برپا کرے۔ بادشاہ نے گرو کو طلب کیا اور کہا اگر تو ولی ہے تو کوئی کرامت دکھلا۔ گرو نے ایک تعویذ لکھ کر اپنے بازو پر باندھا اور کہا کہ میرا یہ تعویذ جس کے بندھا ہوگا اوس پر تلوار بندوق اثر نہ کریگی بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے تلوار ماری گرو کا سر کٹ گیا (ملخص ص۲۳)

تیغ بہادر کے معاملہ میں بادشاہ کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی سلطنت بھی اپنی رعایا کو فوج جمع کرنے اور قلعہ بنانیکی اجازت نہیں دے سکتی۔ اور بعد معاہدہ گرو کا سکھون کو جمع کرنا کسطرح روا رکھا جاسکتا تھا۔ اگر تعویذ کی کہانی سچ مانی جائے تو جلاد کو بادشاہ کا حکم دینے سے مقصود گرو کا قتل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تعویذ کی آزمائش جس کا گرو نے بڑے شد و مد سے اظہار کیا تھا قتل کا خیال اس لئے بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اوس وقت تک کوئی اس قسم کی گفتگو یا معاملہ پیش نہ آیا تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ بادشاہ گرو کو قتل کرائے گا"۔ اس گرو کا قتل اصل میں قتل و غارت کے قصاص میں ہوا۔ چنانچہ ولیم ولاسن بیل صاحب لکھتے ہیں بعد قید اور دیگر حکم دوبارہ تیغ بہادر رسید کہ اورا کشتہ (مفتاح التواریخ)۔

تیغ بہادر کے بعد گوبند سنگھ گدی نشین ہوا اور اس فکر میں رہنے لگا کہ اپنے باپ کا بدلہ اورنگ زیب سے لے اوس نے ماکھووال میں سکونت اختیار کی اور ایک قلعہ بنایا۔ دن رات فراہمی لشکر اور خزانہ کی فکر میں رہتا۔ گرو نے چند برہمن بلائے کہ منتر پڑھ کر دیوتاؤن کو مسخر کرے۔

اور اون کی مدد سے بادشاہ پر فتح پاے برہمنون نے ہوم کیا جو ایک سال تک ہوتا رہا جس پر بے تعداد روپیہ صرف ہوا۔ یہان سے ہم مورخ کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں جو سنہ ۵۳ سے شروع ہوکر سنہ ۴۷ تک ختم ہوئی ہے کیونکہ اس واقعہ پر گرو کی خلاف بیانی کی بنیاد قایم ہے۔

وہُو ہٰذا

برہمنون نے جگ کی تیاری کی اور کوہ نینا دیوی انندپور سے کسی قدر فاصلہ پر مقام جگ کا قرار پایا۔ اور چارون طرف دیوار عظیم بناکر ہوم شروع ہوا ایک سال کامل تک یہ ہوم ہوتا رہا۔ دن رات گرو گوبند سنگھ اور برہمن اسی کام میں مصروف رہے۔ سوا کے ہوم کرنے اور منتر پڑہنے کے اور کچھ کام نہ تھا۔ لاکھون روپے اس کام پر صرف ہوگئے۔ گھی اور تیل اور ناریل ہزارون من جل گیا۔ بعد اتمام مدت ہوم کے جب وہ وقت آپہنچا کہ اشٹ بھجی دیوی کے درشن ہون اور ہوم مقبول ہوکر دیوی کا بر (اجازت) حاصل ہوئے۔ برہمنون نے گرو گوبند سنگھ کو کہا کہ اب ہم تو باہر جاتے ہیں تم اسی جگہ حاضر رہو۔ جب دیوی جی کی شکل ظاہر ہو ہرگز دل میں خوف نہ کرنا۔ اور مستقل حالت پر رہ کر اپنی تمام آرزو دیوی جی کی خدمت میں عرض کرنا [illegible] بات کہہ کر تمام برہمن اوس مکان سے باہر چلے گئے۔ اور گرو گوبند سنگھ تلوار کمر میں حمایل کرکے [illegible] ہو بیٹھا اور اُسی طرح جس طرح برہمن سکھلا گئے تھے منتر پڑھنا شروع کیا۔ اتنے میں ایک صورت عجیب و غریب مہیب سخت ہیبتناک بروئے تابان و مانند مہر درخشان نمایان ہوئی۔ چونکہ وہ صورت نہایت ڈراونی تھی اور گرو گوبند سنگھ نے پہلے اس سے کبھی ایسی صُورت نہیں دیکھی تھی اس واسطے اوس کو سخت خوف طاری ہوا اور دل کانپنے لگا۔ بدن میں رعشا ظاہر ہوا نزدیک تھا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑے لیکن اپنے دل کو خوب جمع کرکے نہایت دلاوری اور مردانگی سے اوسی طرح بیٹھا رہا مگر زبان سے کچھہ عرض نہ کرسکا اور نہ اُس وقت زبان کی حرکت نے یاری دی صرف اتنا ہوسکا کہ اپنی تلوار کے قبضہ کو اٹھاکر دیوی جی کے آگے رکھ دیا۔ دیوی نے مہربان ہوکر تھوڑا سا رنگ اُن رنگون میں سے جو پوجا کے واسطے وہان رکھے تھے لیکر قبضہ کو لگا دیا اور نظر سے غائب ہوگئی [illegible] بعضے کہتے ہیں کہ دیوی کی صورت نظر نہیں آئی۔ مگر آواز سنی گئی کہ اوس سے سخت ہیبتناک کوئی آواز روئے زمین پر نہ ہوگی۔ اور ہوم کی آگ سے ایسا چمکارہ نکل کر چمکا کہ تمام جہان روشن ہوگیا اور تین مرتبہ ایک تلوار ہوم کی آگ سے باہر نکلی اور آواز آئی کہ اے گوبند سنگھ اس تلوار کو [illegible]

اپنے ہاتھ میں پکڑ لے۔ مگر گرو کے ہوش و حواس تو اس ہیبتناک آواز سے ہی جاتے رہے تھے ہاتھ نہ اُٹھا اور نہ اس تلوار کو ہاتھ میں لے سکا اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔ آخر جب گرو گوبند سنگھ بعد رفع ہونے اس حالت کے مکان سے باہر آیا اور صورتِ حال برہمنون کے آگے بیان کی تو انہوں نے جواب دیا کہ اگرچہ آپ نے زبانی اپنی عرض دیوی جی سے نہیں کی۔ اگر اظہار حال کرتے تو دیوی جی بر دیجاتی۔ اور تمام دیوتے روئے زمین کے تمہارے تابع ہوجاتے مگر اب بھی یہ بات مبارک ہوئی کہ تمہاری تلوار کے قبضہ کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا آپ اب جہان جائینگے فتح نمودار ہوگی۔ یہ تقریر ہی آپ کی مبدّل بسرداری وریاست و بادشاہی ہوجائیگی۔ اور مذہب آپکا ہندؤن کے مذہب میں رواج پائیگا۔ تمام جہان میں مقابلہ کرنیوالا آپ کا نہ ہوگا۔ مگر ہوم کا کام اس وقت ختم ہوگا اور مراد دل بانجام پہونچیگی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھدو تاکہ وہ جل جائے۔ گرو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا سر یہاں دیدون تو اس ظہور ریاست اور مذہب سے مجھکو کیا ذوق حاصل ہوگا میں تو اسیوقت مرجاؤنگا۔ پھر سرداری اور ریاست کون کریگا۔ برہمنون نے کہا کہ بعد آپ کے آپ کے بیٹے اور پوتون کے نصیب یہ بادشاہی ہوگی۔ اور اگر آپ اپنی ذات کے لئے یہ ریاست و بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا سر اس ہوم میں ڈال دیجئے تاکہ ہوم کا کام تمام ہوجائے فقط

گرو گوبند سنگھ کے چار بیٹے تھے جو گرو کی مان کے پاس رہتے تھے گرو نے اپنی مان کے پاس پیغام بھیجا کہ چارون پوتون میں سے ایک مجھے دیدو تاکہ میں اس کا سر ہوم میں ڈالدون۔ گرو کی مان نے انکار کیا گرو فوج لیکر چڑھ گیا۔ دو روز تک لڑائی رہی۔ تیسرے دن سکھون نے کہا کہ ہم آپ کے حکم سے ہر ایک سے لڑنے کو طیار ہیں مگر مائی سے نہیں لڑینگے۔ یہ سن کر گرو نا امید ہوا اور مان کے پاس جاکر بہت خوشامد کی مگر وہ رضامند نہ ہوئی۔ آگے پھر مؤرخ کے اصل الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔ (ایک سکھ کا سر اتار کر آگ میں ڈال دیا اور کام ہوم کا تمام ہوا۔ بعد اختتام اس کام کے گرو کو یقین آگیا کہ اب میں بموجب کہنے برہمنون کے تمام بادشاہون پر فتحیاب ہونگا۔ کوئی میرا مقابلہ نہ کرسکیگا اسواسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر طیار کیا جائے اور بادشاہ وقت سے سلطنت چھین لی جائے) اب گرو نے سکھون کے نام پروانے جاری کئے کہ جنگ کے لئے حاضر ہون جو حاضر نہ ہوگا وہ دوزخی ہوجائیگا۔ جب سب سکھ جمع ہوئے تو گرو نے تقریر کی کہ مسلمانون نے ہم پر ظلم کیاہے اور میرے باپ کو قتل کیاہے۔ میں حسب وصیت اپنے باپ کے

بدلہ لینا چاہتا ہون۔ (اس مؤرخ نے کسی مضمون کا تذکرہ نہیں کیا) دیوی جی نے ارشاد کیا ہے کہ اب سرزمین پر کوئی تمہارا مقابلہ نہ کرسکے گا۔ (دیوی نے تو کچھ بھی نہیں کہا اور اگر اس آواز کا آنا تسلیم کیا جائے کہ جس کو مؤرخ نے ذکر کیا ہے تو اوس میں بھی یہ بات نہ تھی۔ برہمنون نے بھی کم از بیٹے کے سر کی شرط لگائی تھی۔ یہ سب گرو کا خود قائم کردہ خیال تھا جس کو اس طرح بیان کیا) مسلمانون سے لڑائی کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ خطۂ پنجاب میں کسی مسلمان کا نام ونشان نہ رہے (باپ کا قتل کرنا تو بادشاہ دہلی کے سر رکھا جاتا ہے پنجاب کے مسلمانون کا کیا قصور تھا) جب یہ کام ہو لے تو مجمع کے ساتھ دہلی پر حملہ کرو۔ اور برہمن چھتری یہ ذاتین ترک کرکے سب ایک ہو جاؤ۔ اور شاسترون میں جو تیرتھ کرنا ٹھاکر دوارون میں جانا ٹھاکر دوارون کی پرستش کرنا وغیرہ لکھا ہے میں سب کو موقوف کرتا ہون۔ ہماری پرستش گاہیں گرو نانک کا ڈیرہ وغیرہ ہیں۔ برہما بشن مہیش اور بارہ اوتار جو ہندو مانتے ہیں اون کو بھی دل سے نکال ڈالو۔ جنیو توڑ دو۔ اس پر بہت سے لوگ برہمن وغیرہ برہم ہو کے چلے گئے۔ خاکروب۔ نجار وغیرہ رہ گئے۔ گرو نے اون کو سکھ بنایا۔ اور کہا کہ مسلمانون سے جنہون نے گرؤن کو قتل کیا ہے لڑونگا اور کہو دہرم ناس یعنی اس سے پہلے جو میرا مذہب تھا کہ میں شاسترون کی لکھی باتون پر عمل کرتا تھا وہ بھی میں نے ترک کیا۔ گرنتھ پر عمل کرونگا۔ اور کرم ناس یعنی جو کچھ مذہب ہنود میں لکھا ہے کہ مرنے کے بعد جزا سزا اعمال ہوگی اور انسان کی روح بطور تناسخ کے حیوانون کے جسم میں جاکر اپنے اعمال کی سزا پائیگی یہ باتین تمام اپنے تصور سے دور کردو۔ (ملخص تا صـ۳۴)

بہت سی فوج جمع ہوگئی خالصہ جی جسطرف جاتے ہزارون روپئہ کا نقد وجنس غارت کرلاتے۔ چونکہ چارون طرف پہاڑی راجون کا ملک تھا راجگان کوہی سکھون کے ہاتھ سے تنگ آگئے اور سب نے ملکر پے درپے خطوط گرو کے نام لکھے کہ اپنے لشکر کو ہمارے ملک کی غارت سے باز رکھو ورنہ جنگ ہوگی۔ گرو نے اون کے خطون پر کچھ خیال نہ کیا اور کہا گرو کا لشکر کسی سے رک نہیں سکتا۔ آخر جب پہاڑی راجے تنگ آگئے تو سب فوجین لیکر گرو پر چڑھ آئے مگر شکست کھائی راجونکی فوج بھاگ گئی۔ سکھون نے اون کا تعاقب کیا بے شمار قتل کرڈالے مال نقد جنس بہت سا لوٹ میں لائے سب راجے دب گئے خالصہ جی کا لشکر جدھر جاتا گاؤن کے گاؤن علاقے کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ پہاڑی راجے اطاعت پر مستعد ہوگئے۔ اور چاہا کہ گرو سالانہ نذرانہ بطور گرون کے یعنی جس طرح فقرا راجون سے لیتے ہیں لے لیا کرین۔ مگر ہمارے علاقہ میں لوٹ مار نہ کرے

یہ بات گرو نے منظور نہ کی تو سب راجاؤن نے ایک عرضی عالمگیر کو لکھی۔ بادشاہ نے جب ایسا حال سنا غضبناک ہوا اور صوبیداران لاہور و سرہند کے نام فرامین جاری کیئے کہ فوج لیکر پہاڑی راجون کی مدد کرو۔ اور اون کا علاقہ و مال جسقدر گوبند سنگھ نے دبالیا ہے واپس کرا دو اور گرو کو گرفتار کرکے پیش کرو اوس کا مال نقد و جنس جسقدر ہو ضبطی میں لاکر سرکاری مال سمجھو" صوبیداران لاہور و سرہند لشکر کشی کرکے پہاڑی راجون کے لشکر سے جا ملے اور گرو کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا روزانہ لڑائی ہوتی فریقین کے آدمی مارے جاتے تھے۔ سات مہینے تک یہی حال رہا قلعہ میں رسد جانی بند ہوگئی تھی سب قلعہ کا غلہ ختم ہوگیا تو سکھ مجبور ہو ہو کر گرو کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ گرو کی والدہ بھی تنگ ہوگئی۔ اوس نے نہایت عاجزی سے پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا میرے کہنے کا نہیں۔ اگر میرے کہنے کا ہوتا تو دوستون کو کیون دشمن بناتا۔ تم اجازت دو تو میں اپنے دونون پوتون کو لیکر نکلجاؤن محاصرہ کرنیوالون نے اجازت دیدی۔ گرو کی والدہ پوتون کو لیکر سرہند پہونچکر ایک ہندو معتقد کے یہان ٹھیری دو روز بعد اوس ہندو کو طمع دامنگیر ہوئی۔ اوس نے سوچا کہ گرو کی مان اور بچون کو گرفتار کرا کر انعام حاصل کرنا چاہیئے۔ اوس نے صوبہ سرہند کے دیوان گلجس رائے کو اطلاع کردی اوس نے دیوان سچانند کو اون کی گرفتاری پر مامور کیا۔ جب گرو کی مان مع پوتون کے گرفتار ہو کر وزیر خان صوبیدار کے سامنے پیش ہوئی تو وزیر خان نے عورت اور بچون کے قتل کا حکم ندیا۔ کیونکہ شرع محمدی میں کفار کی عورت اور بچونکا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ وزیر خان نے سچانند کو حکم دیا کہ ان کو اپنی حراست میں رکھے گلجس رائے نے وزیر خان سے کہا کہ یہ لڑکے گوبند سنگھ قزاق کے ہیں جو بروز روشن رہزنی کرتا ہے اور بادشاہ سے باغی ہو کر ارادہ رکھتا ہے کہ خود بادشاہ ہو ان کو مار دینا بہتر ہے۔ وزیر خان نے جواب دیا کہ میں ہرگز خلاف شرع شریف کے حکم نہ دونگا کیونکہ گنہگار گوبند سنگھ ہے اوس کی والدہ اور بچے مجرم نہیں بہتر ہے کہ مقید رہیں یہ کہہ کر وزیر خان نے لڑکون کو بلایا اور رحم کرکے روبرو بیٹھایا اور کہا اب ہم تمہیں چھوڑ دین تو کہان جاؤگے۔ اور کیا کروگے لڑکے بولے تم ہمارے جانی دشمن ہو یہان سے چھوٹ کر اپنے سکھون کو جمع کرکے تم سے لڑین گے۔ تم کو مارین گے۔ وزیر خان نے کہا اگر فتحیاب نہ ہوئے اور بھاگ گئے تو پھر کیا کروگے۔ انہون نے کہا پھر فوج جمع کرکے لڑین گے یا خود مارے جائیں گے یا تم کو مارین گے۔ یہ سنکر وزیر خان نے کہا درحقیقت یہ لڑکے قتل کرنے کے قابل ہیں۔ اور گلجس رائے کو حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے سے لے جاؤ اور اپنے گھر لے جا کر قتل کردو۔ چنانچہ وہ ہندو لڑکون کو اپنے ساتھ لایا اور قتل کردیا۔ ایک دن گرو بھی قلعہ سے چھپ کر بھاگا راستہ میں

دو پٹھان ملے۔ اونہون نے چاہا کہ گرو کو گرفتار کرا دین۔ گرو نے اون کی خوشامد کی۔ اُنہون نے بوجہ سابقہ دوستی کے گرو کو چھوڑ دیا۔ گرو قصبہ بہلول پور ضلع لدہیانہ میں پہنچا اور اپنے استاد قاضی پیر محمد کے یہان ٹھیرا۔ قاضی نے اوس کو چھپا لیا اور کہا کہ مسلمانون کی سی وضع بنالو۔ چنانچہ گرو نے مسلمانون کی سی صورت بنالی۔ وہان سے چل کر گرو قصبہ ماچھی واڑہ میں پہنچا۔ اور گلا یا کھتری کے یہان ٹھیرا اوس نے ایک بکرا نذر کیا اوس کو جھٹکا کر کے کھایا اور ہڈیان مسجد میں پھینکدین اور صبح ہی وہان سے چلدیا۔ جب مُلّا آیا اوس نے گلا یا سے کہا اوس نے کہا کہ میرے مہمان نے ایسا کیا۔ مُلّا نے حاکم کو خبر کی۔ حاکم نے گرفتاری کا حکم دیا۔ گرو ایک جنگل میں چھپا رہا۔ اتفاقاً ایک دن گرو کے ساتھ کا ایک سکھ گاؤن کی آبادی کے قریب جا نکلا۔ مُلّا نے اوس کو پہچان کر گرفتار کر لیا۔ سکھ نے مقابلہ کیا۔ مُلّا کو مارا۔ مُلّا کی مدد کیلئے چند مسلمان آگئے سکھ نے اون پر پتھر برسائے۔ حاکم کو خبر ہوئی۔ حاکم نے سکھ کو گرفتار کرا کر قتل کیا۔ گرو وہان سے بھاگ کر کوٹ کپورا پہنچا۔ وہان کے حاکم کو خبر ہوئی اوس نے فوج مامور کی۔ گرو اس فوج سے لڑا اور بھاگ گیا۔ آخر جنگل جنگل پھرتا پھرتا تنگ آگیا تو عالمگیر کو ایک عرضی لکھی اوس میں بہت عاجزی سے لکھا کہ میں ایک فقیر ہون۔ بادشاہ کے شایان شان نہیں کہ فقیر کے خون کے درپئے ہو۔ میری سب اولاد ماری گئی۔ گھر بار لٹ گیا اب میرا کوئی ٹھکانا نہیں جہان بیٹھ کر یاد الٰہی کر سکون بادشاہ اگر مجھ کو معاف کر دے تو آیندہ قصور نہ ہوگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ گو بند سنگھ اگر فقیرانہ طور پر رہنا چاہتا ہے تو کوئی اوسکا مزاحم نہ ہو۔ اب گرو نے کوٹ کپورا میں سکونت اختیار کی۔ عالمگیر بیمار ہوا تو پھر سکھ جمع ہوئے۔ کوٹ کپورا کے حاکم نے بلا کر گرو سے کہا۔ دیکھو بہتر یہی ہے کہ تم فقیر بنے رہو اگر ذرا ہاتھ پاؤن نکالے تو آفت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ گرو نے سوچا کہ میرے سکھ جمع تو ہو جاتے ہیں مگر جب تلوار کا سامنا ہوتا ہے بھاگ جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تنہا مجھ پر آفت آئے۔ چونکہ کوٹ کپورا کا حاکم گرو سے بدظن ہو گیا تھا اس لئے گرو نے دمدمہ کو نقل سکونت کی اور وہان سے دکن آیا۔ اور گو بندا بیراگی کو چیلا بنایا (اس کا حال پہلے گزر چکا ہے) گرو نے بندا بیراگی سے کہا جب تم راجہ بن جاؤ تو حتی الامکان مسلمانون کو قتل کرنا۔ آخر بندا بیراگی حسب ہدایت گرو پنجاب آکر گرو بنا اور گرو خود چیلا بنکر میں رہا۔ گرو بسبب اس کے کہ خویش و اقارب اولاد سب مارے گئے تھے زندگی سے بیزار تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح مر جاؤن یا کوئی مجھ کو مار ڈالے۔ اتفاقاً ایک پٹھان سوداگر آیا گرو نے اوس سے گھوڑے خریدے مگر قیمت نہ دی وہ عرصہ تک تقاضہ کرتا رہا۔ جب ایک برس ہو گیا تو اوس نے سخت سست کہا۔ اس پر گرو نے اوس کو سخت کہا اور قتل کر دیا پھر بہت پچھتایا اور اوس کے جورو

سچون کو بہت سا روپیہ دے کر راضی کر لیا۔ اور اوس کے لڑکون کو اپنے پاس رکھا۔ اکثر اون لڑکون کے سامنے گرو کہتا کہ جو اپنے باپ کا بدلہ نہ لے وہ نطفۂ حرام ہے۔ ایک دن گرو چوپڑ کھیل رہا تھا۔ ایک دفعہ یہہ کہا کہ جس کے باپ کا قاتل اوس کے سامنے بیٹھا ہو اور وہ قتل نہ کرے تو وہ نطفۂ حرام ہے۔ اس پر پٹھان کے لڑکے نے گرو کے خنجر مارا اوس کی انتڑیان باہر نکل آئین سکھون نے اوس کو گرفتار کر لیا۔ گرو نے چھوڑا دیا اور کہا کہ اوس نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ جراح کے علاج سے گرو کو آرام ہو گیا۔ ایک دن ایک کمان آئی گرو نے کہا دیکھیں اسکا چلہ ہم سے چڑھتا ہے یا نہیں یہہ کہہ کر زور کیا۔ زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور اس صدمہ سے گرو مر گیا (ملخص تا ۵۹) بعد گرو گوبند بندا بجائے او نشست و اقتدار بسیار بہم رسانید۔ چون کینہ ہائے دیرینۂ قتل تیغ بہادر و پسران گرو گوبند در دل داشتہ بر دیہات و آبادی اہل اسلام ہر جا دست اومی رسید تاختہ از سکنۂ آنجا ہر کرامی یافت ایغائی کرد۔ ہر چند اطفال صغر السنہ باشند حتی از نہائے حاملہ مسلمانان را شکم دریدہ بچہ را بیرون کشیدہ میکشتند بہادر شاہ استماع شورش اونمودہ افواج بر تنبیہ او گماشت (آگے لکھتے ہیں) در غارت و تخریب مساجد و نیست قبور مسلمانان قصورے نمی نمود (مفتاح التواریخ ولیم ٹامس بیل)"۔

بندا بیراگی پنجاب آیا۔ بہت سکھ جمع کئے۔ روپیہ فراہم کیا۔ عالمگیر کا انتقال ہو چکا تھا ملک میں بدامنی تھی۔ بندا نے پہلے قطاع الطریقی رہزنی اختیار کی۔ بڑے بڑے ڈاکے مار کر دولت جمع کی رعایا نے صوبیدار سرہند سے فریاد کی۔ صوبیدار نے فوج مامور کی شاہی فوج نے شکست کھائی وزیر خان صوبیدار مارا گیا۔ اوس کی لاش کو سکھون نے درخت میں لٹکا دیا تا کہ چیل کوے کھائیں۔ سکھون نے فتحیاب ہو کر اول قصبہ سادہورہ کو لوٹا۔ ہزارون مسلمان تہ تیغ کئے۔ مسجدین اور خانقاہیں سب گرا دین۔ پھر سرہند کو غارت کیا۔ مسلمانون کے عورتیں بچے قتل کر ڈالے بڑی بڑی حویلیان آگ لگا کر جلا دین۔ مسجدون اور مزارون میں سے کوئی مکان باقی نہ چھوڑا۔ قصبہ سامانہ میں دس ہزار مرد عورتین قتل کئے۔ جب اس فتح کی خبر ماجھہ میں پہنچی تو سکھون نے جمع ہو کر قصبہ بٹالا اور کلانور کو لوٹا صدہا مسلمان مار ڈالے۔ پھر لاہور کے ملحقہ قصبون کو لوٹا غارت کیا۔ جب بہادر شاہ کو خبر ہوئی وہ آیا اور بادشاہی لشکر مقابلہ پر ہوا۔ سکھ بھاگ نکلے۔ بندا قلعہ مخلص پور میں قلعہ بند ہو کر کچھہ دنون لڑا آخر بھاگ نکلا۔ جب بہادر شاہ کا انتقال ہوا اور سلطنت میں نزاع ہوا تو پھر بندا نکلا اور سکھہ جمع ہوئے۔ یہ جس شہر اور قصبہ کو جاتے برباد کر دیتے گاؤن کے گاؤن کو آگ لگا دیتے۔ جو

مسلمان ان کے روبرو آجاتا جان بر نہ ہوتا۔ کیونکہ بموجب فرمان گورو گوبند سنگھ مسلمان کے قتل کرنے کو یہ صواب عظیم اور موجب نجات تصور کرتے تھے۔ جب فرخ سیر بادشاہ نے فوج بھیجی بندا پھر فرار ہوگیا۔ ایک مدت کے بعد پھر بندا نکلا اور پچاس ہزار سکھ جمع ہوئے اور کلانور پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ نے فوج مامور کی۔ بندہ محصور ہو کر مجبور رہوا۔ اور نہایت خوشامد سے نواب عبدالصمد خان جنرل افواج مغلیہ کو پیغام بھیجا کہ اگر میری جان بخشی ہو تو آئندہ قصور نہ ہوگا۔ نواب نے جواب دیا کہ وہ حاضر ہو جاوے میں اوس کی جان بخشی کی سفارش کرونگا۔ بندا حاضر ہوگیا۔ بندا کو گرفتار کرکے لوہے کے پنجرے میں بند کرکے دہلی بھیجا گیا۔ جہاں وہ قتل کیا گیا۔ (ملخص تا ص۶۵) محمد شاہ کے زمانہ میں سکھوں نے پھر سر اٹھایا۔ جا بجا غارت گری ہونے لگی۔ روز روشن ڈاکے پڑنے لگے رعایا نے بادشاہ کو عرضی بھیجی۔ بادشاہ نے نواب ذکریا خان کو مامور کیا۔ اور دیوان لکھپت رائے کو مدارالمہام کیا اور ایک گشتی فوج سکھوں کی نگرانی کے لئے مامور کی۔ بڑے بڑے ڈاکو گرفتار ہو کر قتل کئے گئے (ملخص ص۶۵)

جب احمد شاہ درانی کا زمانہ ہوا یحییٰ خان حاکم پنجاب تھے سکھوں نے سر اٹھایا اور بادشاہی علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ جا بجا تاخت و تاراج کا بازار گرم ہوا۔ قصبہ ایمن آباد پر جسپت رائے فوجدار نے سکھوں کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ جب اوس کے بھائی دیوان لکھپت رائے کو خبر ہوئی وہ فوج لیکر چلا۔ سکھ جموں میں جا چھپے مگر اوس نے پیچھا نہ چھوڑا اور جموں میں جاکر بے شمار سکھ قتل کئے اور ایک ہزار سکھ پابزنجیر لاہور لایا۔ اور سب کو گدھوں پر سوار کرکے سربازار تشہیر کرایا۔ پھر بیرون دہلی دروازہ لے جاکر سب کو قتل کیا۔ اوسی مقام پر اون کی لاشیں دفنائیں گئیں جہاں اب سکھوں کا شہید گنج بنا ہوا ہے۔ اب بھی وہاں سکھوں کا مجمع رہتا ہے اور تمام دن بھنگ گھٹتی رہتی ہے۔ (ملخص تا ص۷۱)

جب معین الملک لاہور کی حکومت پر مامور ہوا تو سکھوں نے سر اٹھایا اور امرت سر میں ایک گلی قلعہ بنا کر رام رتنی نام رکھا اوس میں مجمع غارت گروں کا رہتا تھا۔ معین الملک نے جنگ کرکے رام رتنی کو گرا دیا اور حکم دیا کہ جو سکھ ملجائے اوس کے کیس اور ڈاڑھی مونڈ دیجائے یہ سُن کر سکھ پہاڑی ریاستوں کو بھاگ گئے میر منو نے پہاڑی راجوں کو حکم دیا کہ جو سکھ ملے گرفتار کرکے بھیجو۔ ہر روز سکھ پکڑے آتے اور گردن مارے جاتے۔ پھر تو انتظام اس قوم بدلگام کا خوب ہوگیا تھا۔ احمد شاہ درانی کے چلے جانے کے بعد پھر سکھوں نے سر اٹھایا۔ معین الملک نے

فوج بھیجی۔ سکھ بھاگ گئے (ملخص تا ص۸۴)

مرہٹون کے زمانہ میں سکھون کی غارت گری جاری تھی۔ کوئی سکھ زمیندار اپنے گاؤن کا مالیہ مرہٹون کو نہ دیتا تھا سوائے مظلوم مسلمان رعایا کے کوئی اون کا حکم نہ مانتا تھا (ص۸۹) سنہ ۱۷۶۳ء میں سکھ عاقل داس مہنت جنڈیالہ کو لوٹنے کے لئے چڑھ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی مہنت سے احمد شاہ ابدالی کی دوستی تھی۔ اوس نے امداد کے لئے شتر سوار کابل روانہ کیا۔ بادشاہ چالیس ہزار سوار لیکر پہنچا۔ سکھون نے بادشاہ کی آمد کی خبر سُن کر جنڈیالہ کا محاصرہ چھوڑ کر علاقہ سرہند میں غارت گری شروع کر دی۔ زین خان صوبیدار سرہند نے جنگ شروع کی۔ بادشاہ بھی پہنچ گیا۔ سکھون نے جب دُرانیون کو دیکھا بے اختیار بھاگے۔ دُرانیون نے چارون طرف سے سکھون کو گھیر لیا۔ چوبیس ہزار سکھ قتل ہوا۔ سکھون میں یہ لڑائی گہلو گھارا کے نام سے مشہور ہے۔ آلا سنگھ رئیس پٹیالہ بھی اس جنگ میں شریک تھا وہ گرفتار ہوا اور معافی چاہی۔ بادشاہ نے معاف کر دیا اور اسکی ریاست و خطاب بھی بحال کیا۔ جب بادشاہ کابل چلا گیا۔ سکھون نے پھر قتل و غارت شروع کر دیا سرہند کو جا گھیرا۔ زین خان صوبیدار مارا گیا۔ اور شہر کو اس طرح لوٹا کہ رعایا محتاج ہو گئی۔ کابلی مل بادشاہ کی طرف سے لاہور کا حاکم تھا۔ سکھون نے اوس کے پاس پیغام بھیجا کہ قصابان گاؤ کُش کو قتل کر دو۔ ورنہ تمھاری خیر نہیں۔ کابلی مل نے چند قصابون کے ناک کان کٹوا کر لاہور سے نکلوا دیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی پھر لشکر لیکر آیا مگر سکھ بھاگ گئے۔ بادشاہ نے داور خان کو صوبیدار اور کابلی مل کو معاف کر کے اوس کا نائب بنایا۔ چند روز بعد کابلی مل نے بخلاف حکم شاہی داور خان کو گرفتار کر لیا۔ اور خود مختارانہ حکومت کرنے لگا۔ سکھون کو خان جہان خان والئی رہتاس سے جنگ کرنے کے لئے اُبھارا۔ لڑائی ہوئی۔ خان جہان خان نے شکست کھائی بادشاہ کو لکھا بادشاہ پھر آیا۔ اور کابلی مل کو قید کر دیا۔ اوس نے معافی چاہی پھر معاف کر کے بحال کر دیا۔ سکھ بھاگ گئے بادشاہ کابل چلا گیا۔ مگر سکھون نے لاہور پر قبضہ کر کے کابلی مل کے قبائل کو قید کر لیا جنکو پچیس ہزار روپیہ دیکر کابلی مل نے چھوڑایا۔ (ملخص تا ص۸۷)

ہیرا سنگھ جاٹ بہت غریب تھا۔ اوس کے کنبہ کو ہفتہ میں چار چار فاقے ہو جاتے تھے کسی طرح گزر نہ ہوتی تھی جب اوس سے کوئی صورت نہ بن پڑی اور اس نے دیکھا کہ سیکڑون آدمی سکھ بن کر رہزنی کرتے ہیں اور آسودہ حال ہو جاتے ہیں۔ میں بھی سکھ بن جاؤن اور رہزنی پر کمر باندھ لون۔ اس ارادہ سے وہ سکھ بنا۔ اور سکھون کی چوتھی مثل نکیون سکھون کا سردار ہوا۔

(ملخص صلـ۹۶)

کپور چند شکست آدمی تھا۔ اوس نے سوچا کہ دولت حاصل کرنیکا ذریعہ یہہ ہے کہ سکھ بن جاؤن تو لوٹ مار سے بہت کچھ ملے گا۔ چنانچہ سکھ بن کر اوس نے غارتگری شروع کی اوسکا قول تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پانسو مسلمانون کو قتل کیا ہے یہ عمل میری نجات کا موجب ہوگا میں نے گرو گوبند سنگھ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ یہ سکھون کی آٹھوین مثل فیض اللہ پور لونکا سردار ہوا۔
(ملخص صلـ۹۶)

نوٹ ۔غرض اس تاریخ کے دیکھنے سے اور سکھون کے تمام مثلون کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مورخ نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ لوگ رہزنی کے خیال سے سکھ بنتے تھے اور سکھ ہوکر رہزنی کرتے تھے۔

رنجیت سنگھ کے وحشیانہ مظالم

(جنگ ہزارہ) رنجیت سنگھ نے فوج کا افسر رانی سدا کنور کو مقرر کیا۔ لیکن اوس کے پہنچنے سے پہلے امن و امان ہوگیا۔ رانی نے تجویز کی کہ قوم زبتہ مفسد ہے اس لئے اس تمام قوم کو قتل کردیا جائے۔ سکھ فوج مفسدون کی تنبیہ اور غارت میں مصروف ہوئی۔ انہون نے مطیع اور مفسدون کو ایک نظر سے دیکھا۔ اور ہر ایک گاؤن کو برابر لوٹنا اور جلانا شروع کیا (صلـ۲) شہزادہ شیر سنگھ نے ہزارہ کی رعیت کو کمال تنگ کیا۔ بہت سے گاؤں لوٹ لئے اور بہت سے جلاکر خاک کرڈالے۔ ہزاروں آدمی ہزارہ کے تہ تیغ کرڈالے۔ رنجیت سنگھ نے شہزادہ کی اس کارگزاری پر اظہار خوشنودی کیا (۸۷) ہری سنگھ نلوہ نے فوج کو اشارہ کیا دشمنون کے گاؤن اور بستیان لوٹ لین۔ اس حکم کے سنتے ہی سکھون کی فوج غارت پر ٹوٹ پڑی۔ گاؤن کے گاؤن لوٹ کر جلادئے۔ ہزارون بیل گائے بھینس سکھ لائے۔ رنجیت سنگھ نے جمعدار خوشحال سنگھ کو حکم دیا کہ فوج لیکر پہاڑی راجون سے خراج وصول کرے۔ اور جو راکر چکے ہیں اون سے پیشگی وصول کرے۔ اوس نے راجون اور رئیسون کو ایسا تنگ کیا کہ سارا پہاڑ الامان پکار اٹھا راجہ چنبہ نے عذر کیا کہ اوس کی طرف کچھ باقی نہیں ہے اس پر رنجیت سنگھ نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ

جنبہ کے علاقہ کو تاراج کیا جائے

نواب منکیرہ کو لکھا گیا کہ ایک لاکھ روپیہ ادا کرے۔ اوس نے چند عرضیاں لکھیں کہ ایک ہفتہ میں روپیہ بھیجدونگا۔ مگر فوج مامور کردی گئی۔ اور منکیرہ پہونچکر دو لاکھ کا مطالبہ کیا گیا۔ نواب نے بمشکل روپیہ کا انتظام کرکے بھیجا چھوڑایا۔

رانی سدا کنور رنجیت سنگھ کی ساس تھی رنجیت سنگھ نے اوسپر زور ڈالا کہ اپنی ریاست میں سے کچھہ ملک میرے بیٹے کو دیدے اوس نے انکار کیا اس پر اوس کو گرفتار کرکے قید کر لیا گیا۔ اور تین دن تک اوس کا دانہ پانی بند رہا۔ مجبوراً اوس نے قلعہ خالی کرنیکا حکم لکھدیا۔

چونکہ رنجیت سنگھ کو یہ منظور تھا کہ کوئی والئی ملک رئیس پنجاب کے علاقہ میں نہ رہے۔ اور ہر ایک کا ملک ضبط کرلے۔ چنانچہ بہت سے خاندانوں کے ممالک ضبط کرلئے نواب منکیرہ سے ہر سال تنگ کرکے بہت سا روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ آخر اوس پر حملہ کرکے اوس کے علاقہ کو بری طرح لوٹا اوس نے پیغام بھیجا کہ جنگ مجھہ سے ہے رعایا کا کیا قصور ہے مگر سکھہ فوج برباد کرنیسے باز نہ آئی آخر لاچار ہوکر اوس نے صلح کی درخواست کی اور یہ شرط قرار پائی کہ شہر کو نہ لوٹا جائے لیکن سکھوں نے شہر کو لوٹا۔

سکھ فوج پکھلے کے علاقہ میں پہنچی۔ بہت سے گانوں لوٹے جلائے۔ سیکڑوں آدمی قتل کئے۔ رنجیت سنگھ کو خبر لگی کہ راجہ انرودھ چندلی دو بہنیں نہایت حسین ہیں۔ اون کو پیغام دیا کہ ایک کا نکاح راجہ دہیان سنگھ سے کردو۔ اوس نے انکار کیا۔ رنجیت سنگھ اوس کی تخریب کے درپے ہوا۔ جب اوس پر سختی ہوئی وہ انگریزی علاقہ کو بھاگ گیا۔ اور اون دونوں بہنوں کے ساتھہ ایک ساتھہ رنجیت سنگھ نے شادی کی۔

خوشحال سنگھ نے کشمیر پہونچکر وہ انتظام کیا کہ تمام خطۂ کشمیر اُجڑ گیا۔ سری نگر کی رعایا جن کو گھر سے نکلنا اور مرجانا برابر تھا۔ گھروں کو چھوڑکر بھاگ نکلی۔ ہزاروں آدمی امرت سر لاہور وغیرہ میں آگئے اور گلی کوچہ کوچہ بے تعداد دریوزہ گر پھرتے تھے۔ ہر بازار میں گداگروں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ سیکڑوں بھوکوں کے مارے گلیوں اور بازاروں میں مرے پڑے نظر آتے تھے۔

کلو کا راجہ مرا اوس کے بیٹوں میں تخت کے متعلق نزاع ہوا رنجیت سنگھ کو خبر ہوئی فوج لیکر پہونچا کہ اچھا موقع ہے رقم ہاتھ لگے گی۔ اور اوس کے ایک بیٹے سے ایک لاکھ روپیہ لے کر

ریاست دلادی۔ بڑا بیٹا جو حق دار تھا اوس نے بہت واویلا کی مگر کچھ سنائی نہ ہوئی۔

قصبہ اترج میں بخاری اور گیلانی سادات رہتے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے عہد میں اُنکا بڑا وقار تھا۔ وہی حکومت کرتے تھے دل سنگھ نے اوس کا محاصرہ کر کے فتح کیا اور دل کھول کر شہر کو لوٹا ایسا کہ رعایا ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوگئی۔

خلافِ عہد

سُلطان خان رئیس بھمبیر پر حملہ کیا۔ اوس نے خوب مقابلہ کیا۔ آخر سکھ سردار محکم سنگھ نے صلح کی گفتگو کی۔ سلطان خان نے کہلا بھیجا کہ میری عزت آبرو ملک کے تحفظ کا عہدنامہ لکھ کر بھیج دو میں حاضر ہو جاؤنگا۔ محکم سنگھ نے عہدنامہ لکھ کر بھیجا یا وہ حاضر ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے اوس کو سخت قید میں ڈالا اور عہد کا کچھ پاس نہ کیا۔

توہینِ معابد

زیب النساء نورجہان وغیرہ کے مقبروں سے پتھر اکھڑوا کر بارہدری تعمیر کی۔

منصف پنچ

راجہ جسا سنگھ گلدریا مرگیا۔ اوس کے تینوں بیٹوں میں نزاع ہوا انہوں نے رنجیت سنگھ کو پنچ مقرر کیا۔ رنجیت سنگھ نے تینوں کو قید کر کے ملک پر خود قبضہ کر لیا۔

مذہب اور جبر

خوشحال سنگھ نے سکھ بنکر راجہ کا تقرب حاصل کیا۔ لیکن اوس کا حقیقی بھائی رام لال برہمن اپنے مذہب پر رہا۔ مہاراجہ نے اوس کو سکھ بننے کا حکم دیا وہ بھاگ گیا تو مہاراجہ نے اوس کے بھائی خوشحال سنگھ کو قید کر دیا اور اوس کا کل مال جائداد ضبط کرلی۔ جب اوس کو بھائی کی بربادی کا حال معلوم ہوا امرت سر آکر سکھ بن گیا۔ رام لال سے رام سنگھ ہو گیا۔

مہمانوں پر ظلم

مہاراجہ امید سنگھ والئی جسوان دون کو اشتیاق ظاہر کرکے ملاقات کے لئے بلا کر قید کر لیا۔ اور اوس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

شاہ شجاع والئی کابل رنجیت سنگھ کا مہمان تھا اوس سے کوہ نور ہیرا اور دیگر جواہرات طلب کئے۔ اوس نے بہانا کیا۔ اوس کا دانہ پانی بند کر دیا اور نہایت ظلم و بے عزتی کے ساتھ اوس کا کل جواہر زر و زیور چھین لیا۔

(یہ تمام بیانات صفحہ ۲۸ سے صفحہ ۳۶ تک سے لئے گئے ہیں)

لالہ رتن لال لکھتے ہیں جب شجاع الملک کابل سے بھاگ کر رنجیت سنگھ کی پناہ میں لاہور کو آیا۔ رنجیت سنگھ اوس سے وہ الماس بہ جبر اور تشدد چھین لیا۔ اور اپنے قبضہ میں رکھا (عمدۃ التواریخ صفحہ ۱۷۱)

نوٹ:۔ گرو تیغ بہادر کے معاملہ کے متعلق ایک مضمون ہندو رسالہ دھرم بیر میں شائع ہوا جو رسالہ عبرت نجیب آباد مورخہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں نقل کیا گیا تھا۔ اوس کو درج کیا جاتا ہے۔

وَھُوَ ھٰذَا

آج ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ گرو تیغ بہادر مہاراج کی موت یا قربانی کا اصلی باعث کیا تھا قبل اس کے کہ ہم واقعات پر روشنی ڈالیں اور اس راز سربستہ کو کھولیں اس روایت کی حقیقت کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں جو لوگوں نے گھڑ رکھی ہے۔ اور سادہ لوح ہندوں کو بہکانے کی غرض سے پیش کی جاتی ہے وہ روایت یہ ہے:۔

کشمیر کے تمام بڑے بڑے پنڈتوں کا وفد گرو تیغ بہادر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا اور گذارش کی کہ اورنگ زیب نے ہندوؤں کو تنگ کر رکھا ہے اور اُن کو جبراً مسلمان کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے ہندو مذہب اور ہندو قوم کو بچائیں۔ اس کے جواب میں گرو نے کہا ہم مدد کے لئے تیار ہیں اور ہر طرح کوشش کریں گے کہ ہندو مذہب اور ہندو قوم بچ سکے۔ تیغ بہادر مہاراج نے ہندوؤں کو ہدایت کی کہ تم لوگ دہلی جاؤ اور اورنگ زیب سے کہو کہ جتبک گرو تیغ بہادر کو مسلمان نہ کیا جائیگا ہم اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ گرو کے مسلمان ہونے پر ہم خود پیروی کرینگے۔ چنانچہ پنڈت لوگ دربار دہلی میں حاضر ہوئے۔ اورنگ زیب کے سامنے وہی الفاظ کہے جو گرو تیغ بہادر نے بتائے تھے۔ اورنگ زیب یہ سُن کر خوشی سے اُچھل پڑا۔ اور گرو تیغ بہادر صاحب کی طلبی کا پروانہ جاری کر دیا۔ لیکن جب تیغ بہادر صاحب کے پہنچنے پر جواب نفی میں ملا تو اورنگ زیب نے اون کو قتل کرا دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس روایت کے پڑھنے سے ہر ایسے شخص کے دل میں جو نابینا توہم پرست نہیں ہے بلکہ دل و دماغ رکھتا ہے کئی سوال پیدا ہونگے جن کے جوابات تاریخ ہند کے پریشان اوراق سے تلاش کرنیکی ضرورت پیش آئیگی۔

سوالات

(۱)۔ کیا اورنگ زیب نے کوئی ایسا حکم دیا تھا کہ تمام ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے اگر اور کسی جگہ کے لئے نہیں تو کیا کشمیر کے لئے اوس کا کوئی اس قسم کا پروانہ جاری ہوا۔

(۲)۔ کیا گرو تیغ بہادر کی ایسی شخصیت تھی جو کشمیر کے پنڈتوں کو امداد حاصل کرنے کیلئے پنجاب کھینچ لائے۔

(۳)۔ کیا گرو تیغ بہادر صاحب اُن کی مدد کر سکتے تھے۔

(۴)۔ کیا گرو تیغ بہادر جی کا چند آدمیوں کو لے کر ہندوستان کے دار السلطنت میں حاضر ہونا۔ اور بادشاہ سے سخت سُست سوال وجواب کرنا ہندو قوم اور ہندو مذہب کو بچا سکتا تھا۔ کیا ان کی قربانی (قتل) سے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچا یا پہنچ سکتا تھا۔

جوابات

(۱) تمام ہندوستان کی تاریخ کی پڑتال کرو۔ اورنگ زیب کے حالات اوّل سے آخر تک پڑھو اور اوس کے واقعات کو بغور مطالعہ کرو۔ کہیں نظر نہ آئیگا کہ اوس نے کوئی ایسا حکم دیا نہ تو مسلمان مؤرخ نے اس کا ذکر کیا نہ یوروپین سیاحون نے لکھا۔ حتیٰ کہ مسٹر نکولاس منوچی (جو شاہجہان سے لیکر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا) جسنے اورنگ زیب کی ہر چھوٹی سی چھوٹی حرکت کو بھی تحریر کرنے سے نہ چھوڑا اوس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ اورنگ زیب پنجاب۔ بنگال۔ بہار۔ یوپی۔ دکن کے باشندون کو جبراً مسلمان ہونے کیلئے نہیں کہتا۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ وہ کشمیر کے پہاڑون میں اس قسم کا جابرانہ حکم جاری کرتا ہے۔ اور پھر اس صورت میں جبکہ واقعات بتاتے ہیں کہ اورنگ زیب اور پہاڑی راجاؤن کے تعلقات نہایت اچھے تھے اور وہ ان راجاؤن کی ہمیشہ مدد کرتا رہتا تھا۔ اورنگ زیب اگر ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرانا چاہتا تھا تو سب سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے دربار کے اراکین راجہ جے سنگھ۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ۔ اور ہزارون راجپوتون کو جو اوس کی فوج میں ملازم تھے مسلمان کرتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا وہ جو کچھ کرتا تھا مذہبی تعصب یا اشاعت اسلام کا شوق اوس کی تہ میں کام نہ کرتا تھا۔ پس یہ کہنا کہ اورنگ زیب نے کشمیر کے ہندوؤن کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے کوئی حکم جاری کیا تھا بالکل غلط ہے۔

(۲) گرو تیغ بہادر صاحب کی شخصیت کا کشمیر کے باشندون پر کچھ اثر نہیں اور نہ پیری مریدی کا رشتہ ہی گرو صاحب کا ان کے ساتھ قایم ہوا تھا۔ بلکہ اِس وقت بھی کشمیری ہندو سکھ گرؤن کے معتقد شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔ پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ان میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم کا پیشوا نہ مانتے تھے تیغ بہادر صاحب مہاراج کے در دولت پہ حاضر ہوئے اور مدد کے لئے درخواست کی۔

(۳) - جب تیغ بہادر جی کے پاس اس قدر جمعیت اور طاقت نہ تھی کہ وہ شہنشاہِ ہندوستان کا مقابلہ کر سکیں تو وہ اون کی مدد کیا کر سکتے تھے۔ بلکہ ایسی حالت میں آمادہ جنگ ہونا سوائے نقصان کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۴) - تن تنہا یا چند آدمیون کے ساتھ ہندوستان کے سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں

اس غرض سے جانا کہ وہ ہندؤن کو مسلمان کرنے سے باز آئے۔ اور وہان سخت لہجہ میں سوال و
جواب کرنا۔ ہمارے خیال میں قوم کی خدمت نہیں۔ بلکہ اپنی جان پر آفت لانا ہے۔ خواہ مخواہ
اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اس طریق سے ہندو قوم نہیں بچ سکتی تھی۔ بلکہ اس پر زیادہ
سختی ہونیکا امکان تھا۔ (آگے لکھتے ہیں) گرو ہرراے جی نے دارا کو اوس وقت فوجی امداد دی
جبکہ عالمگیر کی فوج اوسکا تعاقب کر رہی تھی سکھون کی فوج نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا اور
اوسوقت تک روک رکھا جبتک کہ دارا شکوہ اوس کی زد سے بچ نہ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرو ہرراے
جی کو اورنگ زیب نے دہلی میں طلب کیا۔ لیکن انہون نے بجائے خود جانیکے اپنے بیٹے رامراے
کو بھیجا۔ رامراے دہلی پہنچا اور دربار میں حاضر ہوا۔ اوس نے اورنگ زیب کے سامنے جاتے ہی
اطاعت کا اقرار کرکے جان بخشی کرالی۔ اوس کی واپسی پر اوسکا باپ ناراض ہوا اور اوس کو
حقوق گدی سے محروم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ سری ہرکشن جی کو گرو ہرراے کے بعد گرو بنایا گیا۔
لیکن اون کا جلد ہی انتقال ہوگیا۔ اور گدی کے مالک تیغ بہادر جی مقرر ہوئے۔ رام راے حق
تلفی کو برداشت نہ کرسکا وہ سخت رنجیدہ ہوا اور اوس نے اورنگ زیب کی خدمت میں پہنچ کر
یقین دلانے کی کوشش کی کہ گرو تیغ بہادر بھی ہرگوبندا اور ہرراے کی طرح مغلیہ حکومت کو نقصان
پہنچانیکی تیاریان کر رہے ہیں اور شہنشاہ دہلی کے سخت دشمن ہیں۔ الخ سردار گیان سنگھ پٹیالوی
نے گرو ارجن کا واقعہ دیوان چندو کے ساتھ وہی لکھا ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ آگے لکھتے ہیں
(اب تمام ہندؤن کو گرو کے خاندان سے قلبی عداوت ہوگئی اور وہ سکھون کی بیخ کنی کی فکر میں
رہنے لگے۔ اورنگ زیب کے عہد میں پہاڑی راجاؤن نے گرو سے کہا کہ ہم آپ مل کر آزادی حاصل
کرین گرو ان کے چالون میں آگئے اور طیاری شروع کی۔ ادہر ان راجاؤن نے شہنشاہ کو
اطلاع دی کہ پنجاب میں ایک باغی نے سر اوٹھایا ہے اور ہم کو برباد کرتا ہے۔ بادشاہ نے صوبیدار
سرہند کے نام حکم جاری کیا کہ باغی مذکور کا انسداد کیا جائے۔ اور ہندؤن کی حفاظت کیجائے
اس پر گرو اور شہنشاہی فوج میں جنگ ہوئی۔ چونکہ یہ دسوین گرو ایک فقیر تارک الدنیا تھے
اور ہندؤن کے بہکانیسے جنگ و جدل پر آمادہ ہوگئے تھے اور اب ہندو ان سے علیحدہ ہوگئے
اس لئے مسلمان درویشون نے ان کی مدد کی۔ چنانچہ حضرت میان سید صاحب اور اون کے مریدون
اور بدہو شاہ ساڈہورہ والون نے گرو گوبند سنگھ کی بہت مدد کی بدہو شاہ کے چار بیٹے گرو کی
حفاظت و امداد میں شاہی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ ماچھی واڑہ میں جب گرو اکیلے شاہی

فوج کے نرغے میں آگئے تو غنی خان پٹھان محاصرہ میں سے گرو کو اپنا پیر اوچ شریف والا بتلا کر نکال کر لیگیا۔ جب گرو کی طاقت ٹوٹ گئی تو وہ اپنے دو چھوٹے بچوں کو اور بیوی کو اپنے قدیمی نمک خوار گنگو برہمن کے ایک مخفی مقام پر سپرد کر کے چلدیئے۔ گنگو نے فوراً صوبیدار سرہند کو اطلاع کر کے ان بچون کو گرفتار کرا دیا۔ صوبیدار نے جب ان بچون کے متعلق اپنے وزراے مشورہ کیا تو محمد خان والئی مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ بچے بے قصور ہیں۔ لیکن دیوان سچانند نے کہا کہ "ماررا کشتن و بچہ اش را نگاہداشتن کار خردمندان نیست"۔ گرو صاحب نے ایک خط اورنگ زیب کو فارسی نظم لکھ کر معافی چاہی اور اپنے حالات ظاہر کیے تو اورنگ زیب نے نہایت تلطف کے ساتھ جواب لکھا کہ مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگ آپ سے ہے مجھ سے تو یہ کہا گیا کہ کوئی ڈاکو ہے۔ جو ملک کو تاراج کرتا ہے اس کے بعد اورنگ زیب نے عام حکم جاری کر دیا کہ گرو صاحب سے کوئی مزاحمت نہ کرے جہان چاہیں رہیں جو چاہیں کریں (ماخوذ از تاریخ خالصہ)

بندا بیراگی کے واقعات میں سردار گیان سنگھ اس طرح لکھتے ہیں۔

جب بندہ بہادر کے ساتھ سکھون کی ایک کثیر جماعت ہوگئی تو اوس نے قصبۂ سامانہ کی طرف کوچ کر کے تمام میں مشہور کر دیا کہ جسے قصبۂ سامانہ کی لوٹ میں شامل ہونا ہو وہ پھاگن بدی پنچمی تک ہمارے ساتھ آملے اور راستہ میں مسلمانون کے مواضعات کو لوٹتا مارتا ہوا (آگے لکھتے ہیں) تین روز تک شہر لوٹا گیا۔ ایک ایک سکھ نے دو دو تین تین پُشت تک کا سرمایہ جمع کر لیا۔ کچھ باقی نہ چھوڑا سارا قصبہ ویران کر دیا۔ (ملخص ص ۱۸۵)

سرہند کے چار جاسوسون کو جو وہان پھر رہے تھے گرفتار کر لیا اور بندہ صاحب کے پاس لیگئے۔ اونہون نے دو کو تو بالکل جان سے ہی مروا ڈالا۔ اور دو کی ناک کان کٹوا کر زندہ سرہند کو واپس بھیجا۔ غرض کہ لوٹ کھسوٹ کے بعد تین چار روز تک وہان سکھون نے خوب خوشی کا جشن کیا۔ بکرے جھٹکا کر کے مہا پرشاد بناتے شراب پیتے۔ اور واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ مار مار کر خوش ہوتے۔ اس خبر کو سُن کر پنجاب کے جتنے ڈاکو اور رہزن تھے سب بندہ کے ساتھ آکر شریک ہوگئے اور سکھ بن گئے۔ سوائے جو ٹی جینیو والے کے (قصبۂ میٹھا میں) کوئی متنفس زندہ باقی نہ چھوڑا (ملخص ص ۱۸۶)

(فتح سادھورہ) سکھون نے مسلمانون کو گکڑی خربوزہ کی طرح کاٹنا شروع کر دیا جو سامنے آیا کسی کو نہ چھوڑا۔ مسلمان سخت حملے کی تاب نہ لا سکے۔

دفعتاً شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ نکلے تمام رات شہر لوٹا گیا۔ دوسرے روز لشکر نے پھر تمام دن شہر لوٹا۔ اور بندہ نے وہان خیمہ جا کر مسلمانون کی لاشون کو آگ میں جلانا شروع کیا حتی کے قبرون میں سے مسلمانون کی لاشین اور ہڈیان بھی نکلوا نکلوا کر جلا دین۔ جتنی مسجدین اور عبادتگاہیں تھیں وہ سب مسمار کرا دین بلکہ اون کے بڑے بڑے پیر بہار الحق و قطب الدین جیسون کی قبرین کھدوا کھدوا کرا اون کی ہڈیان تک آگ میں جلوا دین۔ (ملخص صـ۱۸۷)

(یہ میانمیر صاحب اور بہادر شاہ کے احسان کا بدلہ تھا)

(جنگ سرہند) کل ہندو و مشہور مشہور ڈاکو رہزن لوگ بندہ بہادر کے ساتھ آملے تھے اور شہر میں داخل ہو کر لوٹ مار کی وہ آفت برپا کی جس کا بیان نہیں۔ جو سامنے نظر چڑھا کیا بچہ کیا جوان کیا ادہیڑ کیا بوڑھا تلوار سے دو ٹکڑے ہوا (ملخص صـ۱۹۰)

(بندہ نے سرہند میں) کوئی زن و بچہ زندہ نہ چھوڑا یہان تک کہ حاملہ عورتون کے شکم چاک کروا کروا کرا اون کے بچون کو نکلوا کر مروا ڈالا (ملخص صـ۱۹۱)

(یہ غنی خان اور محمد خان کے احسان کا معاوضہ تھا)

بندہ کے سامنے جو مسلمان آجاتا زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ اور ہر روز یہ معمول کر رکھا تھا کہ بغیر پچاس ساٹھ مسلمانون کے قتل کرائے پانی تک نہ پیتا تھا (ملخص صـ۱۹۳)

(جنگ لوہگڑھ) (بندہ نے سکھون سے کہا) جو شخص آج لڑ کر شہادت حاصل کریگا وہ سیدھا گرو کے لڑکون کے پاس بہشت میں چلا جائیگا۔ (ملخص صـ۱۹۵)

جب بندہ بہادر پہاڑون کی سیر کرتا ہوا کلو کے راج میں داخل ہوا تو وہان کے راجہ نے فریب سے اوس کو ایک آہنی پنجرہ میں قید کر دیا۔ اور کہا کہ اگر تم میں کچھ کرامت ہے تو اس کے اندر سے نکلجاؤ میں تمہارا مرید ہو جاؤنگا۔ ادہر اسلم خان ناظم لاہور کو اپنی کارگذاری کی خفیہ طور پر اطلاع دی کہ میں نے بندہ کو گرفتار کر لیا ہے جسکے جواب میں وہان سے حکم آیا کہ اوسکو ہمارے پاس بھیجدو۔ مگر قبل اس کے کہ بندہ بھیجا جاتا راجہ منڈی اور سکھون نے اس حال سے آگاہی پاکر کلو پر چڑھائی کر دی۔ اور راجہ کلو کو شکست دیکر بندہ کو وہان سے چھڑا لیا۔ (ملخص صـ۱۹۸)

ہزارہا مسلمانون کو پکڑ پکڑ کر زندہ آگ میں جلوا دیا (بندہ نے) (ملخص صـ۱۹۹)

(از کتاب شیر خالصہ حصہ دوم مصنفہ گیان سنگھ سنہ ۱۸۹۲ء)

ان تمام بیانات کو جو کہ ہندو اور سکھ مورخون کی کتابون سے ماخوذ ہیں غور سے پڑھکر ناظرین انصاف فرمائیں کہ مسلمانون اور خاص کر اورنگ زیب غازی نے کس قدر سکھون پر نوازش کی۔ اور سکھون نے کسقدر وحشت اور بربریت کا اظہار کیا۔ ایک حکومت کو ایسے لوگون کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے تھا۔ سکھ مصنفین نے جسقدر تاریخین لکھیں ہیں وہ خوش اعتقادی وتعصب کا مظاہرہ ہیں۔ بعض ہندو مصنفین نے کیسقدر واقعات کی جانچ کی ہے۔ مگر تعصب کی ہوا سے وہ بھی آپ کو نہ بچا سکے۔ اور بازاری افواہون کو نقل کر گئے۔ ورنہ صحیح واقعات سکھ گروؤن اور سلطنتِ مغلیہ کے صرف اس قدر ہیں کہ ۱۶۰۶ء میں شہزادہ خسرو اپنے باپ (جہانگیر) سے باغی ہوکر لاہور پہونچا۔ اور گرو ارجن نے اوس کی امداد کی۔ جہانگیر نے گرو کو طلب کرکے اس باغیانہ حرکت پر باز پرس کی۔ گرو کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ لہٰذا بغاوت کے جرم میں جہانگیر نے اوس کو قتل کرا دیا۔ (تزک جہانگیری وسکھس انسجے۔ ڈی کننگھم وتاریخ اورنگ زیب از جادو ناتھہ سرکار۔)

تمام بڑے بڑے مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ جہانگیر کو سکھون سے کوئی مذہبی تعصب نہیں تھا۔ ارجن کے قتل کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ بغاوت کا لازمی ثمرہ تھا (تاریخ اورنگ زیب از جادو ناتھہ سرکار۔ وہسٹری آف دی سکھس از کننگھم ولیٹر مغلز از اردن جلد اوّل و آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا از اسمتھ)

گرو ہر گوبند نے جہانگیر کی فوج میں ایک عہدہ حاصل کیا۔ مگر سپاہ کی تنخواہ نہیں تقسیم کی۔ اور تمام روپیہ غبن کر لیا۔ جس کی پاداش میں جہانگیر نے اوس کو قلعہ گوالیار میں بارہ برس تک نظر بند رکھا۔ (ہسٹری آف دی سکھس ولیٹر مغلز) جہانگیر کے بعد گرو ہرگوبند نے شاہجہان کی ملازمت اختیار کی۔ آخر سلطنت کی مخالفت کی۔ شاہجہان پر حملہ کیا۔ شاہی فوج سے شکست کھا کر جنگلون کو بھاگ اور وہیں مرگیا۔ (تاریخ اورنگ زیب وہسٹری آف دی سکھس) گرو تیغ بہادر نے اورنگ زیب کی ملازمت کی مگر خفیہ فوج جمع کرتا رہا۔ بہت سے راہزن اوس کے پاس جمع ہوگئے قتل وغارت شروع کیا۔ شاہی مجرمون کو پناہ دی (ہسٹری آف سکھس ودی سکھس از گورڈن) ۱۶۷۵ء میں تیغ بہادر باغی ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ (ہسٹری سکھس کننگھم)

گروؤں کی موت

نمبر	نام گرو	کیفیت
۱	نانک	سنہ ۱۵۳۹ء میں طبعی موت سے مرا۔
۲	انگد	طبعی موت سے مرا۔
۳	امرداس	
۴	رامداس	اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۷ء میں وہ زمین جاگیر میں دی جہاں امرتسر کا تالاب ہے اوس کے بعد تالاب بنا۔ اور شہر آباد ہوا۔ یہ گرو طبعی موت سے مرا۔
۵	ارجن	جہانگیر نے بجرم بغاوت قتل کرایا۔
۶	ہرگوبند	طبعی موت سے مرا۔ قتل وغارت کیا۔ شاہی فوج کے مقابلہ سے فرار ہوا
۷	ہررائے	طبعی موت سے مرا۔ عالمگیر کے خلاف داراشکوہ کی امداد کی۔ شاہی فوج کو روکا۔
۸	ہرکشن	طبعی موت سے مرا۔
۹	تیغ بہادر	بغاوت وقتل وغارت کے جرم میں عالمگیر نے قتل کرایا۔
۱۰	گوبند سنگھ	قتل وغارت کرتا تھا آخر معافی خواہ ہوا۔ دکن میں ایک خانگی قاتل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

تیسرا باب

مضامین متفرق

اس باب میں جسقدر مضامین ہیں وہ اُن مفصل مضامین کا خلاصہ ہیں جو میں نے اپنے رسالۂ جہاد اسلام المعروف باطل شکن میں لکھے ہیں۔ یہاں کسی قدر بقدر ضرورت ان کا خلاصہ لکھدیا تفصیل طلب حضرات کو رسالۂ مذکور ملاحظہ فرمانا چاہیئے:۔

جہاد

یہ لفظ جہد سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ مجازاً جنگ پر بھی بولا جاتا ہے۔ مخالفین نے عوام کو بہکانے کے لئے یہ اعتراض گھڑ رکھا ہے کہ اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ خواہ مخواہ غیر مذہب والوں کو قتل کرو۔ لیکن یہ سراسر اتہام ہے خواہ مخواہ جنگ کرنیکا کہیں حکم نہیں بلکہ ایسے شخص کو مفسد کہا گیا ہے اور اوس کیلئے وعید آئی ہے۔ اسلام نے جنگ کرنیکا جب حکم دیا کہ کوئی مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کرے۔ امر حق و انصاف سے گریز کرے رسُول کریم نے اوس وقت تلوار اٹھائی جب برسوں تک آپ اور آپ کے اصحابؓ مظالم سہتے سہتے تنگ آگئے۔ اوّل اُن مظالم سے بچنے کے لئے آپ نے وطن چھوڑا۔ جب وہاں بھی ظالموں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اب اون کا مقابلہ کیا جائے۔ تلوار کا جواب تلوار سے دیا جائے تب آپ نے تلوار اُٹھائی۔ قرآن مجید میں پہلا حکم جو قتال کا ہے اوس میں صاف صراحت ہے۔ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ۔ یعنی خدا کی راہ میں اون سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں ایک جگہ جنگ کرنیکا مقصد اس طرح ظاہر فرمایا ہے وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ یعنی فساد

رفع ہونے تک لڑو“ چونکہ حضور علیہ السلام نے انتہائے تحمل کے بعد مجبور ہو کر رفع بطلان و فساد کے لئے تلوار اٹھائی۔ اس لئے آپ کی تمام لڑائیون کو دفاعی کہا جاتا ہے۔ اسلامی لڑائیونکی علماء نے دو قسمین مقرر کی ہیں۔ ایک ہجومی یا اقدامی۔ دوسری دفاعی۔ ہجومی وہ کہ مسلمان دشمن پر چڑھ کر گئے۔ دفاعی یہ کہ دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ چونکہ اسلامی لڑائیان رفع بطلان و رفع شر کے لئے ہوئی ہیں اس لئے یہ ہجوم بھی ایک قسم کا دفاع ہے۔ بدین وجہ ہم نے آپ کی تمام لڑائیون کو دفاعی قرار دیا ہے اور غالباً اس ہی سبب سے ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ آنحضرت کی جسقدر لڑائیان تھیں وہ اقدامی نہ تھین دفاعی تھیں (پریچنگ آف اسلام)

ہر انسان پر لازم ہے کہ تحمل کرے۔ لیکن اوسکا یہ تحمل اس حد پر نہ پہونچے کہ اخلاقی قوت شجاعت زائل ہو کر بزدلی پیدا ہو جائے۔ بزدلی قومی موت کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اس خیال میں آریہ اخبار تیج بھی ہمارا ہم آہنگ ہے چنانچہ لکھتا ہے جس ملک کے باشندون یا افراد کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر قسم کے مظالم کو بے چون وچرا کے برداشت کرتے جائیں۔ ٹھوکر پر ٹھوکر لگتی چلی جائے۔ مگر ماسوائے گریہ وزاری کرنے کے رگ حمیت جوش میں نہ آئے۔ اور مظالم کے سدباب کے لئے کوشش نہ کرین۔ ان کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق بھی کیا ہے۔ اگر وہ چاہیں بھی تو کتنے دن تک زندہ رہ سکتے ہیں آج نہین تو کل اپنی قوم کا خاتمہ ہو کر رہیگا۔ فی الحقیقت ایسے لوگون کا شمار زندہ مردون میں ہوتا ہے اور وہ جس قوم کے ساتھ بھی تعلق رکھین باعث ننگ ہوتے ہیں (مئی ١٩٢٧ء) جسقدر اوپر مذکور ہوا مذہبی جنگ کی اسقدر حقیقت ہے۔ رہا بادشاہون کا لڑنا۔ وہ کونسا ملک ہے وہ کون سی قوم ہے وہ کونسا مذہب ہے کہ بادشاہون نے جنگ نہیں کی۔ بادشاہ ہمیشہ اپنے مفاد پر لڑتے ہیں اون کی ذاتی لڑائیون کا مذہب سے تعلق نہیں ہوتا۔ مسلمان سلاطین آپس میں بھی لڑے ہیں۔ عیسائی والیان ملک بھی آپس میں لڑے ہیں۔ ہندو راجے بھی آپس میں لڑے ہیں۔ اور ان تینون قومون کے صاحبان تاج غیر قومون کے بادشاہون سے بھی لڑے ہیں۔ مذہبی جنگ تو وہ ہے کہ جو کسی مذہبی معاملہ پر یا کسی حامل مذہب کی سرکردگی میں ہو۔ دیگر مذاہب میں تو نہیں لیکن اسلام نے اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں سلاطین کا مرتبہ عام مسلمانون سے کم ہے۔ دین اور دینی معاملات کے لئے بزرگان ہنود نے بڑی بڑی خونریزیان کی ہیں۔ مسٹر منمتہ وت لکھتے ہیں۔ سری کرشن نے کنس پر حملہ کیا اور آن کی آن میں اُسے واصل جہنم کیا (صلٰہ رہنمایان ہند) بھیم ارجن نکل بھدیو قرب وجوار کی سلطنتیں فتح کرنے نکلے۔ بہت سے بادشاہون کو مغلوب کیا۔ بہت سی ریاستون سے خراج لیا۔ غرض بے انتہا

زر وجواہر اور بہت ساماں و متاع لے کر گھر کو پھرے تو راجہ جدہشٹر نے ان فتوحات کی شہرت وغیرہ کے لئے راج سوجگ کرنیکا ارادہ کیا (رہنمایان ہند صفحہ ۶۶) وہ (بھیم ارجن سری کرشن) وہان (راجہ جراسند کے شہر میں) برہمنوں کے بھیس میں پہونچے۔ بڑے اعزاز و اکرام سے ان کا استقبال کیا گیا۔ سری کرشن نے راجہ سے اس طرح خطاب کیا۔ ہمیں برہمن نہ سمجھ ہم چھتری ہیں۔ یہ بھیم ہے یہ ارجن ہے اور میں کرشن ہوں۔ ہم تم سے دست بدست مبارزت کرنے آئے ہیں (رہنمایان ہند) سمندر گپت اس بادشاہ نے سارے ہندوستان کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے صفحہ ۲۹۱) ہندو مصنفین جنگجوئی پر اپنے متقدمین کو بہت سراہتے ہیں کنہیا لال ہندی لکھتے ہیں۔

در مدح راجہ رامچندر

جدہر اوس کا ہوتا تھا حملہ درشت — دکھاتا تھا دشمن وہین اپنی پشت
ہزاروں کئے دیو اوس نے ہلاک — عدو کی اڑائی زمانہ میں خاک
مریچ ستمگر کو بے جان کیا — پریشان کیا اوس کو حیران کیا
بنا جب کہ راون عدو رام کا — گیا نام دنیا سے گمنام کا

(صفحہ ۹۵)

در مدح سری کرشن

جو سرکش تھے اون کیا سر قلم — کیا غرق خون اون کو سر تا قدم
بنا اون کا حامی جو تھے حق پرست — بسختی کیا دشمن دین کو پست

(صفحہ ۱۰۵) اخلاق ہندی مطبوعہ سنہ ۱۸۴۷ء)

جب کوئی ہادی کسی قوم یا ملک کی ہدایت کیلئے منجانب اللہ مقرر ہوتا ہے تو اسکو مجبوراً اس رسم کی پابندی اختیار کر کے لوگوں سے جو خدا کو بھولے ہوئے ہیں مقابلہ پر آمادہ ہونا اور میدان جدال و قتال گرم کرنا پڑتا ہے مذہب ہنود کے اوتاروں میں سے مہاراج سری رامچندر جی مہاراج سری کرشن جی وغیرہ کو کیسی کیسی تیغ آزمائیوں کی ضرورتیں واقع ہوئیں۔ الحاصل یہ خونریزی یا تیغ زنی محض اصلاح بنی نوع کیلئے ہوتی ہے۔ کرنیل بدھواری (جام جہان نما مصنفہ مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت)

باطل پرستوں کا جہاد

یہود جو عیسائی اپنا مذہب ترک کر کے یہودی بننے سے انکار کرتے تھے اون کو قتل کیا جاتا تھا۔ (کریڈل آف اسلام) بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور اون کے بچوں کو اسیر کیا

اون کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اون کے سارے شہرون کو جن میں وے رہتے تھے اور اون کے سب قلعون کو پھونک دیا۔ موسیٰ غصہ ہوا کہ کیا تم نے سب عورتون کو جیتا رکھا۔

تم ان بچون کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کردو اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو۔ لیکن وے لڑکیان جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئین ان کو اپنے لئے زندہ رکھو۔ (عہد قدیم ۴ اعداد ۳۱)

تو اون کی سرحد تک جا مار۔ اور پیٹ والیون کے پیٹ پھاڑ ڈالا (۲ سلاطین باب ۱۵)

عیسائی جو شہر مین تھے مرد کیا عورت کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدہا نہ تیغ کیا (یشوع باب ۶) پہلے تو بجبر عیسائی بنائے گئے (مسلمان) باقی جو رہے اون کو آگ میں جلایا۔ (پریچنگ آف اسلام) کوہستان الپکراز میں کونٹ آف سیرین نے ایک مسجد کو جس میں عورتین اور بچے محفوظ تھے باروت سے اڑا دیا (کارنامۂ مور)

زرتشتی نوشیروان عادل نے فرقۂ مزدقیہ کو قتل کیا (تاریخ ایران و تاریخ ایران حصۂ اول سرجان ملکم صفحہ ۱۷۹)۔ گشتاسب کے بیٹے اسفندیار نے اشاعت دین کے لئے متعدد جہاد کئے اور جہانگیر دین زرتشتی کو رواج دیکر آیا۔ لیکن افراسیاب کے پوتے ارجاسپ نے جو کہ تاتار کا بادشاہ تھا خود اسپر حملہ کیا اور ترک مذہب جدید کا خواہان ہوا آپس میں متعدد مذہبی خونریزیان ہوئیں آخر مین تاتاری لشکر نے شکست کھائی اور ارجاسپ مارا گیا۔ لیکن اوس کے ایک افسر نے عبادتخانہ میں اسفندیار کو زخمی کیا اور یہی زخم اوس کی موت کا باعث ہوا (مشاہیر عالم مصنفہ دینا ناتھ صفحہ ۱۶۵) اس مذہبی جنگ کا ذکر سرجان ملکم نے بھی تاریخ ایران کے صفحہ ۱۳ پر کیا ہے۔ پارسیونکی مذہبی کتاب ملہ

بودھ حکومت مگدھ میں بودہ مذہب کی اچھی اشاعت ہوئی۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد صفحہ ۵۷) سنہ ۱۵۹۱ء میں بیس ہزار عیسائی مارے گئے۔ سنہ ۱۵۹۳ء میں تین عیسائی زندہ جلائے گئے (تاریخ جاپان)

جین مت جینیون نے ویدوغیرہ جتنی کتابیں بھی پائیں اون کو تلف کر دیا اون کے اسکولون کو برباد کر دیا۔ آریون پر حکومت کا زور چلایا اون کو تکلیف بھی دی (برہمنون کی لیلا)

ملہ گاتا میں ہے کہ گشتاسپ مرید زرتشت سے ارجاسپ تورانی سے مذہبی جنگ ہوئی۔ اس ہی جنگ میں بلخ کے آتشکدہ میں ایک ہی

ہندو دھرم

اے انسان جس طرح بھی دشمنون کو ہلاک کیا جاسکے اسی قسم کے کامون کو کرکے مذہبی راحت سے زندگی بسر کر (یجروید ۲۸/۱) تیج دھاری ودان پرش آپ دھرم کے مخالف دشمنون کو آگ میں جلا ڈالین (یجروید ۴۳/۱۲) اے راجہ راکشش (کافر) اور تیز طبیعت عورت کو دس کوس مار دے (اتروید منتر ۴) اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنون کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا (رگوید منڈل ۴ منتر ۲۹) اندر نے وترا کو قتل کیا۔ اور قصبے کے قصبے اور گانون کے گانون تہ و بالا کر دئے وہ جو کالے داسون کے فوجون کو تباہ کرتا ہے۔ (رگوید ص۳) (ماخوذ از اردو ترجمہ کتاب قدیم ہندوستان مصنفہ سی آر دت) پراشر نے راکششون کو جلانا شروع کیا اوس کے دادا بششٹ جی نے کہا کہ بیٹا اب تم غصہ کو تھوک دو اور راکشش لوگون پر رحم کرو وہ بے قصور ہیں (لنگ پران ادہیائے ۶) آریون نے دیکھا کہ ہندوستان کی سرزمین وحشی قومون کے قبضہ میں ہے اس لئے وہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کرکے آئے اوس وقت بہت ملک غیر آباد تھا اس لئے انارید اقوام ان کی آبادی میں حارج نہ ہوئیں۔ اپنا قبضہ جمانے کے بعد اس مہذب قوم کو مناسب معلوم ہوا کہ اگر کل ملک پر ایک حکومت ہو تو ترقی آسانی سے ممکن ہے اس خیال سے انہون نے انارید قوم کو زیر کرنا شروع کیا (واقعات ہند تلسی رام) جن کو ہم اصلی باشندے کہتے ہیں جو آریہ نسل سے پامال ہوئے (تاریخ ہند) وشوامتر جی اون کو (رام چندر اور اون کے بھائیون کو) ملیچھون سے لڑنے کے لئے لے گئے۔ جن میں ان کھشتریون نے فتح پائی (تاریخ ہند حصہ اول لالہ لاجپت رائے ص۱۳۱) لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھتے ہیں بعض ہندو راجاؤن نے بلاشبہ کچھ زیادتیان جینیون اور بدھون پر کین۔ اور نیز جین اور بودھ راجاؤن نے ہندوؤن پر بھی ظلم کئے (ص۳۶) پانڈیا خاندان کے راجہ کوزنا امی نے جینیون کو بہت ستایا اوّل یہ راجہ خود بڑا کٹر جین تھا پھر وہ اپنی رانی کی ترغیب سے شیومت کا اپاسک ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اوس نے آٹھ ہزار جینیون کا چمڑا اتروا کر اون کو نہایت عذاب سے مارا (ص۳۹) یہ بادشاہ (مہندر ورمان) ابتدا میں جین تھا مگر پھر اس نے شیومت اختیار کیا اور جتیو کے مشہور پاٹلی پترن کو جو جنوبی آرکٹ میں تھا تباہ کیا (ص۴۹) اس خاندان (گنگا خاندان) کے راجاؤن کا دھرم اول بودھ تھا بعد میں کئی راجے وشنو ہوگئے۔ اور کئی راجے پہلے جین مت تھے اور پھر شیومت میں شامل ہوگئے۔ (آگے لکھتے ہیں) بعض راجاؤن نے جین ہونے کی وجہ سے شیومت والون پر اور بعضون نے شیو ہی ہوکر جین دھرم والون پر سختی کی۔ (ص۸۰) ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوؤن کے پولیٹکل

زمانہ میں ہندوستان میں مذہبی اختلافات کیوجہ سے کبھی ظلم وستم نہیں ہوئے (ص ۷۴)

سکھ گروگوبند سنگھ مسلمانوں کے قتل کرنے کو ثواب عظیم اور اپنی نجات کا موجب تصور کرتے تھے۔ (تاریخ پنجاب کنھیالال) ترکون (مسلمانوں) کو ناپید کرنا خالصہ جی پر فرض وواجب ہے (پرکاش مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور بحوالہ جنم ساکھی)۔

غرض جنگ کے احکامات ہر مذہب اور ہر قوم میں ہیں اور اپنے اپنے وقت میں ہر ایک نے اوس کو برتا ہے۔ صاحب عقل کے لئے قابل غور یہ بات ہے کہ کس مذہب کے احکام جنگ مہذب ورحیمانہ اور کس کے وحشیانہ ہیں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات اور گزشتہ ابواب کے بیانات سے ناظرین کو یہ معلوم ہو گیا کہ غیر مسلم جنگ آوروں نے نہایت ظلم وستم کے ساتھ زیردست قوموں کو برباد کیا ہے۔

اسلام کے جنگی احکام

۱۔ جو تم سے لڑیں اون سے لڑو۔ ۲ جسقدر تمھارے دشمن تکلیف دیں تم اُسی قدر تکلیف دے سکتے ہو اور اگر صبر کرو گے تو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ زیادتی کرو گے گنہگار ہوگے۔ ۳۔ اوس حد تک لڑو جب تک فساد رفع ہو۔ ۴ دشمن صلح چاہے تو صلح کرلو۔ ۵ جب قابو پا جاؤ تو معاف کردو۔ ۶۔ عورتون بچون بوڑھون نقیرون مذہبی خدمات کرنے والون کو قتل نہ کرو۔ (اس حکم سے وہ عورت مستثنیٰ ہے جو قاتل یا باعث قتل وفساد ہو۔ ۷ پھلدار درخت اور کھیت نہ کاٹو۔ ۸ آگ نہ لگائی جائے۔ (اس حکم سے وہ موقع مستثنیٰ ہے جس سے دشمن تقویت پاسکے۔ شدید مجبوری وسختی کا وقت مستثنیٰ ہے)۔ ۹ معابد نہ منہدم کئے جائیں۔ ۱۰ جو وعدہ کرو اوس کو پورا کرو۔ ۱۱۔ اگر کوئی کافر مشرک امن طلب کرے تو اوس کو امن دو۔ ۱۲ قیدیون کو آرام سے رکھو۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں یہ لشکر (اسلامی لشکر) اون انصاف اعتدال کے اصولون کا پابند تھا جن کو حضرت ابوبکرؓ نے اوّل معرکۂ شام میں پابندی کے لئے اس طرح ہدایت فرمائی تھی کہ "انصاف کرنا۔ جو وعدہ کرو اوس کو نہ توڑنا۔ بچون بڈھون عورتون کو قتل نہ کرنا۔ جن درختون میں پھل لگے ہون اون کو نہ کاٹنا۔ ریوڑن گلون اونٹون کو کھانے کی ضرورت کے سوا نہ مارنا۔ (پریچنگ آف اسلام) پنڈت وویکانند لکھتے ہیں میں سمجھتا ہون جن دہشت اور

پاپی لوگون نے مسلمانون کے ساتھ جبر و تشدد کیا تھا اور بڑی سخت تکلیف اور اذیت پہنچائی تھی اون کو جتنی سزا دیجاتی کچھہ بے جا نہ ہوتی۔ لیکن ایسے لوگون کے ساتھ رحم اور مہربانی کا برتاؤ کرنا حضرت محمد کی رحمدلی اور سچائی کا بڑا پکا ثبوت ہے۔ ظالم کو سزا دینا ہر مذہب میں درست ہے۔ راون نے جب سیتا جی کو بہکایا اور شری رامچندر جی کے ساتھ دغابازی کی تو قابو حاصل ہوجانے پر رام چندر جی مہاراج نے اس راکشس سے بدلہ لیا تھا (اخبار نور مارچ ۲۷ء) دیگر مذاہب کے جنگی احکامات اور عمل کا کچھہ پہلے بیان آچکا ہے کچھہ آگے مذکور ہوگا۔

دنیا میں اشاعت اسلام

اسلام نے اپنی تبلیغ کا طریقہ اس طرح تعلیم کیا ہے کہ اُدعُ الیٰ سبیل ربّک بالحکمة والموعظة ۔ یعنی اپنے خدا کے راستہ کی طرف لوگون کو دانشمندانہ طریق اور اچھی نصیحتون سے بلا۔" درحقیقت تمام مذاہب عالم میں جسقدر جلد حیرت انگیز اشاعت اسلام کی ہوئی یہ بات کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہوئی۔ اس کا سبب اسلام کی سادگی اور اسکے مسائل کا موافق فطرت ہونا۔ اور اوس کے حاملون کا حسن اخلاق تھا۔ خدا کے ذات پر ایمان کے متعلق ایسی سادہ تعلیم ہے کہ جس میں کوئی اینچ پینچ نہیں۔ ایک بچہ۔ ایک جاہل۔ ایک وحشی بھی اس کو آسانی سے سمجھہ سکتا ہے۔ اسلام صاف کہتا ہے کہ خدا ایک ہے وہ اپنی ذات میں ہر طرح سے یگانہ ہے۔ کوئی اوس کا مثل و نظیر و شریک و سہیم نہیں۔ اسلام خدا کو ایک کا تین بتاتا ہے نہ تین کا ایک نہ اوس کے دو ہمعصر مان کر اوس کو مدِ فضول ٹھیراتا ہے نیکی کی جزا جنت ہے جہان ہر قسم کی ظاہری و باطنی راحت ہوگی۔ بدی کا عوض جہنم ہے جہاں ہر قسم کی تکلیف ہوگی۔ یہ نہیں کہ انسان مرنیکے بعد کتا۔ سور۔ گدھا بنایا جائے۔ اسلام کی کتاب ایسی کتاب ہے جو اپنے نزول کے وقت سے آج تک محفوظ ہے۔ جسکی فصاحت، بلاغت مسلم ہے۔ اسلام کے حامل شرفا۔ نجبا۔ برگزیدہ لوگ ہیں۔ جنکی لائف بدستور موجود و محفوظ ہے پادری مرقس ڈاڈ لکھتے ہیں۔ مذہب اسلام کی انتہا درجہ کی سادگی نے اس کے جلد جلد شائع ہونے

میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس سے عقل انسانی کو فطری مناسبت ہے۔
(محمد اور مسیح) گاندھی جی لکھتے ہیں۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے
مطابق ہے۔ (مدینہ ستمبر سنہ ۲۶ء بحوالہ ینگ انڈیا) منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں۔ محمد نے اپنی
فصاحت و بلاغت سے اکثر سکنائے عرب کو مرید کر لیے (تاریخ ہند) مسٹر اسے راماسوامی لکھتے
ہیں کہ حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کا ماحصل توحید باری تعالےٰ اور مساوات انسانی ہے (مدینہ
ستمبر سنہ ۲ء) ہندو فاضل پروفیسر۔ ایچ۔ سی۔ کمار۔ بی اے۔ ایف۔ ٹی ایس۔ جائنٹ جنرل
سکرٹری تھیوسوفیکل سوسائٹی ہند لکھتے ہیں " دس سال کے قلیل عرصہ میں جو عالیشان کامیابی
حضرت محمد صاحب کو حاصل ہوئی اوسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بدھ دھرم کی کامیابی راجہ
اشوک کی حمایت سے ہوئی۔ عیسائی مذہب کی کامیابی شاہ کانسٹنٹائن کی مدد سے ہوئی اور دونوں
طویل عرصہ کے بعد۔ مگر اسلام کی کامیابی خود آپ کے ذریعہ سے ہوئی۔ اور اوس کی سرعت ایسی
تھی کہ ابتک حیرت پیدا کرتی ہے۔ حضرت محمد صاحب نے جو فتوحات حاصل کین وہ زیادہ تر تالیف
قلوب کی فتوحات تھیں" لالہ رام چندر بی۔ اے۔ ال۔ بی۔ پریزیڈنٹ اٹھورینس سکھ
سبھالاہور لکھتے ہیں۔ وحدانیت و مساوات دونوں بیش بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام
نے دئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جبتک وحدانیت
و مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اوس وقت تک اس فیلسوفانی
کا سہرا حضرت محمد علیہ السلام کے سر رہیگا" (الفضل مئی سنہ ۲۹ء) گروکل کانگڑی کے پرنسپل
رام دیو۔ ایم۔ اے لکھتے ہیں " قرآن کی بھاشا (زبان) بہت سندر (عمدہ) ہے اس میں فصاحت
بلاغت بھری ہے۔ اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتین
ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں۔ صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عرب کے اندر
عورتون کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتون کے حقوق قایم کئے (پرکاش فروری
سنہ ۲۷ء) پروفیسر دھرو جی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گروکل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے
کہا " حضرت محمد صاحب نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قایم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھی"
(الفضل سنہ ۲۷ء) پروفیسر روچی رام ممبر پنجاب کونسل لکھتے ہیں " آپ نے (محمد) انسانی ترقی
کے لئے جسقدر کوششین فرمائی ہیں وہ بالکل غیر فانی ہیں۔ ان کوششون کے باعث دنیا
ہمیشہ تک آپ کی احسان مند رہے گی (الامان اگست سنہ ۲۹ء) لالہ رام چند منچندہ ایڈوکیٹ

لاہور لکھتے ہیں:" پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کو اپنی مشن کو رائج کرنے میں جو کامیابی ہوئی ہے وہ سچ مچ حیرت انگیز ہے ناشائستہ۔ خوانخوار۔ کینہ ور۔ جنگجو عربوں کے قبیلوں کو جو بت پرستی اور توہم پرستی میں غرقاب تھے آپس کے جھگڑوں اور جوا بازی میں محو تھے آناً فاناً خدا پرست بنا دیا۔ تمام قبیلے ایک سردار کے جھنڈے کے نیچے آگئے اور ایک متحد قوم بن کر نہایت ہی قلیل عرصہ میں۔ ایشیا۔ شمالی افریقہ جنوبی یورپ میں پھیل گئی۔ اور وہاں اپنی تہذیب کے جھنڈے نصب کر دئے۔ دنیا کی تاریخ اس کامیابی کے بالمقابل دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کامیابی یکتا ہے بے مثال ہے۔ اور انسانی سوسائٹی کو بارہ سال میں پستی سے اوج پر پہنچانے کی اس کے سوا دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ یہ ایک حیرت انگیز معجزہ ہے کہ ان کی بدولت وحدانیت مساوات کے بیش بہا اصولوں کا کثیر التعداد انسانی جماعتوں میں عمل ہوا جس سے انسان بہ نسبت مجموعی تہذیب کے راستہ پر آگے بڑھنے لگے وہ انسان جو فرقہ وارانہ نقطۂ نگاہ سے اوپر ہیں پیغمبر اسلام کے لاثانی احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے۔" (الامان اگست ۱۹۲۹ء) سردار کشن سنگھ لکھتے ہیں:" اس بعثت و دعوت کے بعد صفحۂ ارض پر ایک جدید تہذیب اور ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے اور تہذیب کی ہوا ان کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شراب میں پیتے تھے اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے لڑکی کی ولادت اس قدر ننگ خیال کی جاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی۔ جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پرپوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمدؐ صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص مدد و ہدایتیں تھیں کہ باوجود ان کے غیر تعلیمیافتہ ہونے۔ اور اُس سوسائٹی میں نشوونما پانے کے ایسی کایا پلیٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمدؐ صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔" (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمدؐ صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی۔ چنانچہ ہمارے آقا سردار گرو نانک صاحب نے جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ، انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے۔ اونہوں نے حضرت محمدؐ صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اون کی تعریف میں جو دو لکھا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب

مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے اونہون نے فرمایا ہے ؎

ڈیٹھا نور محمدی ڈیٹھا نبی رسول ناٹک قدرت دیکھ کر خودی گئی سب بھول

(اخبار خلافت بمبی ۲۸ - نومبر ۱۹۲۹ عیسوی)

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے مسلمان پیدا کرلیتی تھی (تمدن عرب) ریورنڈ پادری غلام مسیح - اڈیٹر نور افشان لکھتے ہیں (خدا تعالیٰ اور خدا پرستی آپ کی (محمد) زندگی میں نمایان جگہ رکھتی ہے (آگے لکھتے ہیں) آپ کے زمانہ کے آزاد عرب کے سردارون کے مشاغل زندگی کا اور عربون کے مذہبی عقائد ورسوم کا تاریخ نویسون نے نہایت سیاہ خاکہ کھینچا ہے - ان کی شراب نوشی کا جوا بازی کا ان کے حسب ونسب پر فخر کرنیکا اون کی خود غرضانہ زندگی کے تباہ کن طرز عمل کا - ان کے ظلم و شر کا - اور غلامون وغیرہ سے بدسلوکیون کا بیوہ یتیمون پر مظالم روا رکھنے کا - ناچ رنگ میں مشغول رہنے کا - کفر ونفاق کا مفصل ذکر کیا ہے - مگر حیرت اس بات میں پائی جاتی ہے کہ تاریخ نے آنحضرت کو خوشحالی اور فارغ البالی اور اپنی کامیابی اور اقبال مندی کے زمانہ میں بھی عربون کی مکروہات سے مانوس نہیں دکھایا - ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اوس کے ساتھ دوسرون کے مقابلہ میں نیکی اور انصاف جس کی مہر اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے (تمدن عرب) محمد صاحب امن و امان کے خواہان تھے وہ لوگون کو تعلیم دیتے تھے - خدا کی عبادت کرو - نیک کام کرو (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) شردھے پرکاش دیوجی لکھتے ہیں - آنحضرت کی ذات سے جو فیض دنیا کو پہونچے اون کے لئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو ان کا شکر گزار ہونا مناسب ہے (سوانح عمری محمد صاحب) ڈاکٹر جی - ویل لکھتے ہیں (بیشک محمد صاحب نے گمراہون کے لئے ایک بہترین راہ ہدایت قایم کی - اور یقیناً آپ کی زندگی نہایت پاک وصاف تھی - آپ کی خوش اخلاقی رحمدلی بیحد ومحدود نہ تھی) مسٹر اڈورمونٹے لکھتے ہیں (سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لئے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتی ہے) - ایس ٹارکیہ لیتھ لکھتے ہیں (آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جانورون پر بھی ظلم وستم توڑنے کو بہت برا کہا ہے) مسٹر اڈورڈ لکھتے ہیں (محمد کا مذہب شکوک وشبہات سے پاک ہے) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام) گاندھی جی لکھتے ہیں مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (ینگ انڈیا) (قرآن

کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی ولطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین
ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور ایک حکیم فلسفی حکمت الہٰی بیان کرتا ہے) کوئی انسان مثل اس
کے (قرآن) نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے (مسٹر سیل) یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے
(دیباچہ قرآن جی ایم راڈویل) مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری
کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ (لائف آف محمد) لالہ کشن داس
جہلمی لکھتے ہیں۔ جو اخوت پیغمبر اسلام نے قایم کی ہے کوئی نہیں کر سکا۔ جس مضبوط چٹان پر اسلام
کی بنیاد حضرت ممدوح رکھی ہے وہ کسی کو ملا ہے نہ ملیگا۔ (زمیندار سنہ ۱۹۲۶ء) اسلام نے تلوار کے بل پر
کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی بے نفسی
عہود ومواثیق کا انتہائی احترام اپنے رفقا ومتبعین کے ساتھ گہری وابستگی۔ جرٲت بے خوفی اللہ تعالیٰ
پر کامل بھروسہ اور اپنے مقاصد ونصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد۔ اسلام کی کامیابی کے
حقیقی اسباب تھے۔ (ملت کراچی ۹ اگست سنہ ۱۹۵۱ء) سری رامچندر جی مہاراج وبھگوان کرشن جی
وگرو نانک دیوجی۔ وحضرت موسیٰؑ وحضرت عیسیٰؑ یہ روحانی بادشاہ تھے اور میں کہتا ہوں کہ ان میں
ایک روحانی شہنشاہ بھی جسکا مقدس نام محمدؐ تھا۔ جس کے معنی ہی مہا کیے گئے۔ اور جس کی پوتر لائف
کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا مگر حضرت محمدؐ
صاحب نے دنیا پر اس قدر احسان کئے ہیں کہ جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ (رہبر دکن از عالیجناب
بھگت راؤ صاحب ایڈووکیٹ کوہ مری) حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا
لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بودھی حضرت محمدؐ سے
محبت رکھتے اور آپ کا احترام کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے برما میں ہم بخوشی اپنی لڑکیاں مسلمانوں کو دیتے
ہیں۔ (مضمون پیشوائے اعظم مذہب بودھ عالیجناب مانگ تونگ صاحب از رہبر دکن سنہ ۱۹۳۹ء)
لوگ کہتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا۔ مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ
زبردستی جو چیز پھیلائی جاتی ہے وہ جلدی ظالم سے واپس لی جاتی ہے۔ اگر اسلام کی اشاعت ظلم کے
ساتھ ہوئی ہوتی تو آج اسلام کا نام ونشان بھی نہ رہتا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ
اسلام دن بدن ترقی پر ہے کیوں یہ اس لئے کہ بانیٔ اسلام کے اندر روحانی شکتی تھی نعش ماتر انسان
کے لئے پریم تھا۔ ان کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ نیک خیالات اون کی رہنمائی
کرتے تھے (از عالیجناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ست اپدیش منقول از ملت ۹ اگست سنہ ۱۹۵۱ء) آنحضرت

کی شان میں نا واقفیت یا شرارت سے یہ کہنا کہ ان کی تعلیم میں قتل و خونریزی تھی بالکل غلط و خلاف واقعہ ہے۔ جس شخص کا دل بچھتے بچھتے بچون کے رونے سے بےقرار و بےچین ہو جائے۔ جو ہزاروں گالیان اور دشنام سن کر بھی اپنی نگاہ نیچی رکھے۔ اور کعبۂ مکرمہ کی فتح کے روز صبر و تحمل رحم و رواداری کا وہ بےمثل مظاہرہ کرے کہ اوس کی نظیر پیغمبران عالم میں نہیں ملتی کہ اپنے بدترین دشمنون کو بھی قابو حاصل ہونے پر معاف کر دیا۔ (از عالیجناب بابو برج بہاری لال صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی وکیل منقول از ملت ۲۹ سنہ ء) خود رسول اللہ اپنی غیر مسلم رعایا سے جس قسم کا برتاؤ کرتے تھے اس پر واقعات ذیل سے بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ مدینہ منورہ کے پاس ایک مقام خیبر ہے جہان کی رعایا یہودی کافر تھی۔ ایک مرتبہ اونہون نے گوشت میں زہر ملا کر کھانیکو بھیجا۔ آپ نے اس تحفہ کو لے لیا۔ جب پتہ لگ گیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو ان لوگون کو بلا کر دریافت فرمایا اونہون نے اقرار کیا۔ مگر رسول کریم کے تحمل کو دیکھا جائے کہ باوجودیکہ ان لوگون نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور آپ کی رعایا اور کافر تھے مگر آپ نے معاف کر دیا۔ اور انتقام کا خیال تک بھی دل میں نہ آنے دیا خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب قصوروار کافر تک کو آپ نہیں مارتے تھے اور نہ مارنیکا حکم دیتے تھے تو بےقصور کسی کافر کو مارنا کیسے جائز ہو سکتا ہے (از عالیجناب پنڈت رام کنور چوبے۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ ایس منقول از ملت ۲۹ سنہ ء)

ترٹے کتیان بھالیان ترٹے موڈے بھید   توریت انجیل زبور ترٹے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہیا فرقان کتیبڑے کل جگ میں پروان   مطلب دو ملان نا پایا ہندو مسلمان
ناتھ سے گو تری ترینوں روزہ نہ نماز   عملاں باجھوں مومنوں دوزخ دتی عذاب

مطلب۔ ہندو مسلمانون نے توریت انجیل زبور وید بہت سی کتابیں دیکھ ڈالین مگر مقصد ہاتھ نہ آیا البتہ مقصد قرآن میں عمل کی صورت میں ملا ہے نماز روزہ اور عمل کئے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔ (مکے دی ساکھی از نور ۲۵ سنہ ء)

پت دن پوجا مت دن نجم جب دن کا ہے جنیو   ناد ہو دہوتلک چڑھاؤ سیچ دن سوچ نہوئی
کل پرمان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

(مطلب پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتا چھوت چھات بھی بیکار ہے۔ جنیو اشنان ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئیگا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب کام آئے تو وہ قرآن ہے جس کے آگے پوتی پران کچھ بھی نہیں۔) (گرنتھ باوا نانک صفحہ ۸۳۶ از نور جولائی ۲۵ سنہ ء)

غرض اسلام کی اشاعت کا باعث بزرگان اسلام کا حسنِ اخلاق قرآن مجید کے موافق عقل و فطرت تعلیم فصاحت و بلاغت ہے۔

(نوٹ حاشیہ صفحہ ۱۶۱ پر ملاحظہ کیجئے)

ہندوستان میں اشاعتِ اسلام

ہندوستان میں اشاعت اسلام کا داخلہ محض قدرت کی کارسازی سے ہوا اور حضور علیہ السلام کے عہد میں ہوا یعنی شہر کدنگلور (علاقہ ملابار) کے راجہ سامری نے شب کو معجزۂ شق القمر دیکھا جب تحقیق کی تو حضور علیہ السلام کے دعوئے نبوت کا حال معلوم ہوا۔ پرانی کتابوں کے جاننے والوں اور منجموں نے کہا کہ عرب میں ایک نبی ہوگا اوس کے ہاتھ پر یہ معجزہ ہوگا۔ چنانچہ راجہ مشرف باسلام ہو کر مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ اس راجہ کا تذکرہ ملابار مینول و ملابار رپورٹ مرتبہ لالہ سراج میں بھی ہے۔ یادگار بہاری لال نے بھی اپنی کتاب گورنمنٹ ہند کے صفحہ ۹ پر اس راجہ کا ذکر کیا ہے۔ مسٹر ڈبلی لال لنگم نے سوانح عمری سلطان حیدر علی میں اس راجہ کے مشرف باسلام ہونے کا ذکر کیا ہے اس راجہ کا نام بھوپال پیرمل تھا اوس ہی زمانہ میں اس ہی معجزہ کو دیکھ کر راجہ دھار مسلمان ہوا اور راجہ ہند فاضل بدا امیر رتن نام مسلمان ہوئے جو بابا رتن صحابی کر کے مشہور ہیں اون کا مزار آج تک زیارت گاہ خلائق ہے سنہ ۶ھ میں مسلمانوں کی مختصر جماعت جس میں عورتیں بچے بوڑھے سبھی تھے بغرض زیارت قدم آدم علیہ السلام عرب سے جزیرہ سراندیپ کو روانہ ہوئے باد مخالف نے ان کشتیوں کو علاقہ ملابار کے کنارے لگا دیا مجبوراً یہ قافلہ اُتر کر شہر کدنگلور میں داخل ہوا۔ یہاں کی راجہ نے اس پریشان حال غریب الوطن قافلے کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ اوس کی مہربانیوں پر گرویدہ ہو کر یہ گروہ یہیں زمین گیر ہو گیا۔ راجہ نے ان کو معزز عہدے دئے۔ مناصب و جاگیرات دیں ان لوگوں کی وجہ سے عرب سے مستحکم تعلقات تجارت و آمد و رفت قایم ہو گئے۔ چنانچہ ایک قافلے کے ساتھ صحابی رسول کریم حضرت تمیم انصاری تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔ اون کا مزار آج تک زیارت گاہ خلایق۔ اور مسلمانان قرن اولیٰ کی سرزمین ہند پر قدم رنجہ فرمائی کا شاہد عادل ہے۔ چونکہ اس گروہ میں سے بعض وہ حضرات تھے جن کو شرف صحبت رسول کریم حاصل ہوا تھا اور اکثر

صحابہ کرامؓ کے مستفیدین تھے۔ اس لئے اون کا ہر ہر فعل ایک ایک حرکت عدل و اخلاقِ حسنہ کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کو دیکھ کر ہندو گرویدہ ہوگئے۔ اور ان کو اپنی بیٹیاں بیاہ دین۔ اون سے ایک نسل مخلوط مسلمانون کی چلی۔ سنہ ۸۱۵ء میں اس مخلوط نسل کا یہ عروج تھا کہ وہ صاحب تاج ہوگئے تھے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے چند ہندو اہل قلم اصحاب کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ بابو ڈپٹی لال بنگم لکھتے ہیں "اصل میں یہ سرزمین کریلا کے نام سے مشہور تھی اس پر شاہان چیرا کا نائب مسمی پیرومل حکمران تھا۔ آخری نائب[۱] نے سنہ ۸۱۵ء کے قریب دین اسلام اختیار کیا۔ اور مکہ شریف کا حج کرنے کی نیت سے اپنے مقبوضات کو اپنے صاحب اقتدار سرداروں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس نے جیرہ مل یا تولاتری سردار کو اپنی ریاست کا شمالی حصہ اور حقوق شاہی تفویض کئے۔ اور راجہ ٹراونکور کے جد امجد دنا باوادنات کو جنوبی حصہ دیا۔ اور سردار پرمیچھ کو جسکی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ وہ مسلمان نائب کا بیٹا تھا کوچین حوالہ کیا۔ اور زمورن کو اپنی تلوار اور کچھ ملک عطا کیا۔ (سوانح عمری سلطان حیدر علی صفحہ ۹) عرب سے تجارتی تعلقات پیدا ہوتے ہی نائر دن میں اسلام پھیل گیا تھا اور مخلوط قوم کی اولاد آدھی ہندو تھی آدھی عرب (سوانح عمری حیدر علی صفحہ ۲) بابو مکٹ بہاری لال بہار گوبی اے لکھتے ہیں کوچین کے راجہ چیرامن پیرومل کے خاندان میں سے ہیں جو ملک کرالا میں جس میں ٹراونکور اور مالابار شامل تھے چیرلا بادشاہون کی طرف سے بطور وائسرائے کے اس صدی سے پہلے حکومت کرتا تھا بعد میں خود راجہ بن بیٹھا۔ (گورنمنٹ ہند صفحہ ۹) بابو منوہر لال لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں آگیا تھا۔ ملابار میں بہت سے مسلمان آکر آباد ہوگئے تھے۔ اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہوگئے تھے راجہ نہایت مہربانی سے اُن سے پیش آتا تھا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۲۶ء)۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملابار میں اسلام حضور علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں داخل ہوا یا حضرت عمرؓ کے۔ حضرت عمرؓ کے عہد کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں۔ غرض اسلام کا ہندوستان میں جاری ہو جانا اوس وقت ثابت ہے جب کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ ہندوستان پر کبھی حملہ کیا جائیگا۔ جبر کا اتہام لگانے والی

---

[۱] یہ صحیح نہیں کیونکہ تامل روایات سے ثابت ہے کہ شنکر اچاریہ اس راجہ کے عہد میں پیدا ہوا۔ ڈاکٹر برنل شنکر اچاریہ کی پیدائش سنہ ۶۵۰ء قرار دیتے ہیں۔ رسول کریم کی وفات سنہ ۶۳۲ء میں ہوئی۔ اسلئے یہ راجہ رسول کریم کے عہد میں تھا اور اسی ہی زمانہ میں مشرف باسلام ہوا۔ راجہ سراندیپ عہد صحابہ کرامؓ میں مشرف باسلام ہوا (تاریخ فرشتہ و عجائب الہند مصنفہ سنہ ۳۰۰ھ)

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے۔

بتائیں کہ اوس وقت کس نے جبر کیا تھا۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں: "حاکم سرانہ یپ پہلے راجا این
ہندوستان ہے اور حقیقت اسلام کے واقف ہوکر صحابۂ کرام کے وقت میں تابعدار شریعت
کا ہوا۔ (عمدۃ التواریخ ص۲۹) ڈاکٹر آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں نہایت
شرح وبسط اور دلائل قویہ سے ہر ہر حصۂ ملک ہندوستان کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں
اشاعت اسلام اولیاء کرام و علمائے عظام کے ذریعہ سے ہوئی۔ سلاطین کا اس سے کچھ تعلق نہ تھا اور
بزرگان اسلام نے بزور اخلاق حسنہ و دلائل قویہ ہنود سے اسلام کو منوایا۔ (سنہ ۹۳۲ھ میں راجہ مرگیا
اوس کا بیٹا راجہ ہوا اور مسلمان ہوکر جلال الدین شرقی لقب اختیار کیا۔" (راجہ کانس کا بیٹا۔
مختصر سیر گلشن ہند مصنفہ بابو رام) دوسری راجہ (کشمیر) کا لڑکا نرنجن دیو سنہ ۱۳۲۵ء کو جانشین ہوا
اور قوم کا برہمن تھا۔ موید الدین بلبل شاہ نامی ایک مسلمان فقیر کشمیر میں رہتا تھا۔ نرنجن اوس پر
ایمان لاکر مسلمان مع خاندان کے ہوگیا اور اپنا نام صدر الدین رکھا (مختصر سیر گلشن ہند) اگر شاہان
اسلام بجبر اشاعت اسلام کرتے تو جن جن حصص ممالک پر مسلمانوں کا زیادہ عرصہ قبضہ رہا ہے وہان
ہی زیادہ مسلمان ہوتے۔ دکن پر آجتک مسلمانوں کا قبضہ ہے مگر دکن میں مسلمانوں کی تعداد دس
فیصدی سے بھی کم ہے۔ راجپوتانہ۔ سیلون۔ برما پر کبھی مسلمان قابض نہیں ہوئے لیکن وہاں مسلمانوں
کی خاصی تعداد ہے۔ اخیر دور سلطنت مغلیہ تک ہندوستان میں مسلمانوں کا شمار دو کروڑ سے کچھ زائد
ثابت ہوتا ہے اب آٹھ کروڑ ہے یہ چھ کروڑ کا اضافہ سلطنت مغلیہ کے بعد انگریزوں کے عہد میں ہوا
وہ کونسی تلوار تھی جسے دیکھ دیکھ مہاشئے مسلمان ہوتے رہے؟ لالہ ہنسراج نے یوم شردھانند میں لاہور
میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پچھلی مردم شماری میں دس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ
بڑھ گئی اور ہندوؤں کی تعداد ساڑھے سات لاکھ کم ہوگئی (مدینہ جنوری سنہ ۱۹۲۷ء) اخبار بین اصحاب جانتے
ہیں کہ اس زمانہ میں یورپ۔ افریقہ۔ چین وغیرہ میں اسلام بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ باوجودیکہ
نہ اشاعت اسلام کا کوئی مشن قایم ہے نہ زر زمین زن کا کوئی لالچ دینے والا ہے نہ کوئی بادشاہ
سرپرست ہے اور عیسائی مذہب جسکی پشت پر یورپ کی عیسائی سلطنتیں ہیں جو کروڑوں روپیہ
خرچ کر رہا ہے۔ اسی طرح آریہ دھرم جسکی پشت پناہی حتی المقدور راجگان ہند کر رہے ہیں۔
اور جہان زر زمین زن کی بھی افراط ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں دونوں کے قدم پیچھے ہٹتے جاتے ہیں
ذرا کوئی انصاف سے غور کرکے بتلائے کہ اس کا کیا سبب ہے اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ اسلام
کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدا میں تو ایک رسول کریم ہی بے کس و

بےتر ذات پاک تھی۔ اون تلوار چلانیوالون کو کس تلوار نے مسلمان بنایا۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ ہند میں اسلام کے سرعت سے پھیلنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس مذہب میں اعلیٰ درجہ کی مساوات ہے۔ ہندو جو ذات پات کی مصیبتون میں گرفتار ہیں اس موقع کو غنیمت سمجھ کر جوق جوق پیغمبر اسلام کی حمایت میں داخل ہوگئے (آگے لکھتے ہیں) جون جون تمدن میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور خیالات روشن ہوتے جاتے ہیں اسلام کے پیرو بڑھتے جاتے ہیں۔ ہند میں اسلام کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے یہ دھیمی چال سے چپ چاپ بلا شور و آواز اب بھی جاری ہے (تمدن ہند) ہندوستان میں اسلام کو جس بات سے اصل قوت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ذاتون کی تفریق نہیں ہے اور یہی وہ بڑی چیز ہے جس سے وہ ہندوٴن کو کثرت سے اپنا پیرو بناتا ہے (پریچنگ آف اسلام) جہان جہان مسلمان کاشتکارون کے گھر موجود ہیں وہان نیچی ذات کے ہندو اونچی ذات والون کے ظلم و ستم سے عاجز آکر جمع ہو جاتے ہیں اور مسلمانونکی پناہ ڈھونڈ کر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ (گزیٹیر صوبہ اودھ جلد اول) مسٹر ڈالٹن لکھتے ہیں۔ اونچی ذات کے ہندو نیچی ذات کے ہندوٴن کو نہایت ذلیل و خوار سمجھتے ہیں اور جب کسی نیچی ذات کے ہندو کو اپنی ترقی کا خواہان پاتے ہیں تو اوس کو طرح طرح کے نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب ان باتون کا ایسے مذہب سے مقابلہ کیا جاتا ہے جسمیں کوئی ذات سے خارج نہیں ہو سکتا اور ہر شخص کو ترقی کرنے کے لئے آزادی ملتی ہے تو اسلام کے حقیقی خوائد روشن ہو جاتے ہیں۔ بنگال کے جولاہے جو سوتی کپڑا بنتے ہیں اون کو ہندو بہت ناپاک جانتے ہیں۔ اس لئے یہ جولاہے مسلمان ہو جاتے ہیں تاکہ ذلیل حالت سے چھٹکارا ہو (منقول از پریچنگ آف اسلام) سر ڈبلو ڈبلو ہنٹر لکھتے ہیں ان لوگون کے نزدیک جس میں مفلس مچھلی پکڑنے والے شکاری قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار رہتے اسلام ایک اوتار تھا جو اون کے لئے آکاش سے اترا تھا وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اوس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید کی خبر اور انسانون کے برابر ہونیکا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جن کو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔ جنوبی بنگال میں اسلام کو مستقل کامیابی جبر و اکراہ کی بدولت حاصل نہیں ہوئی بلکہ اسلام ہر شخص سے خود مخاطب ہوا اور مفلسوں میں سے لاکھون کو اپنا پیرو بنا لیا۔ اس کی تعلیم نے خدا کا اور انسانی اخوت کا اعلیٰ ترین خیال پیدا کر دیا۔ اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قومون کو جو صدہا سال سے ہندوٴن کے طبقہ سے قریب قریب خارج ہو کر ہزار ذلت و خواری کے ساتھ اپنے دن کاٹ رہی تھی اون کو اسلام نے اپنی اخوت کے دائرہ میں بلا تکلف شامل کر لیا (ٹائمز فروری

۱۹۳۸ء) لالہ گوبند رام کھنہ کا ایک مضمون ہندو اخبار گرو گھنٹال سے اخبار الامان دہلی نے نقل کیا ہے۔ لالہ صاحب لکھتے ہیں "جب سلطنت مغلیہ کی سطوت و شوکت کا چراغ گل ہوگیا اور دکن و وسط ہند میں مرہٹوں کی حکومتیں قائم ہوگئیں اور پنجاب میں برطانوی حکومت کا علم بلند ہوگیا تو مسلمانوں کے سیاسی تفوق کا عملاً خاتمہ ہوچکا تھا۔ لیکن اس انقلاب کے باوجود ہندؤوں کو اسلام قبول کرنے کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوا اگرچہ ہندؤوں کو یہ امر ناگوار گزریگا۔ مگر ہمیں اس سچائی کو تسلیم کرلینا چاہیئے کہ اگر ہندؤوں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے اور اسمیں جذب کی طاقت موجود ہے تو اس کے سوائے اس کی اور کوئی وجہ نہیں کہ معاشرتی پہلو سے ہندؤوں کے نظام میں بوسیدگی پیدا ہوگئی۔ (۲۳۔ فروری ۱۹۳۰ء) الغرض ہندوستان اور ہندوستانی قوموں میں اشاعت اسلام رسول کریم کے ہی عہد میں ہوگئی تھی جب رسول کریم نے شاہان عالم کو دعوت نامے تحریر فرمائے تو ہندوستان کے ایک راجہ کو بھی جسکا نام سرباتک تھا مدعو کیا اور اسکے پاس حذیفہ اسامہ صہیب صحابی بھیجے وہ مشرف باسلام ہوا (سرباتک زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم *

مذہب اور جبر

قرآن مجید میں صاف حکم ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں جبر نہیں جبر سے کوئی شخص سچا اور پکا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مسلمان ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک اقرار لسانی یعنی زبان سے تصدیق۔ یہ تو جبر سے ممکن ہے۔ دوسرے تصدیق قلب یعنی دل سے سچا جاننا۔ یہ جبر سے ممکن نہیں۔ پھر کیونکر کوئی زبردستی مسلمان بنایا جاسکتا ہے۔ حصین نام ایک صحابی تھے اون کے دو بیٹے عیسائی ہوگئے اونہوں نے رسول کریم سے عرض کیا کہ میں اون کو زبردستی مسلمان کرلوں۔ آپ نے فرمایا دین میں جبر نہیں (تفسیر ابن کثیر) ہندو فاضل مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں "جو لوگ مذہب اسلام کو متعصب کہتے ہیں اون سے میں نہایت ادب سے التماس کرونگا کہ وہ محمد کے پیغام کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں جنہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں صریح طور پر فرمایا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (الامان جون ۱۹۲۵ء) مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں اس بات کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کیگئی ہے اوس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی۔ مسٹر ایچ۔ ڈی سینٹ ہلیر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام کو نہ قبول کرنیکی سزا لازمی تلوار تھی۔ مذہب اسلام پر منجملہ اُن جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہے

ہم شکل و صورت کے آدمی دیکھے تھے (ترمذی) حضرت علیؓ نے جنگ جمل میں خزانہ کی حفاظت پر جاٹوں کو مقرر کیا (طبرانی) امیر معاویہ نے جاٹوں کو شام کو

جو غیر مذہب والون نے ناانصافی سے اس پر کیا ہے۔ یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ دانستہ حق پوشی کرتے ہیں۔ مسٹر روبن سن لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجون نے خواہ ملک شام کو فتح کیا یا شمالی افریقہ پر علم تسخیر بلند کیا یا بحیرۂ احمر کو عبور کرکے بحیرۂ اسود میں پاؤن جمائے۔ الغرض وہ جہان کہیں بھی پہونچے قرآن کی تعلیم اُن کے ساتھ گئی جس کی وجہ سے انہون نے کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔ کسی قوم کو اونہون نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتی تھی"۔

سبکتگین حیدر علی ٹیپو کے متعلق باب اول میں اون کے تذکرہ میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ اونہون نے کسی پر مذہبی جبر نہیں کیا۔ محمد قاسم۔ محمود و عالمگیر کے بیانات میں بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے کہ اونہون نے بھی کسی پر تبدیل مذہب کے لئے جبر نہیں کیا۔ اسی بیان میں اسلامی احکامات و شہادتون سے ثابت کیا گیا ہے کہ جبر سے کوئی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ اب یہان محمد قاسم و محمود و عالمگیر کے متعلق چند شہادتین اور نقل کی جاتی ہیں (دوسرے مقامات کی طرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا اقوام پر کوئی مذہبی جبر نہیں کیا گیا) (مسٹر چنی لال ایم اے) برہمن آباد پر جب اہل عرب قابض ہوئے تو (محمد قاسم) ہندؤن کو مندرون کی مرمت کرنیکی اجازت دیدی اور کسی کو مذہب کی پیروی سے نہیں روکا (ایلیٹ جلد اول) ان لڑائیون میں (محمد قاسم) نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندرونکی مرمت کرائی (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۰۶ء مضمون لالہ منوہر لال)۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اوس نے (محمود) سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جس طرح یہ غلط ہے کہ محمود نے ہندؤن کو اس لئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اوس نے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ (واقعات ہند تلسی رام) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں اورنگ زیب کے عہد کی تاریخون میں بجبر مسلمان کرنیکا کہیں ذکر نہیں (پریچنگ آف اسلام) اورنگ زیب کی بیوی شاہزادہ معظم کی والدہ ہندو مذہب تھی اون پر کبھی تبدیل مذہب کے لئے زور نہیں ڈالا۔ (واقعات ہند) عالمگیر نومسلمون کی امداد میں بے تعداد روپیہ خرچ کرتا تھا مگر کسی کو مذہب بدلنے کے لئے مجبور نہ کرتا تھا۔ (واقعات ہند) الگزینڈر ڈاؤ لکھتے ہیں اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں نومسلمون کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اوس نے غیر مذہب کے لوگون پر سختیان نہیں کین (تاریخ ہندوستان جلد سوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں اسیطرح تعصب و اشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالمگیر

پر ہے جو بالکل بے بنیاد اور تعصب آلود الزام ہے۔ اورنگ زیب نے مندرون کو جاگیرین دین اوس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے (پیسہ اخبار اکتوبر [illegible]ء) ہندو رسالہ دہرم کی شہادت مفصل گزشتہ اوراق میں نقل کیجا چکی ہے۔ حق پسند کے لئے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ محمود و عالمگیر کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اونہون نے بزور شمشیر اشاعت اسلام کی۔ اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونون بادشاہ دنیا دار تھے یا دیندار اگر دنیا دار تھے تو رعایا پر مذہبی جبر کر کے اپنی سلطنت کو خرابی میں نہ ڈالتے اس لئے یہ شہرت سراسر الزام و اتہام ہے اگر دیندار تھے اور خدا کی خوشنودی کے لئے حمایت دین کرتے تھے تو یہ بھی ضرور ہے کہ شرعی احکام کے مواقف کرتے تھے کیونکہ کوئی احمق ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی کام کو مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرے اور اوس کا عمل مذہب کے خلاف کرے کیونکہ اس صورت میں اوس کا اجر نیک نہیں پا سکتا۔ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ بڑا پابند نماز تھا اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑہتا تھا اور اوس ہی کے ساتھ یہ بھی کہا جائے کہ وہ وضو کبھی نہ کرتا تھا تو کوئی احمق بھی اسکو باور نہ کریگا کہ ایک شخص اتنی بڑی تکلیف گوارا کرے اور پھر شرائط کو ادا نہ کرے۔ پس ہم کو شرعی روشنی میں دیکھنا چاہئے اگر بجبر تبدیل مذہب کرانا شرعاً جائز ہے تو ضرور عالمگیر و محمود نے کیا۔ اور اگر جائز نہیں تو محمود و عالمگیر نے نہیں کیا۔ اس کی تحقیق اوپر گزر چکی کہ مذہب میں جبر نہیں۔ لہٰذا یہ سراسر اتہام ہے۔ کیونکہ رسول کریم نے ذمی (غیر مسلم رعایا) کے متعلق آزادیٔ مذہب اور حفاظت معابد کا ارشاد فرمایا ہے کوئی دیندار اس کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

تمام مذاہب باطلہ کی اشاعت جبری ہوئی

یہودی بادشاہ ذو نواس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔ اور لوگون کو جبراً یہودی بنایا (تاریخ عرب)

عیسائی [illegible]ء میں یحییٰ ثانی نے مسلمانون کو جبراً اصطباغ دلایا (پریچنگ آف اسلام) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں:۔ "اہل پرتگال مسلمانون کے ساتھ

بیرحمی سے پیش آئے اور بہت سون کو زبردستی عیسائی بنایا (تاریخ ہند)

زرتشتی گشتاسب کے بیٹے اسفندیار نے اشاعت دین کے لئے متعدد جہاد کئے اور جہان گیا دین زرتشتی کو رواج دیکر آیا۔ (مشاہیر عالم مصنفہ دینا ناتھ) در عہد نوشیروان مزدک زندیق کہ دعویٰ نبوت کردہ عالمے را گمراہ ساختہ بود مع توابع خود نود ہشت ہزار کس بود ند بقتل رسید (بساط الغنایم معنفہ لچھمی نراین قلمی موجودہ کتب خانہ حیدر آباد صلا) گشتاسب نے اپنی رعایا کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔ (تاریخ ایران حصہ اول مصنفہ سرجان ملکم صنٹ) نہایت متعصب تھا (اردشیر شاہ ایران) چنانچہ آتش پرستون کے بڑھانے چڑھانے میں صرف کوشش ہی نہیں کی بلکہ ظلم و تعدی کے ذریعہ سے آتش پرستی کے عقیدہ کو لوگون کے دلون مین بٹھانا چاہا (تاریخ ایران سرجان ملکم ص۱۱۹)

صابی قدیم زمانہ میں صابئی مذہب ایشیا میں کلدانیون کے علم اور اہل سیریا کی شمشیر سے پھیلا (گبن)

بت پرست سلاطین خاندان ہکسہ جب مصر پر غالب ہوئے تو سب کو اپنے دیوتا سطیح کی پرستش پر مجبور کیا۔ اس طرح تمام ملک میں بت پرستی پھیل گئی (تاریخ مصر)

بودہ سنہ ۱۴۱۶ء میں عیسائی تحقیقات کے نام سے ایک خاص محکمہ قایم ہوا تاکہ دیسی عیسائیونکو ترک مذہب پر مجبور کیا جائے (تاریخ جاپان) مہاراجہ اشوک نے اپنا تمام بل اور رسوخ اس دہرم کے پرچار میں ختم کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) مہاراجہ اشوک نے نیپال میں بدھ دہرم پھیلایا (تاریخ ہند لاجپت رائے) بدھ مذہب کے پرچار میں کنشک کی کوششیں اشوک کے ہم پلہ سمجھی جاتی ہیں (تاریخ ہند لاجپت رائے) مٹر جے کے زیان لکھتے ہیں جب افغانستان میں بدھ مذہب تھا تو وہ گویا ایشیا میں بدھ مذہب کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ یہ مذہب کنشک کے احکام اور شاہی قوت سے پھیلایا گیا۔ (الخلیل ڈسمبر سنہ ۱۹۱۶ء)

جین مت اگر جینی لوگ دوسرے بے علمون کو چیلا بنا کر جینو انکی طرح نہ باندھتے تو وہ اوس کے پھندے سے چھوٹ کر اپنے جسم کو سپل بنا لیتے۔ (برہمنوں کی لیلا)

سنہ ... مطابق سنہ ۸۱ ھ عیسوی میں خدا نے حکم دیا کہ ... مذہب کے ہاتھ سے قوم ترشکا میں منتقل ہو اس ... میں ہنود ... مقرر ہوا۔ ہنود کو جینین ... مختلف اقوام امور انے جو ہند میں بکثرت

تھے تکلیف وایذا پہنچائی۔ جین والے ایسے اون کے دشمن تھے کہ برہلنے بہ شکل شنکراچاریہ اوتار لیکر اون کو غارت کیا۔ اور اون کے مذہب کو بنارس سے خارج کیا (ٹاڈ راجستان)

ہندو دھرم ان کلیون نے بودھ مت والون کو مار مار کر نکالنا شروع کیا۔ اور برہمنون کا مت پھر پھیلا دیا (آئینۂ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد) ہندو آریون نے قریباً تمام ہندوستان کو سر کر کے ایک بڑی بھاری پولٹیکل اور مذہبی سسٹم کی بنیاد ڈالی۔ (تاریخ ہند لاجپت رائے) سب سے چھوٹے پانڈو شہزادہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر للکار کہا جو شخص سری کرشن کی عبودیت سے منحرف ہوگا میں اوس کا سر پاؤں تلے پیس ڈالونگا۔ راجہ سسپال نے اسکی مخالفت کی۔ سری کرشن نے اس کو قتل کر دیا (رہنمایان ہند)

لوٹ

یہہ بھی مشہور کیا جاتا ہے کہ مسلمان دوسرے مذہب والون کا مال اسباب وغیرہ لوٹنا ثواب سمجھتے ہیں۔ جس طرح سے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے وہ غلط ہے اس کی صرف اس قدر حقیقت ہے کہ غیر مذہب کے لوگ جب شرارت کرین امر حق کو قبول نہ کرین اور اون سے جنگ ہو تو اون کی رسد اور خزانہ لوٹا جائے اور رعایا میں سے جو مقابلہ نہ کرے یا اپنا دروازہ بند کر لے تو اوس سے کوئی تعارض نہ کرے جو مقابلہ اور قتال کرے اور ناحق پر اڑا رہے اوس کا گھر اسباب لوٹا جائے یہ طریقہ ہمیشہ سے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب میں جاری رہا ہے اور ابتک جاری ہے آج کل اخبارات میں عام طور پر یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ اطالیون نے طرابلس میں شیخ سیف الدین کو شکست دیکر اوس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور اُسکے خورد سال بچون کو اور اہل بیت کو گرفتار کر لائے (الامان اپریل ۱۹۳۰ء) ہندو والیان ملک کی لوٹ مار کے بعض حوالے پہلے نقل کئے جا چکے ہیں (رائے کھتہ اور راے سنگھیر علی الدوام مین سو کشتی مسلمانون کے قتل اور ان کے مال کے نہب و غارت کے واسطے دریائی سطح آب پر طیران اور متردد رکھتے تھے (تاریخ فرشتہ) تمامی سقف لمبے نقرہ دیوان عام و دیوان خاص را شکستہ و آلات نقرہ از مزار سلاطین و اولیائے دلی بردا شتہ ہمہ را سکوک کردہ زر کثیر فراہم آورد (سداشیو راؤ) (گلستان ہند مصنفہ راجہ درگا پرشاد)

بہت رائے نے اپنا لشکر دہلی کے انتزاع و استرداد کے واسطے روانہ کیا۔ بلکہ حوالئی دہلی میں پہنچ کر تاخت و تاراج میں مشغول ہوا (تاریخ فرشتہ) عساکر شاہی کو تباہ و برباد اور شہر دہلی کو تاخت و تاراج کیا۔ فرخ نگر اور بہادر گڈھ کے بلوچ رئیسون کو کہ ارکان دولت میں بہت قوی اور صاحب شوکت تھے پست کرکے اون کے ممالک پر قبض و تصرف کیا (بدن سنگھ راجہ بھرت پور نے) اور دہلی کا از سر نو محاصرہ کرکے خزانہ بے شمار اور دولت لاانتہا حاصل کی (وقائع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)۔ دلیپ نے کہا ہم کو دنیا میں نام حاصل کرنا چاہیے اس پر اونہون نے قصبہ چھجو واقع سرحد بیکانیر کو لوٹا ص۱۲۰ (وقائع راجپوتانہ) پرتاب (راجہ اودے پور) امیر (علاقہ جودھپور) پر حملہ کیا اور اوس کے مقام جیٹ کو کہ مال پورہ سے خوب لوٹا ص۳۲۷ (ٹاڈ راجستان حصہ اول) دیال ساہ وزیر مالی جو نہایت دلیر اور اولوالعزم تھا لشکر ہمراہ لیکر مالوہ سے نربدا و بٹن تک لوٹتا چلا گیا۔ سرنگ پور و دیواس و سرونج و سیڈدوا و جین و چندیری کو اوس نے خوب لوٹا (ٹاڈ راجستان جلد اول ص۲۹۶)

غرض فاتح کا مغلوب کو لوٹنا ہمیشہ سے رائج ہے اسلام نے اوسکو ایجاد نہیں بلکہ اوس کی مناسب اصلاح کی۔ مثلاً امن پسندون کو نہ لوٹا جائے۔ جو دروازہ بند کر لے اوس کو نہ لوٹا جائے۔ کھیت باغ نہ اُجاڑے جائیں۔ آگ نہ لگائی جائے۔ پانی نہ بند کیا جائے عام طور پر بربادی نہ کیجائے۔ بچون عورتون بوڑھون بیمارون سے تعرض نہ کیا جائے"۔ ایک غزوے میں رسول کریم نے فرمایا۔ جو دوسرون کو گھرون میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اُسکا جہاد قبول نہیں (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک انصاری نے روایت کی ہے کہ ہم ایک مہم پر تھے۔ جب بہت تنگی اور مصیبت ہوئی تو ہم کو ایک ریوڑیون کا گلہ نظر آیا ہم نے وہ بکریان لوٹ لین اون کا گوشت پک رہا تھا کہ رسول مقبول کو خبر ہوئی آپ نے سب ہانڈیان پکتی ہوئی اُلٹ دین اور فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے (ابوداؤد کتاب الجہاد) ایک جنگ میں حضرت ابوعبیدہؓ سپہ سالار اسلام نے دیکھا کہ ایک شخص درخت آثار کی لکڑیان جلانے کے لئے لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آئندہ مجھ کو معلوم ہوا کہ کسی نے پھلدار درخت کی لکڑیان کاٹی ہیں تو سخت سزا دونگا"۔

بس اسلامی لوٹ کی صرف اسقدر حقیقت ہے کہ دشمن کی رسد سامان حرب خزانہ۔ مقابلہ کرنے۔ شرارت کرنیوالون کا مال لوٹا جائے۔ اس زمانہ میں بھی جسقدر لڑائیان

چانکیہ شست بہادر کنواں کے بیٹون کے ساتھ بیدھڑک ہو کر ہزار و ہزار بار مال غنیمت لوٹ۔ (سام وید ۴-۱)

یورپ افریقہ - ایشیا میں ہوئیں ہیں۔ ناظرین نے دیکھا ہو گا کہ اس قدر سامان حرب ہاتھ لگا - اسقدر روپیہ ملا۔ سکھوں اور بعض دیگر باطل پرستوں کی لوٹ کا حال تو پہلے مذکور ہو چکا ہے کسی قدر اب لکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ کسقدر بے رحمی اور وحشت سے لوٹ مار کرتے تھے سرجان ملکم لکھتے ہیں ایرانی رومیوں پر دھاوا نہ کرتے تھے بلکہ رسدوں کو لوٹتے تھے جس سے ان کا قیام متصور تھا (تاریخ ایران صلالا) شاپور (آتش پرست شاہ ایران) نے شام کو لوٹ کھسوٹ کر بے چراغ کیا (تاریخ ایران صــ۱۴۳) قوم ایسیپا کوزیر کر کے سکندر نے چالیس ہزار قیدی اور دو لاکھ تیس ہزار بیل لوٹ میں حاصل کئے (تاریخ لاجپت رائے حصۂ اول صـ۱۸۹) مردوں کو قتل کر اور عورتوں بچوں مویشیوں کو اپنے تصرف میں لا (اتھشاستر باب ۲۰) ہندو مذہب میں لوٹ کے احکام سب سے زیادہ شدید ہیں۔ منو شاستر میں ہے۔ جب راجہ دشمن کو شہر میں محصور کر دے تو اسے چاہئے کہ محاصرہ کئے بیٹھا رہے اور دشمن کے ملک کو ستائے اور برابر اوسکا چارہ اشیاء خوردنی ایندھن اور پانی غارت کرتا رہے اسی طرح چاہئے کہ تالابوں فصیلوں اور خندقوں کو غارت کرے اور غنیم پر اچانک حملہ کرے اور اسی رات کو ڈرائے (باب ۷) ناموری وہ حاصل کرتا ہے جسنے دہرم سے جنگ کی ہو۔ رتھ گھوڑے چھتر زر رسد گائے وغیرہ چوپائے اور عورتیں اور اشیاء اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپے جنہوں نے لئے ہوں وہی لیں لیکن فوج کے سپاہی ان چیزوں میں سے سولہواں حصہ راجہ کو دیں۔ (ستیارتھ پرکاش)

جزیہ

جزیہ معرب ہے گزیہ کا یہ محصول نوشیروان عادل کی ایجاد ہے (تاریخ قدیم) نوشیروان نے یہود و نصاریٰ پر جزیہ لگایا (تاریخ ایران سرجان ملکم صـ۱۸۶) والجزیا ورؤس اہل الذمۃ جمع جزیۃ وہو معرب گزیۃ وہو الخراج بالفارسیۃ یعنی ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے جو جزیہ لیا جاتا ہے یہ گزیہ کا معرب ہے اس کے معنی فارسی میں خراج کے ہیں (مفاتیح العلوم) اصل میں یہ ایک جنگی ٹیکس تھا - جو ان لوگوں سے لیا جاتا تھا جو خدمات جنگ سے مستثنیٰ تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عتبہ بن فرقد نے آذربائیجان فتح کیا تو معاہدہ میں یہ الفاظ

لکھے علیٰ ان یودوا لجزیۃ علیٰ قدر طاقتھم ومن حشر فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ یعنی حسب مقدور جزیہ ادا کرین۔ اور جس شخص سے جس سال کوئی جنگی خدمت لین گے اوس سال کا جزیہ اوس کو معاف کر دین گے (فتوح البلدان) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں جب کوئی عیسائی گروہ اسلامی فوج میں داخل ہوتا تھا وہ جزیہ سے بری کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ قبیلہ جراجمہ کے ساتھ جو ایک مسیحی قبیلہ انطاکیہ کے قرب وجوار میں آباد تھا ایسا ہی واقعہ گزرا (پریچنگ آف اسلام) جب مصری مسلمان کاشتکار فوجی خدمتون سے مستثنیٰ ہوئے تو اون پر بھی اسی قسم کا محصول لگا دیا گیا جس قسم کا عیسائیون پر تھا۔ (پریچنگ آف اسلام) عالمگیر کے زمانہ میں جزیہ کی انتہائی تعداد ۱۳ ۱/۴ سالانہ تھی اور اس سے پہلے اس سے بھی کم تھا جزیہ ادا کرنے کے لئے دوسو درہم حیثیت کی ضرورت قرار دیگئی تھی اس سے کم حیثیت کے آدمی غربا، عورتین بچے مذہبی اہل خدمت مستثنیٰ تھے۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں: "جزیہ ایک قسم کا محصول تھا جو ہندوون سے وصول ہوتا تھا۔ برہمن لوگ اس سے مستثنیٰ تھے (تاریخ ہند) جزیہ سے بوڑہے بچے عورتین مفلس مستثنیٰ تھے (تاریخ قدیم) اگر جزیہ اس لئے قایم کیا جاتا کہ لوگ تنگ ہو کر اسلام قبول کر لین تو اوس کی اس قدر قلیل تعداد نہ ہوتی۔ اور غربا وغیرہ اس سے مستثنیٰ نہ کئے جاتے" کون صاحب حیثیت ہے جو تیرہ روپیہ سالانہ پر مجبور ہو کر مذہب تبدیل کر دیگا۔ اور یہ جزیہ بھی اورنگزیب نے ستر اسی قسم کے محصول معاف کر کے قائم کیا تھا۔ جادوناتھ سرکار لکھتے ہیں اورنگزیب نے جزیہ کی تعداد دس ۱/۴ سالانہ سے ۱۳ ۱/۴ سالانہ تک مقرر کی تھی۔ اس سے سرکاری ملازمین مذہبی لوگ پیشہ ور محتاج مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگزیب) مسلمانون سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے۔ جزیہ کے لئے دوسو درہم حیثیت قرار دیگئی تھی۔ زکوٰۃ کے لئے ساڑہے باون تولے چاندی۔ جزیہ بڑے امیر پر سوا تیرہ سالانہ تھا۔ زکوٰۃ ہر مسلمان پر ڈھائی فیصدی جزیہ سے اہلکار اہل حرفہ مذہبی لوگ غربا، عورتین بچے مستثنیٰ تھے۔ زکوٰۃ سے نہ مولوی نہ سید نہ اہلکار کوئی مستثنیٰ نہ تھا۔ جزیہ دینے والا خدمات جنگ سے مستثنیٰ تھے۔ زکوٰۃ دینے والا مستثنیٰ نہ تھا جزیہ دینے والے کا اگر بوجہ نقص حفاظت نقصان ہو جائے تو حکومت معاوضہ دیتی تھی زکوٰۃ والے کو کچھ نہ دیا جاتا تھا"

اب اہل انصاف غور کرین کہ جزیہ زیادہ سخت تھا یا زکوٰۃ اور جزیہ غیر مسلمون کیلئے

موجب زحمت تھا یا آیۂ رحمت۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد جب رومیون نے اسکندریہ پر حملہ کیا۔ اور مسلمانون نے بعد سخت جنگ کے اون کو پسپا کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے بعد فتح جس قدر نقصان ذمیون کا ہوا تھا ادا کیا (طبری) جب حیرہ کے متصل شہرون سے خالد بن ولید نے عہد نامہ کیا تو لکھا کہ اگر ہم تمھاری حفاظت کرین تو تم پر جزیہ واجب الادا ہوگا اور اگر ایسا نہ کرین تو واجب الادا نہ ہوگا۔ (پریچنگ آف اسلام) عیسائی سلاطین رعایا سے اسقدر ٹیکس لیتے تھے کہ لوگ مجبور ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں ان تمام ظالمانہ غیر محدود مطالبون کے عوض جو شہنشاہان یونان وصول کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جاتا تھا (عہد اسلام میں) جس کی تعداد تین روپیہ تھی (پریچنگ آف اسلام) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں اخیر زمانہ کے بودھ راجون نے غیر بدھون پر ایک خاص محصول قائم کر کے غیر مذہب کے لوگون میں بد دلی پھیلادی تھی۔ (پیسہ اخبار ڈسمبر سنہ ۱۹۲۶ء) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں غیر اقوام سے (ہندؤن کی سلطنت کے زمانہ میں) علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے تھوڑا سا مصارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا (پیسہ اخبار جنوری سنہ ۱۹۲۶ء) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں راجگان ہندمین سے کوئی تبلیغ میں (تبلیغ اسلام) خلل انداز نہ ہوا۔ ان نو واردون (مسلمانون) اور نومسلمون کے وہی حقوق تھے جو ہندؤن کے تھے صرف اُن سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندر کے لئے لیا جاتا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۲۶ء) عیسائی مصری فاضل جرجی زیدان لکھتے ہیں۔ جزیہ کچھ اسلام کی نئی پیدا کی ہوئی باتون میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تمدن قدیم کے زمانہ سے رائج چلا آیا ہے۔ اتھینز کے رہنے والے یونانیون نے پانچوین صدی قبل مسیح میں سواحل ایشیا کوچک کے رہنے والون پر جزیہ مقرر کیا تھا (آگے لکھتے ہیں) رومانی لوگون نے جن قومون کو زیر کر کے اپنا تابع فرمان بنایا اُن پر اونھون نے مسلمانون کی اس مقدار جزیہ سے جسکو فاتحین اسلام نے اُس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تھا کہیں اور کئی حصہ بڑھ کر جزیہ مقرر کر دیا تھا کیونکہ رومانی جنھون نے جس زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو اونھون نے وہان کے ہر ایک باشندے پر جزیہ مقرر کیا تھا جسکی مقدار نوسے پندرہ گنی سالانہ تک کے مابین ہوتی تھی۔ یا یون کہنا چاہیے کہ مسلمانونکی مقرر کردہ جزیہ سے ہفتگنی تھی (آگے لکھتے ہیں) فارس کے حکمرانون نے محکوم لوگون پر جزیہ ادا کرنا لازم کر دیا تھا (آگے لکھتے ہیں) مسلمانون نے اس آمدنی کے جمع کرنیکی کیفیت میں عدل اختیار کیا (آگے لکھتے ہیں) عمرو بن العاص کے ساتھ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ

قبلی لوگ شریف ہون یا وضیع جوان میں سمجھدار اور بالغ ہو چکے ہیں وہ سب فی نفر دو دینار ادا کرینگے۔ شیخ فانی (بوڑہا) اور نابالغ اور عورتون پر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ (آگے لکھتے ہیں) جزیہ کا ادا کرنیوالا شخص نہ قتل کیا جائیگا اور نہ جنگ میں بلایا جائیگا۔ (آگے لکھتے ہیں) کیونکہ یہ ٹیکس ان سے فوجی خدمت سے معاف ہونیکے معاوضہ میں لیا جاتا ہے (تاریخ تمدن اسلام) سنہ ۱۸۱ء میں جبکہ جین وغیرہ کی حکومت تھی ہندوستان میں ہندوؤن پر جزیہ قائم ہوا تھا۔ یہ حوالہ بتفصیل کہیں نقل کیا جاچکا ہے۔ ٹاڈ راجستان کے ص۵۷۵ پر منقول ہے لالہ لاجپت رائے۔ تاریخ ہند حصہ اوّل ص۲۲۲ پر لکھتے ہیں کوتلیہ (چانکیہ رشی) کا کوتلیہ شاستر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ (یعنی راجہ ہندؤن کے عہد حکومت میں) ضرورت کے وقت میں دولت مثلاً دیہوں پر خاص خاص جزیہ لگاتا تھا۔

ڈولہ

جن لوگون کا یہ مقصد ہے کہ ہندو مسلمانون میں پھوٹ رہے اور ہندو اسلام سے متنفر رہیں اونہون نے علاوہ اور بہت سے جہوٹے الزامات کے ایک یہ الزام بھی گھڑ رکھا ہے کہ شاہانِ اسلام جبراً ہندؤن سے ڈولے لیتے تھے یعنی اون کی لڑکیون سے نکاح کر لیتے تھے گزشتہ اوراق کے مطالعہ سے تو ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام میں کسی طرح کا جبر روا نہیں۔ منصفانہ تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہندؤن نے بطیب خاطر خود رشتیداری کی درخواست وابتدا کی (ہندوستان میں اشاعت اسلام) اس سرخی کے تحت میں جو مضمون گزشتہ اوراق میں لکھا گیا ہے اوس میں ہندو اہل قلم کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا کہ ہندوستان میں اسلام حضرت عمر کے زمانہ میں داخل ہوا اور دیسی باشندے بھی مسلمان ہونے لگے اور سنہ ۱۵ ھ میں ان کی نسلیں صاحب تاج و تخت ہوئی۔ اصل واقعہ یون معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے حسن اخلاق و حسن معاشرت و شرافت کو دیکھ کر راجہ نے اون پر زور ڈالا ہوگا کہ ہندؤن سے رشتہ داری کا سلسلہ قایم کریں اونہون نے یہ شرط کی ہوگی کہ ہماری مذہب کی ہدایت ہے کہ مسلمہ کا نکاح مشرک سے جائز نہیں اس لئے ہم اپنی بیٹیاں نہ دینگے۔ اونکی خوبیون پر نظر کرکے ہندؤن نے اس شرط کو قبول کر لیا ہوگا یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض حصص ہند میں ہندو مسلمانون میں مناکحت کا رواج ہے ہندو مسلمانون کو بیٹیاں دیتی ہیں لیتے نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہیں اور سید کی بیٹی

غیر کفو والے کا لینا گستاخی ہے یا یہ ہوگا کہ بعض ہندو قوموں میں رواج ہے کہ جس خاندان میں بیٹی دیتے ہیں اوسکی بیٹی نہیں لیتے یہ رشتہ یکطرفہ کہلاتا ہے۔ اس ہی قدیمی اثر سے یک طرفہ رشتہ کا دستور نومسلم تگا (گوڑ برہمن) ضلع میرٹھ و بلند شہر و بجنور (جنکو عوام غلطی سے مولا کہتے ہیں) چلا آتا ہے۔ بابو منوہر لال لکھتے ہیں ایسا ہر دلعزیز سردار تھا (محمد قاسم) کہ رانی لاڈوسی (بیوہ راجہ داہر) نے بخوشی اوسکی بیوی بننا قبول کیا (پیسہ اخبار ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۰ء) ہندوؤں سے بیٹیاں لینے میں کسی جبر کی ضرورت بھی نہ تھی۔ ان کے قدیم طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسمیں خود ہی مضایقہ نکرتے تھے چنانچہ سکندر نے جب راجہ کید ہندی کے پاس ایلچی بھیجا کہ تو میری اطاعت کر ورنہ حملہ کرونگا تو سکندر کا مطالبہ تو صرف اطاعت کا تھا۔ راجہ کید ہندی نے اوسپر یہ اور بڑھایا کہ ایلچی سے کہا کہ میں اپنا جان و مال اوسپر نثار کردونگا اور اپنی بیٹی کا ڈولہ اوسکو دونگا۔ چنانچہ اوس کو دیگر تحایف کے ساتھ بیٹی بھی بھیجدی۔ (ماخوذ از تاریخ ایران سرجان ملکم صفحہ ۹) مصنف کا یہ فرض ہے کہ اعتراض کرتے وقت اوس زمانہ کے رسم و رواج حالات و واقعات پر نظر ڈالے اگر کوئی بات رواج عام میں پائے تو اس عہد کے اخلاق عام پر اعتراض کرے۔ کسی خاص شخصیت کو مطعون نہ کرے۔ زمانہ قدیم میں ہندوستان میں یہ دستور تھا کہ غالب کو مغلوب ڈولہ دیتا تھا اور ہندوؤنکی اس میں کوئی مذہبی اختلاف پر نظر نہ تھی جیسا کہ حوالہ مذکورۂ بالا سے ثابت ہے اوس زمانہ میں معاہدوں میں بعض بعض مرتبہ ڈولہ کی شرط بھی ہوتی تھی۔ لالہ جوالہ سہائے لکھتے ہیں شاپور کے راجہ نے کہ سیسودیہ ہے یہ وحشیانہ حرکت (لال سنگھ کی) ناپسند کر کے مہرون (قصبہ) پر فوج کشی کی۔ لال سنگھ کے پاس فوج نہ تھی۔ خائف ہوا۔ راجہ نے اوسکی جان بخشی کی۔ مگر ڈولہ لیا۔ اور آیندہ ڈولہ دینے کا عہد کرایا۔ (وقایع راجپوتانہ) اکبر کا ابتدا میں کسی راجپوت سردار سے علانیہ ڈولہ طلب کرنا صحیح تاریخی روایات سے ثابت نہیں بلکہ راجپوتوں نے نفع حاصل کرنے کے لئے اس امر کو اختیار کیا مسٹر ٹاڈ لکھتے ہیں راجہ بھارا مل ساکن امبر نے شاہ کا منشا قیاسا دریافت کر لیا وہ خود مع بھگوانداس

عـه سنہ ۹۵ھ میں راجہ سندھ نے اپنی لڑکی عبد اللہ اشتر بن محمد حضرت امام حسن رض کے پوتے سے بیاہ دی۔ اوچ کی رانی نے خود پیغام دیکر اپنی لڑکی سلطان شہاب الدین غوری کے نکاح میں دی " (واقعات ہند)

اپنے فرزند کے غلامان شاہ میں داخل ہوا۔ اور ایک اپنی لڑکی شاہ چغتائی سے بیاہ دی۔ (ٹاڈ راجستان ۳۴۴) اپنی قوم میں سے اوّل اودے سنگھ نے ایک تاتاری سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ عزت بیچ کر جو دولت اوس نے حاصل کی وہ بے شمار تھی۔ جودھ بائی کے بیاہ دینے سے اوسکو چار ضلع جن کی سالیانہ آمدنی پندرہ لاکھ بیاسی ہزار چار سو چودہ روپیہ ہونگی حاصل ہوئی۔ یہ آمدنی مارواڑ کی آمدنی سے دوچند ہے امیر اور مارواڑ کی مثالین دیکھ کر اور دولت کی ترغیب میں آکر سرداران خرد راجستان مع بے شمار غلامان بہادر گورنر شاہ دہلی مقرر ہوئے اور اکثر اون میں سے زیادہ تر صاحب اختیار ہو گئے۔ (ٹاڈ راجستان ۳۵۵)

اجیت سنگھ نے اُن سیدون (سادات بارابہ) سے سازش کرلی اور انہوں نے اجیت سنگھ سے کہا کہ تم کو دربار میں بڑا اختیار ملیگا۔ اجیت نے باج دینا قبول کیا اور یہ اقرار کیا کہ مین اپنی ایک لڑکی کی شادی فرخ سیر سے کر دونگا۔ (ٹاڈ راجستان ۳۲۲) جودھپور کا رئیس صرف رشتہ داری کرنیکی جلدو میں (شاہان مغلیہ سے) سولہ لاکھ روپیہ سالانہ کی جمع کی چار اضلاع حاصل کر چکا تھا۔ (وقایع راجپوتانہ مصنفہ جوالا سہائے)

اکبر بادشاہ نے اپنے امتحان تسلط کے لئے چاہا کہ دختران راجون کو اپنے نکاح میں لاوے حسن خان میواتی جسوقت تسخیر قلعہ چتور پر گیا دختر برادر رانا کو درخواست کرکے اور اسلام قبول کروا کے حرم سلطانی میں داخل کیا (عمدۃ التواریخ رتن لال ۱۳۹) چون آنحضرت را (اکبر) بر مملکت ہندوستان استعلائے کامل بہم رسید خواستند کہ با راجہائے عظام این ولایت کہ در حقیقت بادشاہ مملکت خود با بودند وصلت و خویشی نمودہ شود تا غبار فتنہ از میان برخیزد و چشمۂ بیگانگی از خاک یگانگی انباشتہ شود بدیں رائے صواب اندیش بانواع دلداری و بزاران ہزار دلنوازی این حرف را بگلان تر ان ایشان درمیان آوردند۔ از اقبال حضرت شاہنشاہی ہمہ راجہائے نامدار سوائے رانائے اودیپور کہ خود۔ اسرآمد راجہائے ہندوستان می دانست قبول نمودند اول حسن خان میواتی دختر ماہ پیکر خود را بہ شبستان اقبال فرستاد بعدہ راجہ بہار مل والئی امیر قوم کچھواہہ دختر خورشید منظر پیشکش نمود من بعد جمیع راجہا بتقدیم این کار کمر جان بستہ اظہار یگانگت و خویشی نمودند (گلستان ہند مصنفہ کنور درگا پرشاد بہادر رئیس سندیلہ دفتر دوم مطبوعہ ۱۸۹۶ء صفحہ ۳۰) چون حضرت خاقان زمان (اکبر) روابط انتساب براجہام لوط گردانیدند آنہا باوجود مخالفت مذہب ازین نسبت تا سرفرازی داشتند دانستہ از ہر دو طرف

ایں راہ را وا کردند"۔ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) عہد سلطنت مغلیہ میں کثرت سے راجگان ہند کی بیٹیاں شہزادوں کے عقد میں آئیں۔ اور ہندو رئیسوں نے اس ذریعہ سے بہت کچھ فوائد حاصل کیے۔

غرض مسلمانوں کا ہندو عورتوں سے نکاح کرنا زمانہ قدیم سے رائج ہے جو بر رضا و رغبت ہوتا رہا ہے کسی بادشاہ کا اس معاملہ میں جبر کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں اور اگر کسی دل از دست رفتہ نے کہیں جبر سے کام لیا ہو تو یہ امر ایسا نہیں جسکو مذہب کی صداقت یا تعلیمات مذہب کی جانچ میں پیش کیا جاسکے سرزمین ہند میں تو ایسے معاملات ہوتے رہے ہیں۔

یہاں عورتوں پر اکثر معرکہ آرائی ہوئی ہے۔ راجہ قنوج کی لڑکی کو راجہ دہلی بغیر مرضی اوسکے والدین کے لے اڑا۔ راون سیتا جی کو بھگا لیگیا۔ اور ان واقعات پر شدید خونریزیاں ہوئیں"۔

غلامی

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم مرد عورت بچوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے ہیں انکو تکلیفیں دیتے ہیں ان عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں جس صورت سے یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے سراسر اتہام ہے۔ زمانہ قدیم سے ہر ملک ہر قوم ہر مذہب میں یہ رواج تھا کہ لڑنے والوں کو قید کرتے تھے اون کی بیوی بچوں کو پکڑتے قابل جنگ لوگوں کو قتل کر دیتے یا غلام بیچتے (ایران کے آتش پرست اور عرب کے کافر اسیران جنگ کو مار ڈالتے اور جلا دیتے۔ مجمع الاشتا کریانی) یورپ کے عیسائیوں کا تذکرہ میں نہیں کرتا کیونکہ یورپین علماء و مورخین کو خود اقرار ہے کہ اون کے یہاں غلامی رائج تھی۔ اور غلاموں پر وحشیانہ مظالم کیے جاتے تھے اس کے متعلق انہوں نے مبسوط کتابیں لکھی ہیں"۔ غلامی ولایت یورپ میں ہر گروہ میں پائی جاتی ہے (لٹا ڈرا جیتان) چینی سفیر نے ایک ہزار قیدیوں کو قتل کیا اور ارجن کو قید کر کے چین لیگیا۔ (تاریخ ہند لالہ لاجپت رائے حصہ اول ص۳۳) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں مسلمانوں میں غلامی کی حالت اس سے بالکل علیحدہ ہے جو عیسائیوں میں تھی (پریچنگ آف اسلام)۔ لین پول لکھتے ہیں اہل کسٹائل (عیسائی) کی یہ حالت تھی کہ تند اور وحشی شیروں کی طرح جو شہر یا قلعہ فتح کیا محصورین اور ساکنین کو

بے تکلف تہ تیغ کیا۔ اگر نہ کیا تو غلام بنالیا (کارنامۂ مور) عیسائیون کے مذہبی احکام بھی اس کے متعلق سخت ہیں (ان تمام عورتون کو بھی قتل کرو جو مرد کی صحبت سے آشنا ہیں صرف کنواریون کو اپنے لئے رکھو۔ گنتی ۳۱/۱۸ باب) یہود غیر مذہب کے اسیرون کو جلادیتے تھے جو بچ رہتے وہ غلام بناکر سختیوں میں رکھے جاتے (تاریخ قدیم) یہودیون کی مذہبی کتاب طالمود اور مشنہ میں ہے (اگر غیر یہودی غلام کو مالک آزاد نہ کرے بلکہ اپنی اولاد کیلئے ترکہ میں چھوڑ جائے) بودہوں میں بھی غلامی رائج تھی اور ابتک رائج ہے۔ برہمانیپال میں جہاں بودھ بکثرت ہیں کثرت سے غلام ہیں۔ اس زمانہ میں اُن کی آزادی کیلئے منجانب گورنمنٹ سعی جاری ہے۔ جیمس کارکرن لکھتے ہیں میسو شہنشاہ چین نے حکم دیا کہ جسقدر لونڈی غلام ہمارے گھر میں ہیں (تاریخ چین) راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں مغلون کی فوج بھی الٹی پھر گئی لیکن نمونہ اپنے ظلم کا اتنے ہی عرصہ میں دکھاگئی کہ دس ہزار ہندو غلام بنانیکے واسطے قید کرکے لیگئے اور جب اون کے لشکر میں رسد کی قلت ہوئی تو بے تکلف ان سب غلاموں کے سر کاٹ ڈالے۔ چنگیز خان اور اوسکے ساتھی لوگ مسلمان نہ تھے بلکہ ایک قسم کے بودھ کا دین رکھتے تھے مورتوں کو پوجتے تھے (آئینۂ تاریخ نما) ہندوں میں غلامی سب سے زیادہ رائج تھی اور غلاموں کے ساتھ نہایت بے رحمی سے پیش آتے تھے۔ عورتونکو اپنے تصرف میں لاتے تھے لونڈی غلام فروخت کرتے تھے۔ یجروید میں ہے تم اس بدکردار دشمن کو مختلف زنجیرون میں جکڑ دا اور اسکو اس زنجیرون سے کبھی مت چھوڑو (۲۵-۲۶) خوف زدہ اور بھاگتے ہوئے تندرست آدمیوں کو گرفتار کرکے قید کردیں (ستیارتھ پرکاش) منشی تلسی رام لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسیران جنگ عمر بھر زنجیرون میں جکڑے رہتے تھے اور حیوانات کیطرح اُن سے کام لیاجاتا تھا (واقعات ہند) مسٹر صاحب لکھتے ہیں ان شودرون (غلامون) سے کھیتوں میں سخت محنت لی جاتی تھی۔ اور گانوں کے باشندونکا تجس کام انہیں سے متعلق تھا (تاریخ ہند) رتھ گھوڑا ہاتھی چھتر دھن چارپائے عورت اور تمام دولت سوائے سونا چاندی سیسا پیتل وغیرہ کے ان سب کو جو فتح کرے وہی مالک ہوتا ہے (منوسمرتی) ۔ اور منوشاستر میں غلاموں کی قسمیں اسطرح لکھی ہیں۔ (۱) وہ جو لڑائی میں قید کیاجائے۔ (۲) وہ جو اپنی روٹی کے لئے خدمت کرے۔ (۳) جو گھر میں پیدا ہو۔ (۴) جو خرید یا ہبہ کیا گیا ہو۔ (۵) جو ارث میں پہنچا ہو۔ (۶) جو بطور سزا غلام بنایا گیا ہو۔ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ ٹیکسلا میں عورتونکی فروخت کے لئے ایک منڈی تھی۔ (تاریخ ہند حصہ اول) بھائی پرمانند لکھتے ہیں ایرین سیلح لکھتا ہے کہ ٹیکسلا میں

عورتیں فروخت کے لئے پیش کی جاتی تھیں۔ اور سب سے زیادہ قیمت دینے والے کو دیجاتی تھیں (تاریخ پنجاب) مرہٹہ شاہی میں بیگار اور غلامی کا طریقہ رائج تھا (آگے لکھتے ہیں) غلام اور خاص کر اونی قوم کی مستورات کی خرید و فروخت بھی ہوا کرتی تھی (مرہٹوں کا تمدن مصنفہ مانک راؤ) لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اوّل میں لکھتے ہیں ہر شخص کو یہ تاکید کی کہ وہ اپنے ماتحتوں۔ ملازموں۔ غلاموں اور دیگر پران دھاریوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کے ساتھ پیش آوے (ص۲۴۳) غلام صرف وہ شمار ہوتے تھے (ہندوؤں کے عہد حکومت میں) جو اپنے قرضہ جات کو ادا نہ کرنے کے سبب یا دیگر ذمہ داریوں کی عدم تکمیل کے باعث یا لڑائی میں گرفتاری کے باعث داسی بن جاتے تھے (ص۲۴۹) ہندوستان میں ویدک عہد میں غلامی تھی چند وجوہ سے یہ ذلت نصیب ہوتی تھی۔ لڑائی میں گرفتار ہونے سے۔ سزائے موت کے عوض قرضہ کے بدلے میں عدالتوں کے حکم سے (مسٹر ڈیوز) جب بادشاہ (چندرگپت) شکار کو جاتے تھے تو اون کی ذات کی حفاظت عورتیں کرتی تھیں جو مختلف ممالک سے خرید کے ذریعہ حاصل کیجایا کرتی تھیں (تاریخ ہند لاجپت رائے ص۱۹۹) اسیر جنگ اور خرید کردہ لونڈیوں پر ہندو تصرف کرتے تھے اور اون سے اولاد حاصل کرتے تھے۔" لالہ تلسی رام لکھتے ہیں "بہت سے شودر خاندان ان مفتوحہ عورتوں کی اولاد ہیں جو فاتحوں سے پیدا ہوئے۔ (واقعات ہند ذکر راجہ رامچندر) لالہ رتن لال لکھتے ہیں اوس کے (راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھوتر پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ ص۱۲) گروہر رائے کے بعد رام رائے اگرچہ بڑا بیٹا تھا مگر وہ زر خرید کنیزک کے بطن سے تھا (تاریخ پنجاب کنہیا لال ص۲۶) جو عورتیں جوے اور کشتیوں میں ہار دی جاتی تھیں انہیں ساری گھر کا کام کاج ماما اصیلوں کا کرنا پڑتا تھا اور ایک گھر کے متعدد بھائیوں سے ہمبستر ہونا پڑتا تھا (دلپیر صاحب) ملک بادشاہی کا جو آدمی راجہ (سیواجی) کی قید میں آتا اسکو بطور غلاموں کے اپنے اہل مملکت کو تقسیم کر دیتا۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سنبھاجی بہ بھوپال گڈھ تاخت و آنرا جبراً و قہراً مفتوح نمودہ یا نصما سبرا دست و پا شکستہ کشت (بساط الغنایم مصنفہ لچھمی نرائن)۔

گولا دراصل ہر دو بمعنی غلام قحط ان اضلاع (راجستان) میں دشمن آزادی کا ہے یعنی بہ سبب قحط سالی آزادی اکثر ون کی جاتی رہتی ہے ابھی جو بڑا قحط واقع ہوا تھا اسمیں ہزار ہا دن فروخت ہوگئے طریقہ غارتگری فرقۂ پنڈاری واقوام کوہی بھی غلامی کو قایم کرنے میں ممد و معاون رہا اذنمین مثل قوم فرنیک آزادی ماں سے پیدا ہوتی ہے یعنی اگر والدہ آزادہ ہے تو بیٹا بھی

آزاد ہوگا اور برعکس اس کے اگر والدہ غلام ہوگی تو بیٹا بھی غلام ہوگا۔ گویا یا دامی کی اولاد ضرور غلام ہوگی (ٹاڈ راجستان صلا۱۹۱) اون عورات کے بابمیں جو لڑائی میں مقید ہوتی ہیں یہہ دیوتکا قانون منو کے قانون سے مطابقت کہا جاتا ہے وہ اون کو حق حلال سمجھتے ہیں موسٰی اور منو دونوں اجازت دیتے ہیں کہ اُن مقید عورات سے اُنکو شادی کر لینی جائز ہے اگر عاشق اپنی محبوبہ کو اوس کے رشتیدارون پر فتح پاکر مقید کرلے تو از روئے قانون مذہبی اوسکو شادی کرنی اوس سے جائز ہے بروقت قتل اپنے رشتیدارون اور دوستوں کے بوقت جنگ عورات آہ وزاری کرتی ہیں ہنود اُن کو بجبر پکڑ لاتے ہیں اور از روے قانون اپنے مذہب کے جو بنام اکاسا مشہور ہے اون سے شادی کرتے ہیں بعینہٖ یہی طریقہ کتب موسٰی میں درج ہے صرف فرق یہ ہے کہ ہنود عورت کا سر مونڈ دیتے ہیں اسکو وہ علامتِ غلامی سمجھتے ہیں (ٹاڈ راجستان صلا۶۸۹) بخت نصر یروشلم گیا اور اوسکو لوٹا کھسوٹا۔ اور ہزاروں جانیں تلف کیں اور بچے بچیوں کو لونڈی غلام بنا کر لیگیا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم ص۶۵) شاپور ذوالاکتاف (بادشاہ ایران بن شاہ نرسی) لونڈی کے پیٹ سے تھا (تاریخ ایران سرجان ملکم ص۱۳۵) یہاں تک ہمنے تمام مذاہب و ممالک میں غلامی کا رواج اور غلاموں پر مظالم لونڈیوں پر تصرف کرنا مختصراً ثابت کر دیا۔

اِسلام نے غلامی کو ایجاد نہیں کیا بلکہ اس رسم کی ایسی مناسب اصلاح کر دی جس سے بندگان خدا کو آرام ملے اور آزادی کی منزل اون کے لئے آسان ہو جائے۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ جو لوگ لڑیں اور فساد کریں امر حق سے گریز کریں اُن کو اور اُن کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا جائے (حتّٰی اِذا اَثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداءً یعنی جب تم لڑ چکو تو ان کو گرفتار گرفتار کر لو۔ پھر یا تو اُن کو احساناً چھوڑ دو یا روپیہ لیکر چھوڑ دو۔) ان اسیران جنگ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے۔ جنگ بدر میں جو قیدی آئے تو حضورؐ نے صحابہؓ کو تاکید فرمائی کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ صحابہ کرامؓ خود پیدل چلے اُن کو اونٹوں پر سوار کیا آپ فاقہ سے رہے اون کو کھانا کھلایا (لائف آف محمدؐ سر ولیم میور) بعد ازان آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن سے حسبِ مقدور زر فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ بہت سے اسطرح رہا ہوئے۔ چند آدمیوں کے پاس کچھ نہ تھا اون سے یہ شرط کر لی گئی کہ ہر ایک آدمی چند مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو آزاد ہے۔ ابن رفاعہ نے کہا کہ مجھکو

مجھہ کو چھوڑ دیجئے میں گھر پہنچ کر زر فدیہ بھیجدونگا آپ نے اوس کو رہا کر دیا۔ عمرو بن عبداللہ نے کہا میں غریب آدمی ہوں عیالدار ہوں اگر میں قید رہا تو اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہوگی آپ نے اون سے صرف یہ عہد لیکر چھوڑ دیا کہ آئندہ مسلمانون کے مقابلہ پر نہ آئیگا۔" یہہ ہے اسلام کا حکم اور عمل اسیران جنگ کے متعلق۔ اب وہ لوگ جو اس طرح سے نہ چھوٹ سکیں وہ اطفال و عورات جنکا زر فدیہ دینے والا کوئی نہ ہو۔ نادار لاوارث یتیم ہوں۔ یا جنکے وارث ممکن سعی اوس کے چھڑانیکی نہ کریں وہ لونڈی غلام بناکر رکھے جائیں تاکہ پریشان ہوکر گدیہ گری چوری وغیرہ فواحش میں مبتلا نہ ہوں اس قسم کی عورتوں سے فاتح مالک کو متمتع ہونیکی بھی اجازت ہے تاکہ وہ طبعی تقاضہ سے تنگ نہ ہوں اور افزائش نسل انسانی سے محروم نہ رہیں اور اون کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ کا حکم ہے حدیث میں ہے تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں جو تم کھاؤ وہی اونکو کھلاؤ۔ جو تم پہنو وہی انکو پہناؤ۔ اللہ کے بندوںکو تکلیف نہ دو۔ حضور علیہ السلام نے بوقت رحلت جو وصیتین فرمائی تھیں اون میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ غلامون کے آرام کا خیال رکھنا (دلیران تاریخ ہند الشوری پرشاد صفحہ ۱۴۷) علاوہ ان سب کے غلام آزاد کرنیکا بڑا ثواب رکھا ہے بعض گناہونکا کفارہ غلام کا آزاد کرنا ہے۔" حاتم طائی کی بیٹی سریہ طئے میں گرفتار ہوکر آئی تو رسول کریم نے تحائف اور روپیہ دیکر اسکو اسکے گھر بھیجدیا۔ ایک صحابیؓ نے رسول کریم سے عرض کیا کہ میری لونڈی بکریاں چرا رہی تھی بھیڑیا ایک بکری لے گیا میں نے غصہ میں لونڈی کو طمانچہ مارا یہ سن کر رسول کریم کو رنج ہوا اور اون کو حکم دیا کہ اسکو آزاد کردو۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جنگ میں مالک بن نویرہ گرفتار ہوکر آیا بات کو سردی ہوئی تو خالد بنؓ ولید سپہ سالار نے منادی کرادی (ادفعوا اسراکم یعنی اپنے قیدیون کو گرم کپڑے اڑھاؤ) مقوقس شاہ مصر کی بیٹی ارمانوسہ جنگ میں گرفتار ہوکر آئی تو سپہ سالار اسلام عمرو بن العاص نے اوسکو عزت۔ اور احترام سے اوس کے باپ کے پاس بھیجدیا۔ مس بیٹ لکھتی ہیں کہ عرب کا غلام لاڈلہ بیٹا ہے (نیراپیٹ) مسلمان غلامون کو ہمیشہ مثل اولاد کے پرورش کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے اکثر غلام شہنشاہی کے مرتبہ پر فائز ہوئے قطب الدین ایبک غیاث الدین تغلق شمس الدین التمش شہنشاہان ہندکون تھے۔ تاریخ دیکھو غلام تھے۔ (موسیو آبو لکھتے ہیں کہ ممالک اسلامیہ میں غلامی اسقدر کم معیوب ہے کہ کل سلاطین قسطنطنیہ جو امیر المومنین ہیں لونڈیون کے پیٹ سے پیدا ہوئے) کسی کی رعایا بننا یہ بھی غلامی ہے۔

اسلئے مناسب ہے کہ یہاں کچھہ مختصر رعایا کے معاملہ کے متعلق بھی لکھدیا جائے۔ رسول مقبولؐ کا حکم ہے کہ جو غیر مسلم تمہاری رعایا ہوں اونکی اون کے دشمنوں سے حفاظت کرو اون کے مذہب و رسوم میں دخل نہ دو۔ اون کے معابد کی توہین نہ کرو اون پر ظلم نہ کرو۔ ذمی یعنی غیر مسلم رعیت پر ظلم کرنے والے پر حضورؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ یورپ کی تاریخ پڑہو موجودہ روشنی مسلمانوں ہی کا طفیل ہے۔ ہندؤں کی موجودہ تہذیب و ترقی اسلام ہی کی مرہون منت ہے اور ہندؤں نے جنپر حکمرانی کی اون کو ہر طرح بر باد کیا۔ ازاریہ قومیں جن کو بلا وجہ اٹکر انہوں نے بر باد کیا اون کے لئے ایسے سخت قواعد قرار دئے کہ وہ گرتے گرتے بھنگی اور چمار رہ گئے یا پہاڑوں میں وحشی حیوانات کی طرح سرگردان ہیں اب جنکو کچھہ ہوش آیا ہے وہ اس ظالمانہ قانون کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ منو کی ہدایت ہے کہ شودر غلامی سے کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ شودر کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔ اسکو اپنا گھر اور اثاث البیت میلا پرانا رکھنا چاہئے۔ جھوٹا کھانا کھانا چاہئے برہمن کو اختیار ہے کہ جب چاہے اوسکے مال پر قبضہ کرلے اکتوبر ۱۹۲۷ء میں مسٹر سی آر راجہ کے زیر صدارت مدراس میں ایک کانفرنس ہوئی اوسمیں اونچی ذات کے ہندؤں کے اوس ذلت بخش و خلاف انسانیت برتاؤ پر احتجاج کیا گیا جو دراوروں کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے اور گورنمنٹ سے درخواست کیگئی ہے کہ منو شاستر کو جو اُن کی ترقی میں حائل ہے ضبط کرلے (پرتاب ۲۲ اکتوبر ۲۷ء)

غرض ان شودروں کو خراب و ذلیل کرنے میں ہندؤں نے کوئی کسر نہ رکھی اور انتہائی تعصب سے کام لیا۔ اور اب تک لے رہے ہیں۔ لالہ چندو لال لکھتے ہیں رام کشن جب اون سے ملنے گئے تو انہوں نے اسوجہ سے بھائی کے ساتھ کھانے سے انکار کیا کہ وہ ایسے مندر کا پجاری ہے جو شودر ذاتی کا بنایا ہوا ہے اور ایسی جگہ بھوجن کرنا شاستر میں منع ہے (پرم ہنس رام کرشن جی کے حالات زندگی) تاریخ ہند کے مطالعہ کرنیوالوں سے پوشیدہ نہیں کہ بودہوں اور جینیوں کو برباد کرنے میں بھی ہندؤں نے اپنی پوری قوت صرف کی۔

انہدام منادر

اسلام نے غیر مسلم ذمیوں اور اون کے معابد کی حفاظت کا حکم دیا ہے ذمیوں پر ظلم کرنیوالے

پر رسول کریمؐ نے لعنت فرمائی ہے پس کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوسکتا جو دین کا دم بھرتے ہوئے
نبی کریمؐ کی لعنت کا مصداق بننے کے لئے تیار ہو مذہب پر اعتراض کرنیکا اصول یہ ہے کہ جو
اعتراض قایم کیا جائے اول اسکے متعلق مذہبی روایت پیش کی جائے پھر اوسکی تائید
میں کسی اہل مذہب کا فعل پیش کیا جاسکتا ہے۔ بغیر مذہبی روایت کے پیش کئے کسی کے فعل سے
مذہب پر اعتراض کرنا صحیح نہیں۔ کوئی مذہب کسی کے افعال کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ اگر مذہب
افعال کا ذمہ دار ہوتا تو کوئی مسلمان کوئی فعل بھی خلاف شریعت نہیں کرتا۔ رسول کریمؐ نے
خود اس معاملہ کو صاف کردیا ہے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہیگی پھر بادشاہت ہے
یعنی استبداد کا دور ہے۔ سلاطین جو ریاست کو ہر امر پر مقدم رکھتے ہیں اسلام میں انکا شمار
مذہبی حیثیت سے عوام سے بھی کم درجہ پر ہے۔ مشہور ہے کہ بادشاہ سب سے پیچھے جنت میں داخل
کئے جائیں گے۔ ہر ملک و ملت میں سلاطین گذرے ہیں اون میں منصف بھی تھے ظالم بھی تھے
یورپ میں جہاں جارج اول جیسے نیک دل ہوئے وہاں ہنری ہشتم جیسے ظالم بھی ہوئے ہیں ہندوستان
میں جہاں راجہ پریکشت مہاکرن جیسے منصف گزرے ہیں وہاں راجپال جیسے ظالم وسفاک
بھی ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں جہاں عمر ابن عبدالعزیز جیسے باخدا گزرے ہیں وہاں یزید جیسے
ظالم بھی ہوئے ہیں۔ ایران میں جہاں فریدون ونوشیروان جیسے عادل ہوئے ہیں وہاں
ضحاک بہرام ثانی جیسے ظالم بھی گزرے ہیں۔ غرض سلاطین کے افعال کی ذمہ داری مذہب کے
سر رکھنا عقل وانصاف سے بعید ہے وہ لوگ جو محمود اور عالمگیر کے افعال کا جوابدہ اسلام کو قرار
دیتے ہیں اور اون کے افعال کو اسلام کی حقانیت کا معیار بناتے ہیں۔ کیا ہندو حکمرانوں کے
افعال کا جوابدہ ویدک دھرم کو قرار دینے کیلئے طیار ہیں اور ویدک دھرم کی صداقت کو اسپر
منحصر کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ راجہ داہر نے اپنی حقیقی بہن سے شادی رچائی۔ راجگان اشوک
وچندرگپت سری کرشن وغیرہ نے اپنے اقربا کو قتل کیا۔ پس ویدک دھرم کے ذمہ اسکا جواب ہے
اور اسلام نے تو اس معاملہ کو پہلے ہی صاف کردیا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔ ویدک دہرم میں
اس قسم کی کوئی روایت نہیں۔ اس لئے تمام راجگان ہند کے افعال بد کی ذمہ داری ویدک دہرم
پر باقی ہے۔ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بعض مسلمان سلاطین نے مثل محمود غزنوی واورنگ
زیب بعض مندر منہدم کئے لیکن اس ہی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ان بادشاہوں کی
ہیبت وجبروت ایسی تھی کہ اگر وہ تعصب سے مندروںکو منہدم کرتے تو آج ہندوستان میں

ایک مندر بھی نظر نہ آتا۔ پھر ہزاروں مندر اون کے تحت حکومت تھی کسیکو منہدم نہ کیا بجز دو چار کے بلکہ مندروں کو جاگیریں دیں۔ پس صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ جو مندر منہدم کئے گئے وہ انتظام سلطنت میں یا رفاہ خلایق کی وجہ سے۔ خاکسار نے جو اس امر کی تحقیقات کی تو مندرون کا انہدام وجوہات ذیل کے تحت میں ہوا ہے۔

(۱) بعض وہ مندر منہدم ہوئے جنکے مالک و متولی مسلمان ہوگئے انہون نے اپنے معبد کو اپنا معبد بنالیا۔ ایسا عملدرآمد گرجاؤن کے ساتھ بھی تاریخ سے ثابت ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں۔ جوں جوں عیسائی مسلمان ہوتے گئے گرجا مسجدوں سے تبدیل ہوتے گئے (پریچنگ آف اسلام) حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کا وفد رسول کریمؐ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ ہمارے شہر میں ایک گرجا ہے اوسکا کیا کریں (یہ سب لوگ مسلمان ہوگئے تھے) آپ نے فرمایا اسکو توڑ کر مسجد بنالو۔ (صحیح نسائی) قبیلۂ سعد کا ایک بت تھا فراض نام حضرت ذباب بن حارث جب مسلمان ہوئے تو خود اسکو توڑ ڈالا (اسد الغابہ) ہند بن عتبہ جب مسلمان ہوئیں تو ان کے گھر میں ایک بت نصب تھا اونہوں نے خود اسکو توڑ دیا۔ (طبقات ابن سعد)۔ بغیر اس صورت کے واقعہ ہوئے کہ یہ ممکن بھی نہ تھا کیونکہ ذمیون کے معابد کی حفاظت لازمی ہے۔ اور غصب سے اگر کوئی مسجد بنائی جائے تو اسکا بنانا جائز نہیں نہ اس میں نماز جائز ہے۔ سلاطین اسلام ایسے جاہل نہ تھے کہ مذہب کے لئے ایک کام کرتے اور اس میں بجائے ثواب کے اولٹا عذاب اپنے سر پر لیتے۔

(۲) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو مرکز جرائم تھے۔ ایک ہندو فاضل لکھتا ہے کچھ برہمنوں نے لڑکون کو ناچنا گانا سکھا کر مندروں کے دیوداس بنانا شروع کیا اکثر رقاص لڑکے جرم خلاف وضع فطری کا باعث ہوتے رہتے تھے (آئینۂ افعال دیانند) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض مندرون پر ناقص الاعمال لوگ مسلط ہوگئے تھے (پیسہ اخبار جنوری ۱۹۲۶ء) اخبار آریہ ویر راولپنڈی لکھتا ہے ؎

پجاری شکاری بٹھائی وہاں ✱ ہوئے سنڈے کھا کھا کے مال زنان
لگاتے ہیں دم اور پیتے ہیں بھنگ ✱ ترنگ انکو اٹھتی ہے ہوتے ہیں دنگ
جو چیلی اکیلی پھنسی نوجوان ✱ ہوا لنگ پوجن وہاں بے گمان

لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر نے بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرایا کیونکہ وہاں کے پوجاریوں نے اوسکی عورت کو غائب کر لیا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) ایسے معابد کا وجود ننگِ انسانیت اور مضرتِ رسانِ خلائق تھا۔ مہذب سلاطین اور اسلامی تہذیب اپنے قلمرو میں ایسے ناشائستہ اور مخربِ اخلاق مقامات کو باقی نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور کوئی اہلِ عقلِ سلیم اس قسم کے معابد کی حمایت نہ کریگا۔ چنانچہ باوجود صدہا سال کی بندشوں اور کوششوں اور قانونی سخت گیریوں کے اس روشنی کے زمانہ میں بھی بعض مندر مرکزِ جرائم بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ الگزنڈرا پاول امریکن کی کتاب کا ترجمہ ہندو اخبار تیج نے درج کیا ہے اسکا اقتباس نقل کیا جاتا ہے" بعض مندروں میں شرمناک عیاشی دیوتا کی عبادت تصور کی جاتی ہے۔ دیوتاؤں کے نام پر پجاری اُن بانجھ عورتوں کو اولاد دینے کا وعدہ کرتے ہیں جو بالکل ننگی ہونے حیا کو طاق میں رکھنے اور خود کو ہر کسی کے حوالہ کرنے کے لئے رضامند ہو جاتی ہیں۔ مندر کے دروازہ پر عام طور پر معزز عورتیں کسی بھی خواہشمند شخص پر نظر عنایت کر سکتی ہیں۔ (آگے لکھتی ہیں) ان جوان بدہواؤں کی تعداد کا خیال کیجئے جنہیں بھری جوانی میں شادی کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ وہ خراب کرنیوالوں کے لئے بالکل تیار رہتی ہیں۔ انہیں حیا و عفت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ صرف بدچلنی کے ظاہر ہونیکا خوف ہوتا ہے اس سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ حمل گراتی ہیں۔ اور اس کے لئے ذرا بھی پشیمان نہیں ہوتیں۔ ان میں سے ایک بھی عورت ایسی نہیں جو اس کام میں مہارت نہ رکھتی ہو یہانتک کہ دس بارہ سال کی لڑکیاں گربھ پات سے آشنا ہوتی ہیں (الامان جولائی ۱۹۲۹ء بحوالہ تیج جولائی ۱۹۲۹ء) اس امریکن فاضل کی تحقیقات کی تصدیق ایک ہندو مصنف کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ پنڈت گھانسی رام شرما مالک شرمن کمرشیل ایجنسی میرٹھ لکھتے ہیں۔ تہتہ ہزاروں گربھ گربن ہن پاپ یہ کون کمائے مٹ

جب بڑے گھروں میں گربھ گرائیں ناری + کرتے ہیں چھپانیکی کوشش گھرباری

(منڈا ایپل ہیوگان) امریکن فاضل مذکور آگے لکھتا ہے۔ بعض مکروہ باتیں ایسی ہیں جو تعلیم یافتہ برہمنوں میں ہی ملتی ہیں۔ اکثر برہمنوں کے پاس ایسی نفرت انگیز کتب ہیں جن میں ایسی عیاشی کے ڈھنگ درج ہیں جنکا مغربی لوگ خیال بھی نہیں کر سکتے۔ ان میں طرح طرح کے عشقیہ راز و نیاز اور جانوروں کے ساتھ بدفعلی کے لطف کا تذکرہ ہندو مندروں میں رقاصہ اور طوائفین اپنی خواہشاتِ نفسانی کو پورا کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں (تیج ۱۷ جولائی ۱۹۲۹ء) ایک فرانسیسی

فاضل سیاح کے مضمون کا ترجمہ اخبار الجمعیۃ نے شایع کیا ہے وہ لکھتا ہے ہر مندر میں رقاصہ
لڑکیاں ہوتی ہیں وہ دیوداسیان (دیوتاؤن کی لونڈیان) کہلاتی ہیں۔ ان کا پیشہ
عصمت فروشی ہے۔ ابتداً وہ صرف برہمنون کے لئے مخصوص کردیگئی تھیں۔ گانے میں
انکی گیت ہمیشہ دیوتاؤن کے کسی شرمناک اور بیہودہ تاریخی واقعہ سے متعلق ہوتے ہیں
مقدس مندر کو بھی عصمت فروشی کا اڈا بنادیا جاتا ہے (مئی سنہ ۲۹ء) سکھر میں ایک ہندون
کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی نے کہا "سندھ کے ہندوؤن
کے مندر پوجا کے گھر نہیں رہے بلکہ برائیون کے مسکن بنگئے۔ کل عورتوں کو چاہئے کہ ایسے
مندرونکا بائیکاٹ کردیں"۔ (مدینہ بجنور مارچ سنہ ۲۷ء) دیوداسی کانفرنس میں تقریر کرتے
ہوئے مسٹر دی رامداس نے کہا کہ ملک میں موجودہ تعزیری قوانین کے ہوتے ہوئے قوم
کی عورتون کو مندرون کے اندر ہوکر شرمناک پیشہ اختیار کرنیسے روکنا اور اس مذموم
پیشہ سے جماعت کو نجات دلانیکی کوشش کرنا بالکل بے سود ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں حکومت
کے پاس اس مسئلہ کے متعلق ایک مسودہ تیار کرکے بھیجوں اور کوشش کرون کہ اسکی منظوری
کے بعد سختی کے ساتھ اسپر عملدرآمد کیا جائے۔ مجھے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ مدراس ہندو دھرما ایکٹ نے
اس مسئلہ کیطرف کوئی خاص توجہ نہ کی اور دیوداسیون کا مسئلہ یون ہی رہگیا۔ میری تجویز ہے
کہ اس ایکٹ میں ترمیم ہونی چاہئے اور دیوداسیون کے رواج کو بالکل غیر قانونی قرار دینا
چاہئے اگر مندرون میں اس قسم کی مذموم اور گندے مظاہرے کئے جائیں تو سختی کے ساتھ
انکی بازپرس کیجائے اور بعض حالات میں سزا کے طور پر متعلقہ مندر کے اوقاف بھی ضبط کرلئے
جائیں (خلافت بمبئی اگست سنہ ۲۸ء) یہ دونون ہندو فضلا مندرون کے بائیکاٹ اور ضبط
اوقاف کا مشورہ دیرہے ہیں یہ کیوں مجبور ہوکر اس زمانہ میں کہ قانون حد سے زیادہ جاری
علم کی روشنی گھر گھر۔ تہذیب کا دور دورہ تار ڈاک ریل حکومت کی آسانیاں موجود ہیں اس
زمانہ میں کہ سفر صورت سقر تھا ایک ایک معمولی مہم میں حکومت کو عظیم الشان دقتوں کا
سامنا ہوتا تھا جہالت کی کثرت تھی ایسی معابد کو منہدم کرنیکے سوا کوئی چارہ نہ تھا اخبار ریاست
دہلی لکھتا ہے آشرموں اور عورتون کے بیوہ خانون کی حالت دیکھئے تو وہ اس سے زیادہ
شرمناک ہے لاوارث اور مصیبت زدہ عورتون کو امداد کے بہانے سے ان آشرموں میں داخل
کیا جاتا ہے اور کارکنان بغیر خدا کے ڈر کے ان معصوم اور بے گناہ عورتون کو یا تو فروخت

کوتے ہیں دریا عیاشی کا تختۂ مشق بنانے کے لئے ان کو آشرمون ہی مین رہنے دیا جاتا ہے۔
(نومبر ۱۹۳۰ء) اور زیادہ تفصیلی حالات اگر کسی کو دیکھنے ہون تو مس میو کی کتاب مادر ہند اور
کتاب عبادالاصنام کا مطالعہ کریں۔ ۳۷۵ھ کے ایک عرب سیاح نے سندھ کے ایک بڑے مندر کے متعلق

(۳) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جنپر انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ بابو منوہر لال لکھتے
ہیں جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اور اسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک
تھا۔ اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا اس مندر میں جو بت تھا اوس کے آگے خودکشی
کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) اصل واقعہ اس بتخانہ کا یہ ہے کہ سلطان
محمود کو اطلاع ملی کہ تھانیسر قنوج مہابن کے راجے جو پہلے بھی تمام لڑائیوں میں شریک ہو چکے
ہیں دیگر راجون کو آمادہ فساد کر رہے ہیں اور تھانیسر کا بتخانہ اس سازش کا مرکز ہے لہذا
سلطان نے تھانیسر پر حملہ کا قصد کیا اور انندپال راجہ لاہور کو لکھا کہ مدد کیلئے حاضر ہو انندپال
نے اپنے بھائی کی سرکردگی میں دو ہزار فوج بھیجی۔ کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں (انندپال برادر خود
را با فوج کارآزمودہ باعانت سلطان فرستاد۔ گلستان ہند دفتر دوم ص۱۹) ان دو ہزار ہندوؤں
کے علاوہ دس ہزار ہندو فوج سلطانی میں تھے تھانیسر میں ایک مندر تھا جسکا نام سوم جگ تھا
اسکے بت کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ محمود نے اس سازشی مندر کو توڑا اور
سازشی گروہ کو گرفتار کیا اس میں جو بت تھا اس کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ توڑا گیا
بعض کہتے ہیں کہ غزنی بھیجدیا گیا۔ ملکم صاحب کا قول ہے توڑا گیا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ غزنی بھیجا گیا
بہر حال جو کچھ ہوا اگر یہ بت خانہ خالص معبد ہوتا اور اس میں سوائے عبادت کے اور کوئی رسم
قبیح ادا نہ کی جاتی تو بارہ ہزار ہندو ایسے بے غیرت نہ تھے کہ اوسکو توڑنے دیتے اور انندپال بھی
اسکو آسانی سے برداشت نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مورخ منشی سجان سنگھ بھی اس کے توڑنے
پر اظہار پسندیدگی کرتا ہے اور اس بت کا مذاق اڑاتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ بت جگرسوم را
بہ غزنی بردہ بفرمودۂ سلطان بر درگاہ نہادند تا پئے سپر خلائق گردد۔

بتے چون برآرد مہمات کس ✻ کہ نتواند از خویش راندن مگس
نہ نیروئے دستش نہ رفتار پائے ✻ وگر بفگنی بر نہ خیزد ز جائے

(خلاصۃ التواریخ)

سورج مت
خودکشی کرانیکا ایک معبد اور بھی تھا لالہ رتن لال لکھتے ہیں۔ اس قلعہ (الہ آباد) میں ایک

۳۰ بیان کیا کہ اسکا خرچ ڈیڑھ داسیون سے چلتا ہے۔ (احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم)۔ لیکن یہ مندر میرے دلکو نہیں لگتا۔ اوسکی شان و شوکت اور چمک مجھے پسند نہ تھی۔ مین نے یہ
افواہین بھی سُنین کہ وہان بدکاری ہوتی ہے۔ (گاندھی جی کی خودنوشت سوانح عمری)

قدیم ہے اسکو اکھی برہ کہتے ہیں اور ہندی کتاب میں اسکا قیام قیامت تک ہے اور شاہ جہانگیر نے ایک توا لوہے کا بہت بھاری اس درخت پر رکھوا دیا۔ درخت اوسکو پھوڑ کر پھر نکلا جب سورج مکر میں آتا ہے تو وہاں ہندو بہت جمع ہوتے ہیں۔ سابق میں یہاں ایک آرہ تھا اس آرہ سے لوگ اپنے کو چرانے تھے اس امید پر کہ اگلے جنم میں راجا ہونگے۔ شاہجہان کے وقت سے یہ عمل موقوف ہوا (عمدۃ التواریخ صفحہ ۲۹) دُرون قلعہ (آلہ آباد) درختے است متقدمین آنرا اکھی بڑ گویند (آگے لکھتے ہیں) چون پیوند عنصری گسیختن آنجا نیک میدانستند ازین جہت در پیشین زمان بعضے مردم بقصد رستگاری آخرت و حصول مامول درز اودیگر خویشتن را دربارہ می بدآوردند در عہد سلطنت حضرت شاہجہان این عمل موقوف گردیدہ (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ)

آج کل بھی اس خیال کے ہندو موجود ہیں چنانچہ اخبار صبح دکن راوی ہے ایک برہمن نے سمندر میں کود کر خودکشی کی اوس نے ایک خط لکھا ہے اوس میں تحریر ہے کہ اوس نے جلد از جلد خدا کو پانے کے لئے خودکشی کا تہیہ کر لیا ہے۔ (ستمبر ۲۸ء)

(۴) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو کہ پولٹیکل اکھاڑے تھے اور جہان سلطنت کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں۔ اس قسم کے مندرون کے خزانے اور اموال ضبط کئے گئے لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں " مندرون میں جو عالم عابد رہتے تھے اون کے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی۔ کوئی فرمانروا مندر کی تجاویز سے سرتابی نہ کرتا تھا۔ تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے۔ مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط و با جنگ میں کام آتا تھا۔ راجاؤنکا کام صرف مندرونکی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء) صدر مقامات پر جو بڑا مندر ہوتا تھا وہ اس زمانہ کی سیاسی جدوجہد کیلئے مخصوص ہوتا تھا اور تمام پولٹیکل مسائل وہیں سلجھائے جاتے تھے (واقعات تلسی رام) ان مندرون کی نوعیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ خالص معبد نہ تھے بلکہ سیاسی مجالس کے صدر دفاتر تھے اُن کا خزانہ صدقات و خیرات کا خزانہ نہ تھا بلکہ ملکی ہیجید گیون کا بیت المال تھا۔ اس قسم کے مقامات پر قبضہ کرنا اور اون کو زیر وزبر کرنا ہر فاتح کا فرض اولین ہے اس قسم کے عمارتون کو فاتح ہمیشہ برباد کرتے رہے ہیں۔ اس روشنی کے عہد میں بھی یہ دستور قائم ہے چنانچہ اخبار انقلاب لاہور جو آجکل گورنمنٹ کا حامی ہے سرحدی قبایل پر انگریزی حکومت تاخت وتاراج کے سلسلہ میں

لکھتا ہے کہ اس گاؤں میں فوج (انگریزی) نے حکومت انگریزی کے دو مخالف رہنماؤں کے حجروں یا مہمان خانوں کو جلا دیا کیونکہ ثابت ہو گیا تھا کہ انہیں انقلابی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے (۳ جون سنہ ۱۹۳۰ء)

(۵) بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو غصبًا بنائے گئے اور جنکا وجود بدامنی کا موجب ہو رہا تھا۔ ابوالفضل حج کو جا رہا تھا۔ راستہ میں راجہ بندیلکھنڈ نے اوسکو قتل کرکے اوسکا مال لوٹ کر اوس سے مندر تعمیر کیا اسپر مسلمان بہت مشتعل تھے اور فریقین میں کشیدگیوں کے بڑھنے اور بدامنی پیدا ہونیکا خطرہ تھا اس لئے عالمگیر نے اس مندر کو منہدم کرایا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں وہ ایک مندر ڈھایا جو راجہ نرسنگھ دیو نے ابوالفضل کو قتل کرکے اوس کے مال سے بنایا تھا (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) شیر خان لودی جو ابوالفضل کا سخت مخالف ہے اور اوسکو ملحد و کافر کہتا ہے اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے۔ آن ضال مضل (ابوالفضل) در راہ دکن باشارۂ نورالدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بہ قتل رسید۔ و مال ہائے کہ بدست آورزی رائے گرد آوردہ بود در اہتمام راجہ مذکور بر معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید۔ و حکم کریمہ الخبیثات للخبیثین بہ ظہور پیوست۔ آخر آن بت خانہ نیز بہ تیشۂ حکم عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد (تذکرہ مراۃ الخیال) گجرات میں ہنود نے جبراً چند مساجد پہ قبضہ کرکے بت رکھ لئے تھے ان بتوں کو وہاں سے علیحدہ کرکے مساجد بحال کیگئیں ان کے متعلق احکامات تو شاہجہان نے جاری کئے تھے مگر خانہ جنگی شروع ہو جانے سے پوری تعمیل نہ ہو سکی۔ اورنگ زیب نے ان احکامات کی مکمل تعمیل کرائی اسکا حوالہ باب اوّل میں شاہجہان نامہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔

سومنات

مذکورہ بالا پانچ وجوہات کے سوا اور کسی وجہ سے کسی مسلمان حکمران نے کوئی مندر منہدم نہیں کرایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بحالت جنگ اتفاقاً کسی معبد کو نقصان پہنچگیا ہو ایسا تو آپس کی لڑائیوں میں بھی ہوا ہے۔ جب لودہی بادشاہ نے جونپور پہ حملہ کیا دوران

جنگ میں جونپور کی مسجد کا دروازہ گولون کی زد سے منہدم ہو گیا اگر صاحب عقل سلیم انصاف سے غور کرے تو ان مندروں کے انہدام کو قرین صواب پائے۔ باقی جو مندر خالص عبادتگاہیں تھیں سلاطین اسلام نے اونکی مرمتیں کرائیں اونکو جاگیرین دین جیساکہ باب اول میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ رہا سومنات کا معاملہ اوس کی اصل حقیقت (کہ محمود جب مندر میں گیا تو پجاریون نے کہا کہ بت نہ توڑا جائے اور ہم سے استقدر دولت لے لیجائیے۔ محمود نے کہا میں بت شکن مشہور ہونا چاہتا ہون۔ بت کے گرز مارا اوس کے پیٹ میں سے بے انتہا دولت نکلی) اسکے سوا کچھہ نہیں کہ متعصبون نے گھڑا اور سادہ لوح عقیدت مندون نے نقل کیا۔ مورخ نے مشہور روایت کو نقل کر دیا اسکی تکذیب کے لئے یہی کافی ہے کہ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سومنات کا بت مشہوران بارہ لنگون یعنی توالد کی علامتون میں سے تھا جو ہند کے مختلف مقامات پر قائم کیے گئے تھے چونکہ محمود نے بت شکن نام اختیار کیا تھا اوس زمانہ کے ایرانی مورخ سومنات کی تاخت و تاراج سے محمود کے دینی جوش کی ایک روایت منسوب کرتے ہیں تاریخ فرشتہ کا مصنف بلا لحاظ اس بات کے کہ یہ بت محض ایک ناتراشیدہ پتھر تھا کوئی مورت نہ تھی بیان کرتا ہے کہ جس وقت محمود مندر میں داخل ہوا تو پجاریون نے اوس سے بت کے عوض بے انتہا دولت دینے کا وعدہ کیا مگر محمود نے جواب دیا کہ میں بت فروش مشہور ہونیسے بت شکن مشہور ہونا پسند کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا گرز اس زور سے مارا کہ بت پاش پاش ہو گیا۔ اور جواہرات کثیر اوس کے اندر سے نکلے اور اس طرح محمود کو گویا اپنی بے ریا دینداری کا غیب سے صلہ ملا" اگرچہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اس بے بنیاد قصہ کی ابتدا کیونکر ہوئی تاہم اکثر مصنفون نے اسکا بالتخصیص ذکر کیا ہے (تاریخ ہند حصہ دوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں سومنات کے بت کے توڑنیکی کہانی میرے خیال میں سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی بت نہ تھا بلکہ لنگ تھا (آگے لکھتے ہیں) اس بت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اس میں ایک مورتی تھی جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی (پیسہ اخبار ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء) سومنات میں بہت مندر تھے لیکن مشہور بت خانہ میں کوئی مورت نہ تھی بلکہ لنگ تھا اور اس بت خانہ کا خزانہ زر و جواہر سے مالا مال تھا۔ اور جب محمود نے ہندوستان پر حملے کئے تو تمام راجون نے اپنی قوت کا مرکز آخر سومنات کو قرار دیا (واقعات ہند ملسی ام) یہ وہ مندر تھا جسکے پجاری اس کے زور و قوت پر فخر کرتے تھے (ملکم صاحب) اصل حقیقت

یہ ہے کہ جب محمود نے متواتر حملے کئے تو قرامطہ اور ہندؤن نے اپنی تمام قوت سومنات کو منتقل کر دی۔ اور جسقدر محمود کے مد مقابل تھے سب وہاں پر جمع ہو گئے۔ اس طرح محمود کو حملۂ سومنات کے لئے مدعو کیا گیا[له]۔ محمود جب یہاں فتح یاب ہوا تو بڑا مندر لنگ تھا۔ لنگ کے مندر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک با حیا قلم سے نکلنا دشوار ہے کتاب مادر ہند وغیرہ دیکھنے سے سب قلعی کھل جاتی ہے اس لئے مہذب بادشاہ ایسے مقام کو جہان شرمناک جرایم وقوع پذیر ہوتے ہوں باقی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے اوسکو توڑا گیا۔ اور وہان جو خزانہ جنگی مصارف کے لئے تھا ضبط کر لیا گیا اسطرح کثیر التعداد دولت محمود کے ہاتھ آئی۔ دوسرا مندر وہ تھا جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی اس خلاف انسانیت رسم کو رحمدل سلطان برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے اسکو بھی منہدم کیا گیا۔ ان دو کے سوا اور کسی بت خانہ کو جو خالص معبد تھے ہاتھ تک نہ لگایا باوجودیکہ وہ زر و جواہر سے ماموٗر تھے۔ لالہ رتن لال لکھتے ہیں اور بتان زرین وہاں (سومنات) بہت تھے (عمدۃ التواریخ صفحہ ۸) ان بتان زرین کو چھوڑ دینا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ محمود نے لالچ یا تعصب سے کسی بتخانہ کو منہدم نہیں کیا۔ سرحد ہندوستان سے سومنات تک ہزاروں مندر تھے اور سب میں نذر و صدقات کا مال جمع تھا سلطان محمود نے کسی سے تعرض نہیں کیا۔ یہ صورت معاملہ عقل سلیم کو خود اس طرف رہبری کرتی ہے کہ ان مقامات کے انہدام کی لالچ و تعصب کے سوا کوئی خاص وجہ ہو گی۔ باوجود دور تہذیب و قانونی سخت گیریوں کے دختر کشی کی رسم ہندؤن میں ابتک جاری ہے ٹھاکر بھولا سنگھ نے اس کے متعلق ایک مضمون ایک ہندی اخبار میں شایع کرایا ہے جسکا ترجمہ الامان نے درج کیا ہے (راجپوت قوم میں ایک ایسی برائی سمائی گئی ہے جسپر اگر دھیان نہ دیا گیا تو اس قوم کا خاتمہ ہونا لازمی ہے یہ برائی دختر کشی کی ہے) (دسمبر ۲۸ء) مندروں کے متعلق یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ آیا مندر مذہبی عمارات میں شمار ہیں یا نہیں تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کے معبد نہ تھے نہ قدیم ہندؤن میں معبد بنانیکا رواج تھا لالہ لاجپت رائے تاریخ ہند حصہ اول میں لکھتے ہیں کہ ویدوں میں مورتی پوجا نہیں ہے اور نہ مورتی کا اور نہ مندروںکا ذکر ہے (صفحہ ۸۶) بھگوان بدھ کے وقت میں برہما وشنو اور شو کی پوجا جاری ہو چکی تھی گو یہ پوجا زیادہ تر ذہنی تھی کیونکہ نہ مندر تھے نہ مورتیاں تھیں۔ (صفحہ ۸۸) جب یہ مذہبی معبد ہی نہ تھے اور جدید ایجاد بندھ تھی تو اون کے توڑنے سے نہ کسی

[له] اسکے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سومنات اور کچھ بحری ڈاکوؤن کے سب سے بڑی جائے پناہ تھے (کتاب الہند البیرونی)

مذہب کی توہین تھی نہ کسی مذہب میں مداخلت بلکہ ایک امر جدید خلاف مذہب کا استیصال تھا جسکا ہونا ضروری تھا شاید یہی خیال تھا کہ بعض ہندو حکمرانون نے بھی مندرون کو منہدم کیا اور لوٹا ہے اس کے متعلق چند جگہ حوالہ جات لکھے جا چکے ہیں۔ لالہ لاجپت رائے "تاریخ ہند حصہ اوّل میں لکھتے ہیں بے شمار مندرون اور متھون اور مقبرون کو زمین سے ملا دیا اور لوٹ لیا (راجہ مہر کل نے یہ راجہ ہندو تھا کیونکہ صفحہ ۲۱۳ پر لکھا ہے کہ شیو کا اپاسک تھا) (صفحہ ۲۱۳)

حفاظت معابد

کفار آپسمیں لڑکر ایک دوسرے کی معابد کی توہین کیا کرتے تھے اور فساد و جنگ میں مشغول رہتے تھے۔ مسلمانون پر بھی دست تظلم دراز کیا اللہ تعالیٰ نے اُن سے جنگ کرنیکا حکم دیا اور منجملہ دیگر اسباب جنگ کے اسوجہ کو بھی بیان فرمایا۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسَاجِدُ۔ یعنی اللہ اگر بعض ظالمون کو بعض سے دفع نہ کرتا تو درویشون کے خانقاہیں گرجے مسجدین سب برباد ہو جاتے۔"

گاندہی جی لکھتے ہیں"۔ میں نے قرآن شریف کو بار بار پڑھا اور حضرت محمد صاحب کے حالات زندگی کا بھی مطالعہ کیا ہے لیکن میں نے ان میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی کہ دوسرے کی مذہبی دل آزاری کیجائے یا مورتیوں وغیرہ کو توڑ دیا جائے (ہندو اخبار ملاپ ضروری ۲۶ء) ایک ملا نے ایک گرجا پر قبضہ کرکے مسجد بنا لیا۔ خلیفہ کو جب اطلاع ہوئی تو اوس کے دُرّے لگائے اور گرجا بحال کیا (پریچنگ آف اسلام)۔

۱۹ھ میں جب مسلمانون نے اسکندریہ فتح کیا تو وہاں حضرت عیسیٰ کی تصویر تھی ایک مسلمان سپاہی کے تیر سے اوس تصویر کی آنکھ پھوٹ گئی۔ عیسائی جمع ہو کر حضرت عمرو بن العاص گورنر اسلام کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ تمہارے سپاہی نے حضرت عیسیٰ کی آنکھ کو خراب کر دیا۔ ہم اسکا بدلہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمکو اپنے نبیؐ کی تصویر دو ہم اوسکی آنکھ خراب کریں گے حضرت عمروؓ نے اون کو یقین دلایا کہ ہمارے نبیؐ کی تصویر نہیں ہے ہاں ہم موجود ہیں ہم میں سے

جسکی آنکھ تمہارا جی چاہے پھوڑدو۔ عیسائی اسپر راضی ہوگئے۔ حضرت عمرو نے عیسائی کو خنجر دیا۔ اور اپنی آنکھ سامنے کردی۔ عیسائی نے جب یہ انصاف دیکھا تو خنجر پھینک دیا اور کہا جو قوم اسقدر انصاف پسند ہے اوس سے انتقام لینا قدردانی کے خلاف ہے۔

ہندو فاضل مسٹر شرما لکھتے ہیں سرنگاپٹم میں جو سلطان ٹیپو کا پایہ تخت تھا محلات شاہی کے کھنڈرون کے قریب ایسے مندر موجود ہیں جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگری متھ ہندو پجاریون اور دیوتھیون کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت کے وقت اس متھ کی امداد کی تھی۔ ملوکوٹہ میں وشنو کا جو مندر ہے اوس میں دو چاندی کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے کہ یہ برتن سلطان ٹیپو کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیے گئے (اخبار کرم ویر) آلہ آباد کا قلعہ جو مستقلاً اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اوس کے اندر مندر تھا اوس کو توڑنے کا بادشاہ نے کبھی حکم نہیں دیا بلکہ قلعہ کے ساتھ اوس کی مرمت بھی ہوتی تھی (واقعات ہند) سلاطین اسلام کا مندروں کو جاگیرین دینا پہلے بیان کیا جا چکا ہے اورنگ زیب کا زیادہ وقت مہمات دکن میں صرف ہوا لیکن دکن میں کوئی مندر نہیں توڑا گیا اب تک اوس کے مزار کے قریب ایک مندر باقی ہے اگر وہ مندر توڑتا تو یہ مندر نظر نہ آتا ہندو اخبار دکن پنچ حیدرآباد میں ایک مضمون بطور محضر نامہ ہنود باشندگان محلہ عثمان شاہی حیدرآباد کا مندر دیول پندہری ناتھ کے متعلق شایع ہوا ہے جس میں دیول (مندر) مذکور کی تاریخ اسطرح لکھی ہے کہ عالیجناب فوجدار خان صاحب مرحوم نے محض اس دیول کی تعمیر کے لیے زمین عطا فرمایا تھا (آگے لکھتے ہیں) طغیانی میں اس دیول کا کچھ حصہ افتادہ ہوگیا تھا جسکی مرمت کے لئے سرکار (شاہ دکن) سے پوجاری کو معقول امداد ملی تھی (آگے لکھتے ہیں) دیول کو پوجاری نے اوباش کم ظرف لوگونکا مسکن بنادیا (جولائی ۱۹۲۹ء) نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے ہنومان جی کے مندر کی تعمیر میں بہت مدد فرمائی (تاریخ اجودھیا کنور درگا پرشاد ص۱۸) مہاراجہ کشن پرشاد لکھتے ہیں رعایا پرور صلح کل سلطنت آصفیہ نے اسکے (گردوارہ گرو گوبند سنگھ

واقع ناندیڑ) استحکام اور بقا کیلئے ایک معقول علاقہ بطور گزارہ عطا فرمایا (کتاب سیر و سفر ص۱۲۰)

غرض غیر مسلم رعایا کے معابد کی مسلمان حفاظت و امداد کرتے رہے اور کوئی معبد تعصب و ظلم سے نہیں ڈھایا گیا نہ شرعاً ڈھایا جا سکتا ہے۔ اور اراضی و مال مغصوبہ سے مسجد کا بنانا جائز نہیں ہے۔ بعض مسجدون کے متعلق متعصبین نے مشہور کردیا ہے کہ یہ مندر توڑ کر بنائی گئی ہے اور ایسی گپون کو بعض مصنفین نے بھی لکھدیا ہے سر مہاراجہ کشن پرشاد لکھتے ہیں افغان سلطانی کا خیال ہے کہ مسجد کا نقشہ (گلبرگہ

کی) کم و بیش قرطبہ کے نمونہ پر ہے جہاں آجکل مسجد ہے یہاں پہلے مندر تھا مسجد کے اندر بعض جگہ مورتیں اور دیوتاؤن کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ فقیر شاد کی اسکی صحت میں تامل ہے کہ مسجد میں ہندی تعمیر کی

شان ہی نظر نہیں آتی اسلامی تعمیر کی جھلک پائی جاتی ہے کوئی شئی اس مسجد میں ہندو وضع کی نہیں (روزنامچہ گلبرگہ ص۳)

جلسہ آثار قدیمہ جو زیر صدارت مسٹر برن منعقد ہوا تھا اس مسجد کے متعلق یہی ثابت ہوا کہ یہ ابتدا سے مسجد ہی ہے (زمیندار ضمنی ۲۶ء بحوالہ انگلشمین) مسجد موضع بیادر علاقہ بھرت پور کے متعلق ہندوؤن نے

یہی دعویٰ کیا مگر راجہ بھرت پور کی تحقیقات میں یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ (الامان فروری ۱۹۲۶ء)

ہندوؤن نے خود مندرونکی توہین کی ہے

اب جتنے بت جینیون کے ٹوٹے ہوئے نکلتے ہین وہ شنکرا چاریہ کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ جینیون نے زمین میں گاڑ دیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں (ابر ہنون کی لیلا) لالہ رام نرائن لکھتے ہیں آجکل یہ عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہان کوئی مورت ٹوٹی ملجاتی ہے اوسکو لوگ اورنگ زیب کی ٹوٹی ہوئی تبلاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے سوامی شنکر اچارج کے زمانہ میں جین اور بدھ مذہب کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اسوقت کے جین اور بدھ کے ہزارہا شکستہ مورتیان اسوقت لاعلمی سے ہندو مندرون میں موجود ہیں جن کو میں نے بچشم خود بغور دیکھا ہے مگر عام طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ مورتیان اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ یہ عرصہ دراز پہلے شکست کیجا چکی تھیں (ہمدم ڈسمبر ۱۹۲۲ء) لالہ ڈپٹی لال لنگم لکھتے ہیں۔ بنجراج (وزیر میسور) نے مندرون اور بتکدون کو تاخت و تاراج کیا (سوانح عمری حیدر علی) میلوکوٹ میں سری وشنو برہمن رہا کرتے تھے اور چونکہ یہ مندرزر و جواہر سے ماموّر تھا اس لئے لالچی مرہٹون نے دست تطاول دراز کیا اور جب اس جگہ کوئی باشندہ نہ رہا تو لوٹ مار کرنے کے بعد مندرون اور بتکدون اور متبرک مقامون کو آگ لگادی (سوانح عمری حیدر علی) لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض راجے ایسے سرکش بدنصیب ہوئے کہ مندر ہی کو اکھاڑ دیا (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء)

تمام باطل پرستون نے معابد کی توہین کی

یہودی :- بادشاہ ذونواس نے عیسائیون کو زندہ جلایا۔ اور اون کے معبد برباد کیے (تاریخ طبری) تم انکی قربان گاہونکو ڈہادو اور انکے بتون کو توڑدو (خروج ۳۴ و استثناء باب)۔

:- عیسائی بدھون کے مندرون کو جو لوگون کی زندگی کا جزو اعظم ہے توڑتے اور برباد کرتے (تاریخ جاپان) منجملہ ان عمارتون کے جو ان ظالمون (پرتگیز جنرل البوقرق

کی فوج) کے ہاتھوں سے تباہ ہوئیں۔ (کالی کٹ میں) ایک جامع مسجد بھی تھی جس کو آگ لگا کر ان کفار نے خاک سیاہ کر دیا (تحفۃ المجاہد) اس ہی جنرل نے عدن پہنچ کر ایک دستہ فوج عرب کی طرف روانہ کیا تھا کہ روضۂ رسول کریم کو منہدم کر کے جسد اطہر کی بے حرمتی کرے۔

بودھ:۔ موجودہ جنگ چین کے متعلق تمام اردو انگریزی ہندی اخبار راوی ہیں کہ چینیوں نے گرجا مسمار کیے انجیلیں پھاڑیں۔ حوالہ کے لئے ایک ہی اخبار کا نام کافی ہے۔ (الامان جنوری ۱۹۳۲ء)

زرتشتی:۔ خسرو پرویز (شاہ ایران) نے یروشلم پر حملہ کیا اوس میں جسقدر مقدس عبادت گاہیں اور مقامات تھے سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا (تاریخ ایران سر جان ملکم ص ۲۰۱)

جین:۔ جب حکومت وہان (کشمیر) کی اشوک جو چچیرا بھائی راجہ جنک کا تھا کو پہنچی تو برہمنوں کے معبدوں کو گرا دیا۔ اور آئین جین کا اختیار کیا (عمدۃ التواریخ ص ۲ مصنفہ رتن لال)

ہندو:۔ شنکر اچارج نے بودھوں جینیوں کے بت توڑے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) ہنٹر صاحب راجپوتوں کے متعلق لکھتے ہیں مسجدوں کو مسمار کرتے (تاریخ ہند)۔ راجہ شیو پرشاد لکھتے ہیں سداشیو راؤ بھاؤ نے مسجد اور مقبروں کو لوٹ لوٹ اور توڑ پھوڑ سے خالی نہ چھوڑا (آئینہ تاریخ نما) نالندہ کی خانقاہ (بودھوں کا معبد) کو برہمنوں نے تین بار مسمار کیا (تاریخ ہند) پشپ متر کے وقت میں بودھ مذہب کے ساتھ بہت کچھ سختی ہوئی کہا جاتا ہے کہ پشپ متر نے بہت سے بدھ مٹھ و مندر جلا دئے۔ (تاریخ ہند لاجپت رائے) مہندر ورمان راجہ نے شیومت اختیار کیا اور جینیوں کی مشہور مٹھ پاٹلی پترہ کو جو جنوبی آرکٹ میں تھا تباہ کیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) بعدہ دامندر اوسکا (راجہ جلوک کا بیٹا (راجہ کشمیر) ہوا) الغرض برہمن اون لوگوں کو جو بودھ کے طریق پر تھے غالب آکر اون کی پرستش گاہ کو خاک در خاک کیے (عمدۃ التواریخ رتن لال ص ۲۴) مسجدیں اور خانقاہیں چندیری اور سارنگ پور اور رنتھنبور کی دیکھیں (بابر نے) کہ ان میں رائے سین نے کفار حربی رانا اور میدنی رائے کے حکم سے مسکن حیوانات بنا کر گوبر سے لیپا تھا (تاریخ فرشتہ) اکثر ممالک اوس کے (فیروز شاہ کے) اپنے تصرف میں لایا (راجہ نیپور ائے) اور مساجد مسمار کرنے اور غارت وقتل عام ارباب اسلام

میں تقصیر و مضائقہ نہ کیا۔ (تاریخ فرشتہ) قاضیون کو پکڑ کر (راجپوتون نے) اونکی ڈاڑھیان منڈوا ئیں۔ قرانون کو کنوں میں پھینک دیا۔ (ٹاڈ راجستان جلد اول صفحہ) رہا یہ امر بعض نے

سکھ جتنی مسجدین عبادت گاہیں تھیں وہ سب مسمار کرا دیں (بندا بیراگی نے) بلکہ اونکی (مسلمانون کے) بڑے بڑے پیر بہاء الحق و قطب الدین جیسون کی قبرین کھدوا کر اون کی ہڈیان تک آگ میں جلوا دیں (شمیر خالصہ حصہ دوم مصنفہ گیان سنگھ صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

مسلمانون کی رواداری

مسلمانون کی رواداری گزشتہ بیانات سے بخوبی ثابت ہوگئی ہے لیکن اس موقع پر چند حوالون کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُم بِالعَدْلِ وَ الْاِحْسَان یعنی اللہ تم کو احسان اور انصاف کرنیکا حکم دیتا ہے۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا یعنی کسی قوم نے عداوت کی وجہ سے ناانصافی نکرو۔ (اور اہل کتاب جن میں پارسی بھی شامل ہیں اونکی جو محافظت مسلمانون نے کی اسکے شاہد ہمیشہ مسٹر نریمان) وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی (تاریخ چارلس پنجم) موسیو رہبان لکھتے ہیں مذہبی رواداری جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانون مروت ہے عیسائیون کو مسلمانون نے سکھایا۔ (سفر مشرق) حضرت محمد صاحب کی ایک اور خوبی جسکی آجکل اس بدنصیب ملک (ہند کے لوگوں میں کمی ہے وہ آپس کے معاملات میں عفو اور رواداری ہے۔ (لالہ جگناتھ بی۔اے۔ایل ایل بی کیمبرہ والا) یہودی مورخ ابوالفتح السامری لکھتا ہے محمد نے اہل شریعت (یہود و نصاریٰ) میں سے کسی کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی (تاریخ آباد الیہود مطبوعہ لینڈن صفحہ ۱۸۱)

ہندوں کی رواداری

نہ مزار (گنبدوں میں) اور بعض ہر نہیں یہ زمانہ کی دوستی ہندو اور مسلمانوں کی غفلت اور ایک حد تک بھر سے روکا

ادہرمی (غیر مذہب کا آدمی) خواہ سب سے بڑھ کر صاحب حوصلہ نہایت طاقتور صاحب لیاقت بھی ہو تو بھی اوس کی بربادی تنزل و تخریب میں لگا رہے۔ (ستارتھ پرکاش ۱۹۳۲ء) وید کے مخالف کو ملک سے نکالدینا چاہیے (ستارتھ پرکاش سمولاس ۳ ص۵۹) ارتھات ادہرمی پرش کسی دیس میں نہ رہنے پاویں۔ ادہورت منش سب ہم لیگون کے نواس استہانون سے دور چلے جاوین (رگوید بھاشہ مطبوعہ ۱۹۳۵ بکرمی ص۴۷) ہندوستانی ڈراوری نسل اپنی تہذیب کے اعلی درجہ پر تھی اور آریہ لوگون نے اون کو جنوب کی طرف ڈھکیل دیا (تاریخ ہند لاجپت رائے) ہندو اخبار رعیت حیدرآباد میں کشمیری کانفرنس کی روداد شایع ہوئی ہے اوسکا ایک ریزولیوشن یہ ہے:- (کانفرنس کا یہ اجلاس افسوس سے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ دربار کشمیر گزشتہ چند سال سے ان تجاویز کو جو کانفرنس سالانہ اجلاس میں منظور کرتی ہے اور دربار کو بھیجتی ہے توجہ کرنا تو کجا جواب دینے سے بھی قاصر ہے جو معمولی رواداری کا تقاضا تھا اور باوجود کانفرنس کے متواتر مطالبات کے مسلمانان کشمیر کے مصائب کو دور کرنے کی طرف توجہ نہیں کیگئی۔ (آگے لکھتا ہے) پتھر مسجد اور دیگر مساجد جن پر ریاست نے قبضہ جما رکھا ہے مسلمانون کو آباد کرنیکی غرض سے فوراً واپس کی جائیں (مئی ۲۹ء)

مسلمانون کا عہد حکومت

گزشتہ بیانات سے مسلمانون کی رواداری عدل و انصاف رعایا پروری کا کافی ثبوت ہوچکا ہے۔ ہندو فلاسفر مسٹر ٹی۔ ایل وسوانی لکھتے ہیں "مسلمانون کی تاریخ اچھے کامون سے لبریز ہے" (الامان جون ۳۵ء) مسٹر بھوپندر ناتھ جا سو لکھتے ہیں (حقیقی جمہوریت کا ولولہ۔ رواداری۔ مساوات کی خوبیان اسنے (اسلام) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلادیں۔ مسٹر رد بن سن لکھتے ہیں (اونہوں) نے (مسلمانوں) کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا")

ہندوں کا عہد حکومت

غیر آریہ بودھ وغیرہ جن قوموں پر ہندو حکمران ہوئے اون کے مذہب اون کے معبد سب کو بگاڑا اور ایسے ایسے مظالم کیے کہ وہ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے یا انتہائی ذلت کی زندگی پر قناعت کرنا پڑی۔ اس بیان کے متعلق بہت سی روایات اوراق گزشتہ میں گزر چکی ہیں۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں وہ (غیر آریہ) آریہ حملہ آوروں کی یورش سے ہند کے میدانوں سے ہٹا دئے گئے ہیں وہ مثل معدوم شدہ جانوروں کے پنجروں کے جو کہ پہاڑوں کے دبے پڑے ہوں پہاڑوں کے درمیان پوشیدہ رہے (تاریخ ہند) نوی صدی عیسوی میں ان کے (بودھ) مقلد ہند سے جبراً نکالدئے گئے (تاریخ ہند) آل انڈیا آف دی ہندو کانفرنس الہ آباد میں مسٹر جی۔ اے گوے۔ ایم۔ ایل۔ سی نے کہا کہ میری رائے میں ہمارے معاشرتی اور مذہبی مشکلات کو دور کرنے کیلئے حکومت خود اختیاری کی ضرورت نہیں۔ ہندو راج کا جو تجربہ گزشتہ زمانہ میں ہو چکا ہے اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہے اب بھی اونچی ذات کے ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت ہماری حالت پہلے سے بُری ہوگی مسٹر مانک نے کہا ہمارے آباؤ اجداد ہی ہندوستان کے اصلی باشندے اور مالک تھے باہر کے لوگوں نے اگر جسطرح بن پڑا اون کو شکست دی اور حملہ آوروں نے اصلی باشندوں کو موجودہ حالت تک پہنچا دیا اور اونکو اچھوت کہنے لگے۔ (الامان جنوری ۲۸ء) اچھوتوں کی کانفرنس نے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ منوسمرتی اور ایسی ہی کتابوں کو جن سے انسانی حقوق کی پامالی ہوتی ہے یہ کانفرنس خیال کرتی ہے کہ اظہار نفرت کے طور پر ہمیں ان کتابوں کو جلا دینا چاہیئے (ہمشیم جنوری ۲۸ء ہندو اخبار چاند فروری ۳۰ء سے اخبار الامان نے ایک مضمون نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانیہ کے عہد حکومت میں بھی ہندو اپنی دسترس کے موافق اچھوتوں کو ستانے اور ذلیل کرنے میں کسر نہیں کرتے اخبار مذکور لکھتا ہے "آپ گانوں میں جائیے اور وہاں کے زیادہ تر زمینداروں و نیز اونچی ذات والوں کی زبردستیوں کو دیکھئے جو کہ وے اچھوت ذات پر کرتے ہیں وہاں ہر وقت بدفعلی کا بازار گرم رہتا ہے۔ مکا اربردو غیرہ کے کھیتوں میں اچھوت ذات کی عورتیں زبردستی خواہ مختلف قسم کے لالچ سے ان شیطانوں کی آتش شہوت بجھانے کے لئے بُلائی جاتی ہیں اگر اس واقعہ کو ان بہنوں کے والدین بھائی برادری اور شوہر وغیرہ دیکھ لیں تو بھی انہیں چون کرنیکا حق نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے پر اون کی جان کا خوف ہے اسطرح پر آج ہندو قوم کے ہی ہندوؤں پر جہنمی زبردستیاں ہو رہی ہیں (۲۳ فروری ۳۰ء) بیان اچھوت لیڈر دیرارتن دیو داس جا تیو ہندوستان میں جو سات کروڑ اچھوت ملے جاتے ہیں وہ اس ملک کے اصل باشندے ہیں ایک زمانہ میں یہی ہندوستان پر تسلط رکھتے تھے اور انکے سوا اس ملک میں کسی کی حکومت نہ تھی مگر جو موجودہ وقت میں ا پنے کو اعلیٰ ذات بتاتے ہیں در اصل اس ملک کے باشندے نہ تھے یہ لوگ ایران وسط ایشیا وغیرہ سے آئے تھے اور انہوں نے اپنے زور آور ہو جانے کی بنا پر سب کو مغلوب کیا (ملاپ ۱۵ مئی)۔

[illegible]

متعصب معترض

بعض لوگون نے سلاطین اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ہندؤن پر مظالم کی
مصنوعی داستانین لکھ کر کتابین شایع کی ہیں ۔ اون میں ایک مشہور کتاب سفیر کشمیر ہے اس
کتاب کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ یہ ناقابل اعتبار ہے (پریچنگ آف اسلام) جو جو الزام
یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام پر لگائے ہیں
آج اونکی تحقیق پر پتہ چلگیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کے باعث ہیں (ہیروز اینڈ ہیرو
وارشپ صفحہ ۶) گاندہی جی (ستیارتھ پرکاش اور پنڈت دیانند کے متعلق) لکھتے ہیں اتنے بڑے
مصلح کے قلم سے ستیارتھ پرکاش جیسی مایوس کن کتاب کا نکلنا حد درجہ افسوسناک بات ہے سوامی
دیانند کا دعوے ہے کہ میں سوائے حق کے اور کسی چیز کا وکیل نہیں ۔ لیکن اونہون نے جین دہرم
اسلام مسیحیت اور خود ہندو دہرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیان کی ہیں (ینگ انڈیا) پنڈت
ستکیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی لکھتے ہیں ۔ میں خود بھی آریہ سماجی ہوں ویدون
اور رشی دیانند کا کٹر پیرو ہوں ۔ (ماگہرت جولائی سنہ ۲۴ء) اس ہی پروفیسر کا مضمون ہندی
رسالہ بھارت متر میں ہے ۔ بے شک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی
ہے اور صحیح ترجمہ اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے (سنہ ۱۹۲۴ء) شاستری جی جسوقت ستیارتھ پرکاش پر تبصرہ
ہے بلکہ یہ تو کسی جاہل کا لکھا ہوا ہے

ولیکن بہمہ مہر کہ تف افگند
بہانان ہمان تف برویش فتد

[illegible]

باب چہارم

مضامین ہنود

(۱)

"ہندو مضمون نگارون کے وہ مضامین جن کا حوالہ میں نے گزشتہ ابواب میں دیا ہے اگرچہ وہ بھی متعصبانہ نوک جھونک سے خالی نہیں لیکن پھر بہت کچھ ترین تحقیق و انصاف ہیں۔ چونکہ وہ مختلف اخبارات میں شایع ہوئے ہیں اس لئے میں اون کو اس باب میں مکمل طور پر نقل کرتا ہون تاکہ حوالوں کی تطبیق میں سہولت ہو۔"

(از اخبار ہمدم لکھنؤ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء)

شہنشاہ اورنگ زیب کا طریق عمل ہندوں کے ساتھ

(نوشتہ بابو رام نرائن سابق مینجر ریاست رام نگر دھمیڑی ضلع بارہ بنکی)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حالات کو انگریزی مورخون نے اپنے فرائض کی بنا پر ایک خاص رنگ دیا ہے عام طور پر ممدوح کو متعصب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اونہوں نے ہندوں کے معبدگاہ تباہ و برباد کئے اون کو انواع و اقسام کی تکالیف پہونچائیں مگر یہ امر غور طلب ہے کہ یہ افواہیں کس حد تک صحیح اور درست ہیں اور کس حد تک رنگ آمیزی ہے جنکی بنیاد قیاسات بازاری افواہوں پر مبنی ہیں۔ جہان تک میں غور کرتا ہوں شہنشاہ موصوف کے عہد میں مندرون کی تباہی ہرگز نہیں ہوئی نہ شہنشاہ کو اس بارہ میں کوئی مذہبی تعصب یا عناد تھا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہو تو وہ پولٹیکل مصالح اور اوس وقت کے واقعات سے

متعلق ہے۔ شہنشاہِ ممدوح کے غیر متعصب ہونے اور عموماً بت شکن نہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ ضلع سیتاپور میں مصر کہ ہندون کا ایک مشہور معبدگاہ ہے۔ مصر کہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے جسکے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنت موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازان جملہ چند مواضع ابتک مہنت موصوف کے قبضہ میں ہیں ۔

۲۔ مضافاتِ متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہاں پر بلدیو جی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہ اورنگ زیب نے بہت سے گاؤن عطا کئے ہیں جو ابتک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں۔ اور اسی طرح ممکن ہے کہ بہت سے ہندو منادر کے لئے بادشاہ موصوف کی طرف سے معافیات عطا کی گئی ہوں ۔

۳۔ لبِ دریائے جمنا الہ آباد کا قلعہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا اس قلعہ کے اندر ہندوؤن کا ایک معبد ایک وسیع تہہ خانہ کے اندر ابتک موجود ہے۔ اس تہہ خانہ کے اندر ایک برگد کا درخت ہے (آگے کچھ عبارت اڑی ہوئی ہے) ہندوؤن کی مذہبی مورتیان وہان رکھی ہوئی ہیں۔ ہزارون ہندو اس وقت تک درشن کے لئے روز وہاں آتے جاتے ہیں۔ ہندو پنڈے پوجاری اس کے اندر اپنے عقائد کے بموجب پوجا کے مراسم ادا کرتے ہیں۔ یہ قلعہ مسلمہ طور پر شہنشاہ اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اور شہنشاہ موصوف اس معبدگاہ کو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ تباہ اور مسمار کر سکتے تھے۔ مورتیون کی ساخت اور جسامت سے پایا جاتا ہے کہ یہ مورتیان ہزارہا سال کی بنی ہوئی ہیں اور ان مورتیون میں سے کوئی بھی مورتی ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اگر مذہباً شہنشاہ اورنگ زیب کو بت شکنی کی عادت ہوتی تو سب سے پہلے ان مورتیونکا قلع قمع کر دیا جاتا

۴۔ آجکل یہ ایک عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہان کہیں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ملجاتی ہے تو اوس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہیں لیکن اصلیت یہ نہیں ہے۔ سوامی شنکراچاریہ کے زمانہ میں جب جین اور بدھ مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی اوسوقت کی ہزارہا جین و بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں اسوقت لاعلمی سے ہندو مندروں میں موجود ہیں جن کو میں نے بچشمِ خود بغور دیکھا ہے۔ مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیان اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں حالانکہ یہ عرصۂ دراز پہلے شکست کی جا چکی تھیں ۔

۵ - کاشی میں بشونا تھ جی کا مندر ضرور اورنگ زیب بادشاہ کے عہد حکومت میں توڑا گیا لیکن بادی النظر میں اُس مندر کے توڑنیکا سبب مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اوس کی تہ میں پولٹیکل ضرورت معلوم ہوتی ہے اورنگ زیب کے بڑے بھائی داراشکوہ بنارس کے صوبیدار تھے اور یہ امر ضروری ہے کہ اون کا بنارس خاص میں بہت کچھ اثر رہا ہوگا یہ بہت ممکن ہے کہ داراشکوہ کے شکست دینے کے بعد اور بنارس میں مسلمانوں کی آبادی بڑھنے پر اورنگ زیب نے بنارس میں مسجد بنانا تجویز کیا ہو اور داراشکوہ کی پارٹی یا عام ہندو تعمیر مسجد میں حارج ہوئے ہوں اور بادشاہ موصوف نے اون کے دبانے کے لئے مندر توڑ کر تعمیر مسجد کیلئے حکم صادر کر دیا ہو امید ہے کہ صاحبانِ اہل بصیرت تعصب کا چشمہ اُتار کر اس معاملہ کی بابت محققانہ غور فرمائینگے۔

(از پیسہ اخبار لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۲۶ء)

قدیم طریق کا سنگھٹن اختیار کرنا چاہیے

(نوشتہ بابو پرتاب سنگھ صاحب)

لوگ کہتے ہیں کہ سنگھٹن نئی ایجاد ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ہندو مذہب اور ہندوستان کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ سنگھٹن ہندو دھرم کا قدیمی اصول ہے۔ زمانہ سابق میں ہندوستان میں اگرچہ بہت سے راجے مہاراجے راج کرتے تھے مگر درحقیقت وہ سب ایک ہی اصول کے عامل تھے اوس زمانہ میں ملک میں نہ کوئی کانفرنس تھی نہ سبھا تھی۔ بڑے بڑے مقدس مندروں میں جو عابد عالم رہتے تھے اون ہی کے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی کوئی فرمانروا مندر کی تجویز سے سرتابی نہ کرتا تھا۔ تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے۔ مندر کیا تھے دین و دنیا کی ترقی کے سرسبز باغ تھے۔ اگر ایک طرف سیکڑوں عابد عبادت کرتے تھے تو دوسری طرف عالم درس دیتے تھے ایک طرف کتب خانہ تھا تو دوسری طرف اکھاڑا ایک طرف لنگر تھا تو دوسری طرف شفاخانہ اور مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط جنگ

وہاں میں کام آتا تھا۔ راجاؤن کا کام مندرون کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ وہ تجاویز انصاف اور عدل کی ترازو میں تلی ہوئی ہوتی تھیں۔ راجہ راجہ کے نوکر راجہ کی فوج راجہ کے غلامون کے سوا جسقدر رعایا تھی سب پر فوجی خدمت واجب تھی۔ بعض موقعون پہ رانیون اور باندیون نے اپنے ایسے اہم میدان سر کئے ہیں کہ جو سن کر عقل دنگ ہوتی ہے۔ رعایا پر ایک ہلکا ٹیکس مالگزاری تھی اور بس غیر اقوام سے علاوہ ایک خفیف ٹیکس کے ایک تھوڑا سا معارف مندر کے لئے بھی لیا جاتا تھا جب برا وقت آیا تو سب سے پہلے راجاؤن نے مندر کے احکام سے سرتابی کی۔ بعض راجہ ایسے سرکش بدنصیب ہوئے کہ مندر ہی کو اکھاڑ دیا۔ جب یہ حالت ہوئی تو بزرگوں نے تمام کامون سے دست کشی اختیار کی اور اونکی جگہ بعض مندرون پہ ناقص الاعمال لوگ مسلط ہو گئے۔ اب صدیون کے بعد سنگھٹن کا مبارک لفظ کانون میں آیا تو باغ امید لہلہانے لگا مگر نتیجہ دیکھا تو خلاف۔ یہ قصور طرز عمل کا ہے ورنہ سنگھٹن تو ایک مبارک تجویز ہے۔ سنگھٹن کا پہلا اصول انصاف و رواداری ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ موجودہ مفاسد میں سنگھٹن کا ہی قصور ہے۔ قصور فریق ثانی کا بھی ضرور ہے میں یہ کہونگا کہ جب ایک فریق رحم و عدالت کا پابند ہو جاتا ہے تو دوسرا خود شرما جاتا ہے ہمارے لیڈر اگر درحقیقت ملکی و ترقی کے خواہان ہیں تو اون کو دورِ گزشتہ کے سنگھٹن پر نظر کرنی چاہئے

مسلمان حملہ آوران ہند کی بے تعصبی

(از پیسہ اخبار لاہور۔ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۶ء)

اسلام ہندوستان میں خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں آگیا تھا۔ مالابار میں بہت سے مسلمان آکر آباد ہو گئے تھے اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ راجہ نہایت مہربانی سے اون سے پیش آتا تھا یہ لوگ عزت و آرام سے رہتے تھے اور نہایت آزادی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے راجگان ہند میں سے کوئی تبلیغ میں خلل انداز نہ ہوا نووارد ون اور نو مسلمون کے وہی حقوق تھے جو ہندؤن کے تھے صرف اون سے ایک خفیف سا ٹیکس نذر مندرون کے لئے لیا جاتا تھا باقی تمام ٹیکس وغیرہ اور معافین اُن کے لئے وہی تھے جو ہندؤن کے لئے تھے یہ سخت غلطی ہے کہ مسلمانون کی معرکہ آرائیون کو مذہبی قرار دیا جائے واقعات اور تاریخ سے ثابت ہے کہ تمام لڑائیاں ملک گیری

اور ملک داری کے لیے تعیین مذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔ سب سے پہلی لڑائی کا باعث یہ تھا کہ جب شاہ ایران اور اسلام میں جنگ ہوئی تو شاہ ایران نے راجہ سندھ سے امداد چاہی راجہ ججؔ نے ایک رسالہ جاٹون کا مع ہاتھیون کی نوج کے مدد کے لیے روانہ کیا۔ جب اسلامی فتوحات کا مکران تک سیلاب پہنچا تو راجہ ججؔ کو یہ خیال ہوا کہ ہمسایہ سلطنت کا ملک اجنبیون کے قبضہ میں جا رہا ہے ہم کو باوجود مدد دینے کے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس خیال سے راجہ نے مکران پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ عمرؓ نے اس باسطوت راجہ سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن تھوڑے عرصہ بعد جب راجگانِ ہند میں پھوٹ پڑ گئی تو خلیفہ عثمانؓ نے حملہ کر کے مکران چھین لیا۔ کیونکہ وہ سلطنت ایران کے مقبوضات کو اپنا حق سمجھتے تھے اس کے بعد اور دو ایک معمولی لڑائیاں ہوئیں دوسری جنگ کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ جب راجہ ججؔ کے بیٹے داہر نے اپنی حقیقی بہن کو بیوی بنا لیا تو اس کے اس فعل ناشائستہ سے ناخوش ہو کر چند راجوں نے داہر پر چڑھائی کی تو محمد علافی جو مع پانسو ہمراہیون کے دربار خلافت سے راندہ اور ناراض ہو کر داہر کے ملک میں مقیم تھا داہر کا شریک جنگ ہوا اور اوس کی بہادری سے داہر فتحیاب ہوا۔ داہر نے محمد علافی کو اپنا وزیر بنایا۔ محمد علافی چونکہ خلیفہ سے ناراض تھا اس لئے اکثر سلطنت خلافت کے تذکرے بُری طرح کرتا تھا جس پر راجہ اور عمالِ ریاست کے خیالات خلافت کی طرف سے اچھے نہ تھے۔ اس عرصہ میں دیبل (کراچی) پر ایک بیڑا اون جہازون کا پہنچا جس میں سراندیپ کے حاجی سوار تھے اور خلیفہ کے لیے اوس میں تحفے بار تھے ان جہازون کو راجہ کے گورنر والئ دیبل نے لٹوا لیا اس پر برہم ہو کر خلیفہ نے محمد قاسم کو نوج کشی کا حکم دیا۔ باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ اور ان لڑائیون میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندرون کی مرمت کرائی۔ برہمنون کو معزز عہدے دئے۔ یہ سردار ایسا ہر دلعزیز تھا کہ رانی لاڈی نے بخوشی اوس کی بیوی بننا قبول کیا۔ جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر کیسرج کے ہندوٗن نے اور بودھوں نے اُس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا۔ تیسری جنگ کا سبب یہ تھا کہ خود مسلمانون میں ایک فرقہ پیدا ہوا جو ملحدانہ اور کستاخانہ عقائد رکھتا ہے اون کو قرامطہ کہتے تھے یہ لوگ اسلام اور اہلِ اسلام اور سلاطین کے جانی دشمن تھے اس فرقہ والون نے ہندوستان میں آکر اول سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بہ امداد بعض راجگان ہند نیست کیا اور اوس کا ملک راجون میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست یعنی ملتان

میں تھی یہ سازش راجہ جے پال زیروزبر کیا۔ اوس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا۔ قرامطہ اوس کے خلاف سازش کرتے تھے اور وہ قرامطہ کی تلاش اور سزادہی کی فکر میں تھا آخر قرامطہ نے راجہ جیپال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرادیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ باقی تمام محمودی حملے اس ہی سلسلہ میں ہوئے۔ ان تمام لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈہایا گیا نہ کوئی جبراً مسلمان بنایا گیا۔ پھر جہاں جہاں سلطنت غزنی کا قبضہ ہوتا گیا قرامطہ دوسری جگہ چلے جاتے رہے۔ راجگانِ ہند ان کے طرفدار رہے کیونکہ اونہوں نے ہندؤں میں اچھا اثر پیدا کیا تھا اونہوں نے اپنے عقائد کو ہندو مذہب کے قریب قریب ملاکر دکہلادیا تھا جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اور اوسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک تھا اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا اس مندر میں جو بُت تھا اوس کے آگے خودکشی کرنا باعث نجات سمجہا جاتا تھا۔ آخر میں قرامطہ نے سومنات کو مرکز قرار دیا اور اکثر راجے اون کے شریک حال ہوئے تب محمود نے سومنات پر حملہ کیا۔ سومنات کے بت توڑنے کی کہانی میرے خیال سے سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی بت نہ تھا بلکہ لنگ تھا۔ ہاں اس بُت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اوس میں ایک مورتی تھی جسپر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی محمود نے کئی راجون کو ملک بخشی کی اور ہندؤن کو عہدے دئے اسی طرح تعصب و اشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالمگیر پر ہے جو بالکل بے بنیاد اور تعصب آلود ہے۔ اورنگ زیب نے مندرون کو جاگیرین دین اوس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے۔ اوس زمانہ کے ہندو بزدل یا ایمان فروش نہ تھے۔ باقی اورنگ زیب سے ہندو ناخوش ضرور تھے اسکا باعث یہ تھا کہ ہندو دارا شکوہ کی سلطنت چاہتے تھے جو اکبر سے زیادہ ہندؤنکا گرویدہ تھا اورنگ زیب نے جو مندر منہدم کرائے اوس کے چند وجوہات تھے ایک وہ مندر ڈھایا جو راجہ نرسنگ دیو ابوالفضل کو قتل کرکے اوس کے مال سے بنایا تھا جسپر مسلمان مشتعل ہوگئے تھے اور ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر نے باصرار بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرایا کیونکہ وہان کے پجاریون نے اوسکی عورت کو غائب کرلیا تھا۔ اسیطرح ٹیپو سلطان نے بھی ہندؤن کے ساتھ کافی مراعات کیں مندرون کو جاگیرین دین۔ اور اوس کا وزیر بھی ہندو تھا یسلطان ٹیپو کو مذہب سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

غرض ابتدا زمانہ سے لیکر آخر دور سلطنتِ مغلیہ تک مسلمانون ہندؤن کے

مناقشات ملکی تھے نہ کہ مذہبی ابتدا میں ہندوں نے اون کے ساتھ پوری رشتہ داری کا تعلق قایم کیا۔ رانی لاوی نے محمد قاسم سے نکاح کیا۔ عبداللہ اشتر بن محمد المہدی بن عبداللہ بن حسنؓ بن حضرت علیؓ سے راجہ سندھ نے اپنی لڑکی بیاہ دی یہ واقعہ ۱۴۸ھ کا ہے ۵۷۲ھ میں سلطان شہاب الدین نے جب اوچ پر حملہ کیا تو راجہ اوچ کی رانی نے پیغام بھیجا کہ اگر تم میری لڑکی سے نکاح کرنیکا وعدہ کرو تو میں راجہ کا کام تمام کردوں۔ چنانچہ سلطان نے وعدہ کیا اور رانی نے راجہ کا کام تمام کردیا۔ سلطان نے راج کماری سے نکاح کرلیا۔ غرض ہمیشہ تعلقات بہتر رہے ہیں افسوس ہے کہ آج اون تعلقات کو بری صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور اون سے ناروا طور پر کام نکالا جاتا ہے۔ راقم منوہر لال روہری۔

(از پیسہ اخبار لاہور — ۲ دسمبر سنہ ۱۹۲٦ عیسوی -)

اورنگ زیب عالمگیر

ہندوستان میں جسقدر فرماں روا گذرے ہیں اون میں سب سے زیادہ جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج بادشاہ اورنگ زیب تھا لیکن اوسنے بدقسمتی سے ایسا زمانہ پایا کہ جو سلطنت مغلیہ کے آفتاب اقبال کے غروب اور غیر ملکیوں کے ماہ دولت کے طلوع کا قریب زمانہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس بادشاہ کو ہندوستان میں منافرت پھیلانیکا آلہ بنایا گیا ہے اور بادشاہ اورنگ زیب پر جسقدر الزامات ہیں اگر اون پر منصفانہ نظر کی جائے تو وہ سب لغو ثابت ہوں گے۔

پہلا الزام یہ ہے کہ اوس نے باپ کو تخت سے بیدخل کیا۔ حالانکہ اس خدمت کو دارا شکوہ انجام دے چکا تھا۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ بھائیوں سے لڑا اور اون کو قتل کیا۔ تاریخوں کے دیکھنے اور

واقعات پر نظر کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پہلے چھیڑ دارا شکوہ کی طرف سے ہوئی اور اس قسم کے واقعات تخت و تاج کے لیے ہر ملک و قوم میں ہوئے۔ اورنگ زیب کی جان کا تحفظ سوائے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق بھی غالب ہوتا اوس کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

تیسرا الزام یہ ہے کہ اوس نے ہندوؤن کے مندر منہدم کرائے۔ اورنگ زیب کے عہد میں ایسا ضرور ہوا لیکن سوائے ایک دو مندرون کے اکثر کے متعلق شاہجہان اپنے عہد میں انہدام کا حکم دے چکا تھا۔ اور یہ وہ مندر تھے جو مسلمانون کے مکانات پر تصرف کر کے تعمیر کئے گئے تھے۔ باقی مندرون کے متعلق بھی ضرور کوئی خاص امر ایسا ہوگا کہ جسکی وجہ سے بادشاہ نے اونکا انہدام ضروری سمجھا ہوگا۔

یہ بادشاہ خشک مزاج امن پسند سلامت رو تھا۔ یہ خواہ مخواہ کے ہجوم اور خلاف تہذیب امور کو پسند نہ کرتا تھا۔ رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کیلئے اس نے بعض میلے بھی بند کئے جس میں ہندو مسلمانون دونون کے جلوس شامل تھے اسی کے ساتھ بعض بعض مندرون کو جاگیرین بھی دین۔ جاتریوں سے ٹیکس موقوف کیا۔ واقعات پر نظر کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس بادشاہ نے جس جگہ سختی کی وہاں کوئی امر نامناسب ضرور ہوگا کیونکہ اگر ایسی بندشوں کا باعث مذہبی عناد ہوتا تو اور مذہبی میلے اور معابد بھی اوس کے ہاتھ سے نہ بچتے۔ دارا شکوہ و سلاطین دکن کے خیر خواہون نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کین جن کے مہتمم ہندو تھے اور اوس میں ہندو مسلمان دونون قومیں تعلیم پاتی تھیں اوس نے اس قسم کی درسگاہوں کو بند کرنیکا حکم دیا۔ لیکن خالص مذہبی درسگاہوں میں اوس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ میری تحقیقات کے موافق اگر خلاف انصاف و مصلحت سلطنت اس بادشاہ سے کوئی کام ہوا ہو تو وہ غیر مسلم جنگی خدمات سے علیحدہ گی رکھنے والون پر جزیہ کا قایم کرنا تھا۔ یہ ضرور ایسا ٹیکس تھا جس سے لوگون کے دل میں توہین کا خیال پیدا ہوا ہوگا اور یہی بددلی سلطنت مغلیہ کی ناؤ کو منجھدار میں لے پہنچی۔ جسطرح اخیر زمانہ کے بودھ راجاؤن نے غیر بودھون پر ایک خاص محصول قایم کر کے غیر مذہب کے لوگون میں بددلی پھیلا دی تھی۔ یہ بادشاہ بے حد ثنا و صفت کا مستحق ہے لیکن بجائے تعریف کے بدنامی کا داغ اوس کے نام پر لگا ہوا ہے اگر کوئی

مجھ سے پوچھے تو صاف کہدون کہ اسکا باعث بڈھے باپ کے دل کا دکھانا تھا۔ اگرچہ شاہجہان خود بھی اپنے بھائیون کے ساتھہ یہی برتاؤ کرچکا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب نے جو کچھہ کیا بہ مجبوری کیا۔ لیکن آخر دارا شجاع مراد اوسکی اولاد تھے چاہے کچھہ تھا اوس کا کیونکر دل نہ دکھا ہوگا اور کیون نہ اوس کے دل سے بد دعا نکلی ہوگی۔ (راقم منوہر لال زوتشی)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۱۲۰) ۔ دشمنون کے ظلم و ستم قتل و غارت کی جب حد نہ رہی تو ہجرت کے پہلے سال جنگ و جہاد کا حکم ہوا موافق و مخالف تمام تاریخین شاہد ہیں کہ اسوقت تک مسلمان جنگ کا نام لینے کے قابل بھی نہ تھے مخالفین کی طاقت تمام جزیرۃ العرب پر چھائی ہوئی تھی لیکن باوجود غلبۂ کفار اور بے کسی و ناداری رسالتمآبؐ و اصحابؓ کے حکم جہاد سے پہلے ہزارون مسلمان ہوچکے تھے جبری اشاعت کا الزام لگانیوالے بتلائیں کہ یہ ہزارون مسلمان کس تلوار نے بنائے تھے کیونکہ سب سے پہلی جنگ بدر میں جب رسول کریم دشمنون کے مقابلہ کے لئے نکلے تو تین سو تیرہ جانباز ساتھہ تھے یہ تعداد جنگ آور ونکی تین ہزار سے کم مردم شماری سے حاصل نہیں ہوسکتی اسلئے ماننا پڑیگا کہ اسوقت مسلمانون کی آبادی مدینہ میں تین ہزار تھی ان کے علاوہ مکہ میں بھی کافی تعداد تھی جن کو کفار نے روک رکھا تھا پھر اطراف مکہ و مدینہ میں بھی تھوڑے تھوڑے مسلمان تھے سوا کچھہ زیادہ تعداد مسلمانون کی حبشہ (افریقہ) میں پناہ گزین تھی۔ نجاشی شاہ حبشہ بغیر جنگ و جدال نامہ و پیام کے مہاجرین کے حالات دیکھکر اوسنے تعلیمات اسلام کو معلوم کرکے حلقہ بگوش اسلام ہوچکا تھا ایرانیونکی جنگ کے قبل ایران میں اسلام پہنچ چکا تھا سلمان فارسیؓ وغیرہ مسلمان ہوچکے تھے۔ رومیونکی لڑائی سے پہلے صہیب رومیؓ وغیرہ مسلمان ہوچکے تھے ہندستان میں بھی جیسا کہ آگے مذکور ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ ہی میں اسلام پہنچ گیا تھا باقی ہندستان میں عام طور پر اشاعت اسلام بزرگان دین کی جیسا کہ اوس مضمون سے ظاہر ہوگا مہاراجہ سرکشن پرشاد نے چند واقعات صفحات ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ پر اس قسم کے بیان کئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دکن میں اشاعتِ اسلام ایک بزرگ درویش خواجہ سراج الدین حیدری نے کی اور بہت سے جوگی وغیرہ مسلمان ہوئے (روزنامچہ گلبرگہ) الغرض تمام دنیا کے تمام حصص میں جنگ و جدال سے پہلے اسلام کا داخل ہوجانا تاریخی واقعات سے ثابت ہے چین میں بھی اسلام آنحضرت علیہ السلام کے عہد سعادت میں شایع ہوگیا تھا اسکے متعلق یہ روایتیں ہیں چین کے بادشاہ تائی تسنگ نے رات کو دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا صبح کو نجومیون سے دریافت کیا انہون نے کہا عرب کے دیس میں ایک پیغمبر ہوگا اسکے ہاتھ پر یہ معجزہ ہوگا اسنے تحقیق کیا تو حضور علیہ السلام کی بعثت کا حال معلوم ہوا وہ مسلمان ہوگیا اسکی مصنفہ کتاب جی بالائی موجود ہے اور شہر سنانو میں جو مسجد اسنے تعمیر کرائی تھی وہ آجتک اسکی نام سے مشہور ہے۔ آثار قدیمہ چین میں ایک کاغذ برآمد ہوا تھا جسکی سرخی تھی کہ چین میں معجزہ شق القمر کسطرح دیکھا گیا۔ گورنمنٹ چین نے کئی ہزار ڈالر میں اسکو خرید کر اپنے خزانہ میں رکھا ہے۔ آریہ لوگ اس معجزہ کو خلاف عقل کہتے ہیں جبکہ چاند مثل زمین کے ہے اور اس میں آتش فشان پہاڑ کثرت سے ہیں زمین آتش فشان مادہ کی کثرت سے پھٹ جاتی ہے تو چاند کا انشقاق کیون خلاف عقل ہے۔ ماہرین فلکیات بھی قائل ہیں کہ چاند میں انشقاق ہوا۔ ڈاکٹر ارون سکلس کا قول ہے کہ فضاء بسیط میں کوئی عظیم الضخامت شہاب ثاقب حرکت کرتا ہوا سطح ماہتاب سے ٹکرا گیا ہوگا جو اس انشقاق کا باعث ہوا جو چاند کے نمود میں نظر آتا ہے مہابھارت میں مذکور ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اور اس معجزہ کو بسوامتر کی طرف منسوب کیا ہے۔ سنہ ۲ ہجری میں ابن ابی کبشہ صحابی[1]

[1] (بعض نے وقاص لکھا ہے) بحیثیت تاجرانہ بحری سفر کے ذریعہ سے چین گئے اور وہ بندرگاہ کینٹن میں جو بحر چین کے کنارہ پر ہے اترے۔ (بعض نے لکھا ہے کہ عرب میں کوئی عظیم الشان انسان ظاہر ہوا ہے) اسنے تحقیق کیا تو اسکو حضور علیہ السلام کی بعثت کا حال معلوم ہوا۔ اور ... حضور کی خدمت میں ...

Post Graduate Library
College of Arts & Commerce, O. U.
٤٨٦
٢٩٢

دُعا

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِی مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِی مَنْ عَافَیْتَ وَبَارِکْ لَنَا فِی مَا اَعْطَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِی مَنْ تَوَلَّیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِی وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ ۔

شد ختم بر حدیثِ تو آخر بیانِ ما ٭ باشد نگینِ نامِ تو مُہر دہانِ ما

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت	کیفیت
اظہار النعمہ	۳ر	امامِ طحاویؒ کے رسالۂ عقیدۃ الطحاوی کا اردو ترجمہ علماء کرام نے بہت پسند فرمایا۔
اردو کہانیاں	۲ر	یہ کہانیاں ایسی اردو میں لکھی گئیں ہیں جن میں عربی و فارسی کا کوئی لفظ نہیں آیا۔ زبان نہایت صاف ہے نقادانِ فن نے بہت پسند فرمایا ہے۔
محمود اور فردوسی	۴ر	سلطانِ محمود غزنویؒ پر جو الزام فردوسی کے ساتھ وعدہ خلافی کا لگایا جاتا ہے اوس کی مکمل تردید ماہرینِ فن نے بہت پسند فرمایا
تصحیح التاریخ	۸ر	سلاطینِ اسلام محمد قاسم۔ سبکتگین۔ محمود۔ شہاب الدین۔ اور اورنگ زیب جیسے عالی